مختصر سوانحی خاکہ

حضرت مولانا مفتی نیاز محمد ختنی ترکستانیؒ

از قلم

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

بشکریہ بینات شعبان ۱۴۱۲ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا نیاز محمد رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۹۲ء) کا اصل وطن مشرقی ترکستان کا مشہور شہر ختن ہے (بضم اول و فتح فوقانی شہریست درحدود چین۔ غیاث اللغات) وہی ختن جو "مشک ختن" کے حوالے سے شہرہ آفاق ہے (اب یہ شہر جمہوریہ چین کے صوبہ "شنجانگ" میں واقع ہے) حضرت نسلاً ترک تھے اور ترک قوم کے سب سے بہادر، جنگجو اور غیور قبیلہ "یوغور" سے تعلق رکھتے تھے اسی کے ساتھ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے والد محترم مولانا ثابت علی کا اچھا خاصا زمیندارہ تھا تیرہ (۱۳) مربع زمین تھی اور "ختن" میں ایک دینی مدرسہ کی اپنی جیب سے کفالت فرماتے تھے۔

حضرت مرحوم کی ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں ہوئی اور وہاں کے نامور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ بعد ازاں اس علاقہ کے سب سے ممتاز اور جید عالم حضرت مولانا ثبوت اللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ ختن کے نواح میں ایک مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے ان کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ "ازھر ایشیاء" دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے تلمیذ رشید تھے اور وہ اکثر دوران درس اپنے استاد امام العصر کشمیریؒ کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے انہی دنوں وہاں کمیونسٹ انقلاب آیا استاد محترم مولانا ثبوت اللہؒ نے کمیونسٹوں سے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

نوشتہ تقدیر غالب آچکا تھا اس لیے اس اٹھارہ سالہ نوجوان نے ہجرت فی سبیل اللہ کا فیصلہ کر لیا اور استاذ الاستاذ حضرت کشمیریؒ کی خدمت میں حاضری کی نیت سے دیوبند کا ارادہ فرما لیا چنانچہ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ساتھ کوہ ہمالیہ کے دشوار گزار، پرخطر اور برفانی راستوں کو پیادہ طے کرتے ہوئے دو مہینے میں دیوبند پہنچے

یہاں آ کر پتہ چلا کہ امام العصر انتقال فرما چکے ہیں، آہ کہ

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

نہایت شکستہ دل ہوئے اور وطن واپسی کا سوچنے لگے حضرت مفتی محمد شفیعؒ سے ملاقات ہوئی انہوں نے ڈھارس بندھائی اور فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ہم عصر اکابر اساتذہ موجود ہیں ان سے استفادہ کرو چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ کے ارشاد پر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا اور پھر وہیں کے ہو رہے گیارہ سال تک نہایت محنت ومجاہدہ کے ساتھ دارالعلوم میں طالب علمی کی اور تمام علوم عالیہ وآلیہ میں کمال پیدا کیا آپؒ کے اساتذہ میں درج ذیل شخصیات نمایاں ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام المجاہد فی سبیل اللہ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی، حضرت مولانا اعزاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ دیوبندی، حضرت مولانا محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک وغیرہ رحمہم اللہ۔

طالب علمی کے دوران بیعت کے ارادہ سے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے بارگاہ میں تھانہ بھون میں حاضر ہوئے لیکن حضرت نے فرمایا کہ فراغت کے بعد بیعت ہونا لیکن افسوس فراغت سے ایک سال قبل حضرت حکیم الامتؒ کا وصال ہوگیا اس لیے مسلسل استخارے کے بعد حضرت مفتی محمد شفیعؒ سے بیعت ہوئے چونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی راہنمائی پر دارالعلوم سے فیض یاب ہوئے تھے اس لیے حضرت مفتی صاحبؒ سے قلبی تعلق بہت بڑھ گیا تھا چنانچہ فراغت کے بعد چار سال تک ان کی مسجد میں امام رہے اور یہ تعلق مفتی صاحبؒ سے ہمیشہ رہا۔

۱۳۶۴ھ میں حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ نے بہاول نگر میں ایک مدرسہ عربیہ کی بنیاد رکھی تو دارالعلوم دیوبند سے اپنے عزیز شاگرد حضرت مولانا مفتی نیاز محمدؒ کو اپنی رفاقت کے لیے طلب فرمایا چنانچہ آپؒ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے حکم سے بہاول نگر تشریف لے آئے اور ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ میں جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر کی بنیاد رکھی گئی دو سال بعد حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ پر دیار حبیب ﷺ کا داعیہ وجاذبہ غالب آیا اور وہ اس امانت (جامع العلوم بہاول نگر) کو اپنے شاگرد مولانا مفتی نیاز محمدؒ کے حوالے کر کے عازم مدینہ ہوئے اس وقت سے آخری لمحات زندگی تک حضرت اس امانت کو سینے سے لگائے رہے اس گلشن کی باغبانی کے لیے تمام صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اپنا وطن نہیں تھا خویش قبیلہ نہیں تھا غریب الوطن اور اجنبی تھے یہاں کی زبان پر پورا عبور نہیں تھا ان مشکلات کا اندازہ آج کون کر سکتا ہے؟ جو اس درویش خدامست کو اس راستہ میں پیش آئیں ہوں گی۔

بارہا فاقوں کی نوبت آئی درختوں کے پتے چبا کر تن و روح کا رشتہ قائم رکھنے کی کوشش فرمائی لیکن پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی اس ریگستانی علاقے کے لوگوں نے ان کو زندگی میں بہت کم پہچانا لیکن اس مہاجر فی سبیل اللہ کے سر پر رحمت وعنایت خداوندی سایہ فگن تھی قدم قدم پر حق تعالیٰ شانہ کی نصرت نے دستگیری فرمائی اور وہ مدرسہ جو حضرت الاستاذ مولانا بدر عالم میرٹھیؒ دو چھپر نما کمروں کی شکل میں چھوڑ کر گئے تھے حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک وسیع وعریض دارالعلوم بن گیا جس میں ۲۵۔۳۰ تک دورہ حدیث کے طلبہ ہوتے ہیں۔

حضرت مرحوم ایک قوی الاستعداد عالم تھے ہمارے استاذ حضرت علامہ محمد شریف کشمیریؒ جو اپنی بلند علمی استعداد کی بناء پر فرمایا کرتے تھے کہ پنجاب میں صرف

اڑھائی مدرس ہیں ایک (شیخی و سندی حضرت اقدس)مولانا خیر محمد جالندھریؒ دوسرے مولانا عبدالخالقؒ (بانی دارالعلوم کبیر والا)اور مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ آدھا مدرس میں ہوں۔

(حضرت کشمیریؒ کا یہ ارشاد راقم الحروف نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے)

یہی علامہ کشمیریؒ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جن کوفنون پڑھنے کا شوق ہو وہ بہاول نگر مولانا نیاز محمد صاحبؒ کے پاس جائیں اس سے مرحوم کی بلند علمی استعداد کا اندازہ ہو سکتا ہے اس علم وفضل کے ساتھ انابت وخشیت اور نسبت مع اللہ میں بھی بہت ہی بلند مقام پر فائز تھے اخلاص وللٰہیت ، بہادری و جوانمردی ، عجز و انکساری اور حسن معاملہ میں اپنی مثال آپ تھے۔

مرض الوفات میں اپنے متعلقین کو بہت سی قیمتی نصیحتیں فرمائیں وفات سے ایک دن پہلے اتوار کو اس ناکارہ کی موجودگی میں اپنے صاحبزادگان کو اتفاق واتحاد کی وصیت فرما رہے تھے اسی میں فرمایا کہ شیخ سعدی کا قول ہے ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں مروت بادشمناں مدارا

(دونوں جہانوں کی راحت وآسائش ان دوحرفوں کی تفسیر ہے دوستوں سے مروت کا اور دشمنوں سے مدارت کا برتاؤ کرو)

پھر فرمایا کہ میں نے ساری زندگی ''بادوستاں مروت بادشمناں مدارا'' کے اصول پر گزاری ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت سے ایسا شغف تھا کہ ضعف واضمحلال اور پیرانہ سالی کے باوصف روزانہ دس پارے کی تلاوت اور تین دن میں قرآن کریم ختم کرنے کا معمول تھا چلتے پھرتے دعاؤں کا خاص اہتمام تھا اور علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ مرض

الوفات کے شروع ہونے سے پہلے چار چار گھنٹے روزانہ مطالعہ فرماتے تھے اور درس گاہ تک جانے کی ہمت ہوتی تو وہاں پہنچ جاتے ورنہ طلبہ کو گھر پر بلا لیتے الغرض کچھ نہ کچھ تعلیم وافادہ بھی اپنے ذمہ رکھتے۔

سن مبارک اسی نوے کے درمیان تھا ادھر کچھ عرصہ سے پیرانہ سالی کے عوارض لاحق تھے مرض الوفات کا آغاز ایک معمولی بات سے شروع ہوا ضیق النفس کی تکلیف شروع ہوئی اور اس پر مدوجزر کی کیفیت رہی طبیعت کی زیادہ ناسازی کا سن کر یہ ناکارہ ہفتہ چار جنوری کی شام کو کراچی سے بہاول نگر پہنچا اتوار کی صبح کو ہسپتال حاضر ہوا تکلیف کی شدت کے باوجود صاحبزدگان کو بہت قیمتی وصیتیں فرماتے رہے اس ناکارہ سے فرمایا کہ تکلیف تو ہے لیکن الحمد للہ قلب مطمئن ہے ظہر کی نماز تک ہم بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ اب تم جاؤ میں نے ہسپتال سے گھر واپس آتے ہوئے عزیز مولوی منیر احمد سلمہ سے کہا کہ حضرت کی طبیعت سنبھلی ہوئی ہے اگر طبیعت اسی طرح رو بصحت رہی تو میں انشاء اللہ کل ملتان چلا جاؤں گا اور ایک دو دن وہاں لگیں گے اس دوران فون پر صحت کا پتہ کرتا رہوں گا اور دو دن بعد کراچی چلا جاؤں گا انہوں نے حضرت کو ہسپتال میں میرے ارادے سے آگاہ کیا تو فرمایا کہ نہیں! بلکہ جنازہ پڑھ کر جایئے گا۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ مجھے حضرت کے مرض الوفات کا صرف آخری دن دیکھنا نصیب ہوا اور اس میں چند امور کا بین مشاہدہ ہوا جن پر اس ناکارہ کو واقعہ یہ ہے کہ بڑا ہی رشک آیا مثلاً ایک یہ کہ تکلیف کی شدت کے باوجود کسی قسم کی گھبراہٹ اور کرب و بے چینی کا اظہار نہیں تھا ایک مرتبہ بھی ان کے منہ سے ''ہائے'' سننے میں نہیں آئی۔

ان کے نرم و نازک بدن پر مسلسل انجکشن لگ رہے تھے لیکن سوئی چبھونے

پر انہوں نے ایک بار بھی ''سی''نہیں کیا بلکہ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اس نا کارہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ گو بدن کو تکلیف ہے مگر قلب مطمئن ہے آخری وقت میں قلبی اطمینان کی دولت خاص مقبولان الٰہی کونصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ دولت نصیب فرمائیں۔دوم یہ کہ حدیث نبوی ﷺ

''من احب لقا ء اللہ احب اللہ لقاء ہ''

(جوشخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات چاہتا ہو اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات چاہتے ہیں)

تو ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہے مگر اس کی مشاہداتی تفسیر حضرتؒ کے یہاں دیکھنے میں آئی ایک عرصہ سے دوشنبہ کے دن مرنے کی تمنا تھی اتوار کی شام کو بار بار دریافت فرماتے تھے کہ دوشنبہ داخل ہونے میں کتنی دیر ہے؟ جب اتوار کا آفتاب غروب ہوا اور آپؒ کو بتایا گیا کہ دوشنبہ داخل ہو گیا ہے تو فرمایا میری چارپائی قبلہ رخ کردو حکم کی تعمیل کر دی گئی تو قبلہ رخ ہو کر فرشتہ موت کو دیکھنے کے لیے چشمہ لگا کر بیٹھ گئے اور (اپنے مخصوص لہجے میں) دریافت فرمانے لگے کہ فرشتہ کدھر سے آئے گا اوپر کی جانب سے یا دروازے کی طرف سے؟ یہ نا کارہ مغرب کے بعد حاضر ہوا اور عشاء تک بیٹھا رہا عشاء کے وقت مجھ سے فرمایا کہ میری ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ مجھے آنحضرت ﷺ کا یوم وفات نصیب ہو پھر ذرا سے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اگر یہ دوشنبہ نہیں تو اور بہت سے دو شنبہ آئیں گے اب آپ جائیں آرام کریں یہ نا کارہ تو حسب الحکم اٹھ کر آ گیا لیکن حضرت کی ساری رات اس بے تابی میں کٹی کہ قاصد کوچ کا پیغام کب لاتا ہے؟

دریں اثناء کچھ غنودگی طاری ہوئی تو افاقہ کے بعد فرمایا کہ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میرے کان میں کہا ہو

ھی حتیٰ مطلع الفجر

معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ طلوع فجر کے وقت ہو گا اس لئے بار بار دریافت

فرماتے کہ طلوع فجر میں کتنی دیر ہے جب رات گزر گئی اور دن طلوع ہوا تو خیال ہوا کہ شاید یہ دوشنبہ گزر جائے گا۔

صاحبزادہ مولانا جلیل احمد اخون نے عرض کیا کہ اب تو سورج نکل آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ اس دوشنبہ کو نہیں یہ سن کر حضرت کو جیسے صدمہ ہوا ہو اس لیے گھبرا کر فرمایا ''فکر نہ کرو غروب نہیں ہونے دوں گا'' اور اسی وقت سے حالت متغیر ہونا شروع ہوئی بالآخر بوقت چاشت ۱۱ بجکر ۲۵ منٹ پر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) الغرض لقائے محبوب کا اشتیاق ایسا غالب تھا کہ انتظار میں بے تاب بیٹھے ہیں۔

سوم یہ کہ حضرت کی خواہش اور وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین سے تدفین تک کے مراحل بڑی عجلت سے طے ہوئے چنانچہ دوپہر میں جنازہ ہسپتال سے گھر لایا گیا ظہر کے بعد تجہیز وتکفین ہوئی اور عصر کے بعد عیدگاہ کے میدان میں نماز جنازہ ہوئی نماز جنازہ کے لیے نہ کسی کا انتظار کیا گیا اور نہ لوگوں کو جمع ہونے کے لیے زیادہ وقت دیا گیا اس کے باوجود نماز جنازہ میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا بہاول نگر کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ شاید کبھی نہیں ہوا جس میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے جنازہ کی چارپائی سے لمبے لمبے بانس باندھ دیے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہوسکے بایں ہمہ بہت سے لوگوں کو مجمع کی وجہ سے جنازہ تک پہنچنا نصیب نہ ہوسکا۔

چہارم یہ کہ حضرت رحمہ اللہ کی یہ وصیت تھی کہ مجھے مدرسہ کے احاطہ میں دفن نہ کیا جائے کیونکہ یہ جگہ قبر کے لیے وقف نہیں ہے بلکہ بہاول نگر سے ملحقہ بستی دین پور شریف میں جہاں قطب العالم حضرت اقدس مولانا اللہ بخش بہاول نگری نور اللہ مرقدہ مدفون ہیں متولیان سے اجازت لے کر مجھے وہاں دفن کیا جائے۔

حضرتؒ کی اہلیہ محترمہ نے عرض کیا کہ بچے اتنی دور کیسے جایا کریں گے؟ تو فرمایا قبر پر جانا ضروری نہیں یہیں سے ایصال ثواب کرتے رہیں پہنچ جائے گا چنانچہ تدفین کی اجازت اور قبر کی جگہ کے تعین کے لیے راقم الحروف۔ بڑے صاحبزادہ گرامی جناب حافظ سراج احمد صاحب زید مجدہ کی معیت میں خود وہاں گیا اور مولانا محمد الیاس زید مجدہم (نبیرہ حضرت قطب العالم مولانا اللہ بخش بہاول نگری) سے عرض کیا کہ آپ کے قبرستان میں ایک نیا مہمان لا رہے ہیں ان کے لیے جگہ چاہیے فرمانے لگے میں تو دیر سے تمہارے انتظار میں کھڑا ہوں (اور رات کے ایک خواب کی بناء پر واقعۃً ہمارے جانے سے پہلے کھڑے تھے) چنانچہ وہ ہمیں قبرستان میں لے گئے اور قبروں کی پہلی لائن جس میں حضرت مولانا اللہ بخشؒ بہاول نگری کی قبر مبارک ہے اسی لائن میں حضرت کے لیے جگہ کی تعیین کر دی جو قبرستان میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی قبر ہے۔قبر کی ایسی بہترین جگہ دیکھ کر واقعی رشک آتا ہے بہرحال مغرب کی نماز کے بعد تدفین ہوئی یہاں چند لائق رشک مبشرات واقعات اور بھی پیش آئے جنہیں قلم انداز کرتا ہوں البتہ ایک چیز ذکر کیے بغیر نہیں رہا جاتا وہ یہ کہ تین بجے کے قریب حضرتؒ کو غسل دینے کے لیے تختہ پر لایا گیا تو بدن مبارک ایسا نرم وگداز تھا کہ بلا تکلف بدن کے کپڑے صحیح سالم اتار لیے گئے حتیٰ کہ نیچے کی بنیان تک بغیر کسی دشواری کے اتار لی گئی اور صاحبزادہ جمیل احمد صاحب نے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لی۔

بعض مقبولان الٰہی کے ابدان مرنے کے بعد بھی تروتازہ رہتے ہیں شاید حضرتؒ کا شمار بھی انہی حضرات میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں اور مقبولوں کے صدقہ یہ دولت اس قطرہ ناپاک کو بھی نصیب فرمادیں تو اس کریم آقا کے کرم سے کیا بعید ہے۔

حق تعالیٰ شانہ ان دونوں بزرگوں (حضرت مولانا مفتی علی محمدؒ اور حضرت مولانا مفتی نیاز محمدؒ) کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیں ان کی کوتاہیوں کو اور لغزشوں سے درگزر فرمائیں ان کو اپنی عنایات خاصہ و الطاف کریمانہ کا مورد بنائیں ان کے پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائیں۔(بشکریہ "بینات" شعبان ۱۴۱۲ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۲ء)

••

مُشکِ خُتَن

از قلم ابن ختنیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا الشاہ جلیل
احمد اخون دامت برکاتہم

خلیفۃ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس حضرت مولانا الشاہ
حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

....

سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جانِ جہاں مجھ کو
بہت خونِ تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھ کو

بیانِ دردِ دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو

زباں درد دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھ کو

زبان عشق کی تاثیر اہل دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھ کو

قفس کی تیلیاں رنگین، دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یاد گلستاں مجھ کو

کہاں تک ضبط غم ہو دوستو راہ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھ کو

ملا کرتی ہے نسبت اہل نسبت ہی سے اے اختر
زبان سے ان کی ملتا ہے بیان در فشاں مجھ کو

﴿حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِی قَالَ لِنَبِیِّہٖ ﷺ! اِقۡرأ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ. خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقَ. اِقۡرَأ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَم. اَلَّذِی عَلَّمَ بِالۡقَلَم . عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَالَمۡ یَعۡلَم . وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیۡرَ الۡبَشَرِ مُحَمَّدٍ اَلَّذِی بُعِثَ اِلٰی خَیۡرَ الۡاُمَمِ وَ اُعۡطِی جَوَامِعَ الۡکَلِمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ بَذَلُوۡا جھدَ ھُمۡ لتَبۡلِیۡغ الدِّیۡنَ وَالۡعِلۡم . اَمَّا بَعۡد!فَاَعُوۡذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیۡم.ھَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَایَعۡلَمُوۡنَ .قَالَ تَعَالٰی فَاسۡئَلُو اَھۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡن .

نام ونسب

شیخ الحدیث والتفسیر شیخ المعقول والمنقول مہاجر فی سبیل اللہ حضرت مولانا مفتی نیاز محمد بن ثابت بن آدم ختنی ترکستانی (چین) ثم پاکستانی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپؒ ترکی النسل تھے، اور ترکوں کے ''یوغور'' (Uygur) قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ ۱۹۰۷ء میں شورباغ نامی بستی میں پیدا ہوئے جو مشرقی ترکستان کے ایک اہم شہر ختن کے مضافات میں ہے۔ والدگرامیؒ کے والدمحترمؒ زراعت پیشہ تھے اور ۱۳۵۰ ایکڑ زمین کے مالک تھے اور زیادہ تر ان کی زمین باغات پر مشتمل تھی اور اس علاقے کے متمول اور بااثر لوگوں میں سے تھے۔ والدگرامیؒ کی تربیت نہایت ناز ونعم کے ماحول میں ہوئی والدگرامیؒ کے والدمحترمؒ نے ۱۹۲۰ء میں حج فرمایا اور اپنے

بھانجے عبدالحمید تختہ کو بھی ساتھ لے گئے اور انھیں وہیں مدینہ شریف چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے حاجی عبدالحمید تختہ کی آل واولاد الحمدللہ آج بھی مدینہ شریف میں ہے اور سعودی شہریت کی حامل ہے۔

حلیہ ولباس

حضرت والد گرامیؒ درمیانے قد، گٹھا ہوا جسم اور سرخ وسفید رنگت کے مالک تھے چہرہ شکیل اور وجیہہ تھا، کشادہ پیشانی سعادت کی نشانی تھی، مضبوط اعصاب اور ارادوں کے مالک تھے، داڑھی بہت ہلکی اور صرف ٹھوڑی پر تھی ہاتھ نہایت نرم اور گداز تھے، سفید لباس، سفید بڑا عمامہ اور دیسی سادہ براؤن چونچدار کھسہ جب پہنتے تو ان کی وجاہت میں اور اضافہ ہو جاتا۔شلوار ہمیشہ نصف پنڈلی پر ہوتی اچکن اور صدری (ویسکوٹ) اور بخاری جبہ سبز دھاری دار بھی استعمال فرماتے تھے، سردیوں میں چترالی جبہ بھی پہنتے تھے ہاتھ میں کبھی کبھی عصاء لیتے تھے بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے داخلہ رجسٹر میں آپ کا حلیہ اس طرح لکھا ہے۔متوسط قامت، رنگ قدمی (سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے آپؒ کا رنگ گندمی ہوگیا تھا) گول چہرہ، فراخ پیشانی، پیوستہ ابرو، عریض بنی، بلا ریش۔

ختن یا ہوتن (Khotan & Hotan)

علامہ یاقوت بن عبداللہ الحموی البغدادی اپنی کتاب معجم البلدان جلد دوم میں ختن کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ لفظ ختن خ کے ضمہ اور ت کے فتحہ اور آخر میں ن کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض نے ت پر تشدید بھی پڑھی ہے۔

یہ ایک شہر اور سلطنت ہے کاشغر اور یوزکند کے درمیان یہ بلاد ترکستان میں شمار ہوتا ہے یہ ایک وادی ہے پہاڑوں کے درمیان بلاد ترک کے وسط میں اس کی طرف سلیمان بن داؤد بن سلیمان ابوداؤد منسوب ہیں جو حجاج ختنی کے نام سے

معروف ہیں انہوں نے ابو عالی حسین بن علی بن سلیمان المرغینانی سے حدیث کی سماعت کی ہے اور علامہ ابوحفص عمر بن الاحمد نسفی نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ۵۲۳ھ میں میرے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئے تھے۔ (معجم البلدان)

ختن کی اسلامی ریاست

حضرت والد صاحبؒ نے بتلایا کہ کمیونسٹ انقلاب سے پہلے ختن میں اسلامی سلطنت تھی قاضی صاحبان فیصلے کرتے تھے اور ان کے فیصلوں کا انداز یہ ہوتا تھا کہ ایک قاضی کے ساتھ بیس بیس مفتی بیٹھتے تھے اور ہر مفتی کے پاس قرآن مجید، حدیث اور فقہ حنفی کی کتاب ہوتی تھی جب کوئی سائل آتا تو قاضی اس کی درخواست مفتیان کو دے دیتا وہ شرعی رو سے اس پر فتوی صادر کرتے پھر قاضی اس فتوے کے مطابق قضاء وعدل کے تقاضے پورے کر کے فیصلے کر دیتا اس طرح بڑے سے بڑے معاملے کا فیصلہ چند دن میں ہو جاتا۔

حدود و قصاص کے نفاذ کی وجہ سے پورے ملک میں امن و آشتی تھی اسی لیے حضرت والد صاحبؒ نے جنرل ضیاء الحق کو یہی مشورہ دیا تھا کہ ملک میں صرف حدود و قصاص ہی صحیح معنی میں نافذ کر دی جائے تو پورے ملک میں امن قائم ہو جائے بلکہ فرمایا کرتے تھے اگر کافر بھی اپنے ملک میں یہی نظام لے آئیں تو وہاں بھی امن قائم ہو جائے۔

قاضی وقت بازار کا بھی چکر لگاتا تھا اور اس کے ساتھ وزن کرنے کیلئے ترازو اور پیمائش کے آلات اور دُرّے لگانے والے آدمی ہوتے تھے ہوٹلوں پر پکی ہوئی روٹی کو تولا جاتا تھا اگر روٹی کا وزن مقررہ وزن سے کم نکلتا تو سرِ بازار ہوٹل والے کو دُرّے لگائے جاتے اسی طرح پیمائش والی چیز کی پیمائش کی جاتی اس کی کمی بیشی پر بھی سزا دی جاتی اسلامی سلطنت کی برکت سے لوگوں میں دینی علوم پڑھنے

پڑھانے کا بہت شوق تھا اس لئے انگریز مورخین نے بھی اہل ختن کو لٹریسی لکھا ہے (یعنی پڑھنے پڑھانے والے)۔

مسٹر اوریل سٹین کا دورہ ختن

اس انگریز سیاح نے ۱۹۰۹ء میں انڈیا کی برٹش حکومت کے کہنے پر ختن کا دورہ کیا تھا وہ اپنی کتاب (Ancient Khotan) قدیم ختن میں تحریر کرتے ہیں کہ ختن جس کو اب ہوٹن (Hotan) کہتے ہیں یہ نخلستان ہے اور صحرا کے کنارے پر واقع ہے یہاں شہتوت کے درخت بہت ہوتے ہیں اس لئے ریشم کی پیداوار بہت زیادہ ہے اس کے علاوہ قیمتی پتھر اور ظروف سازی میں بھی مشہور ہے۔

اس کی بنیاد انڈین بدھسٹ بادشاہ اشوکا نے 300 سال قبل مسیح میں رکھی اور یہاں اپنی سلطنت قائم کی۔

ختن چین سے باہر وہ ملک ہے جہاں ریشم کی پیداوار شروع ہوئی وہ اس طرح کہ پہلی صدی عیسوی میں جب ختن کے بادشاہ نے چین کی شہزادی کے ساتھ شادی کی تو وہ اپنے ساتھ ریشم کے کیڑوں کے انڈے لے کر آئی اور یہاں ریشم کی پیداوار شروع ہوئی۔

یہاں پہلے بدھ مذہب کے لوگ رہتے تھے۔۱۰۰۶عیسوی میں ترک مجاہدین نے قاشغر کے مسلمان جرنیل یوسف قادر خان کی سربراہی میں حملہ کیا اور ختن پر قبضہ کرلیا۔ مشہور انگریز سیاح مارکو پولو نے ۱۲۷۱ء تا ۱۲۷۵ء کے درمیان ختن کا دورہ کیا اور یادداشت میں لکھا (all followeres of Muhammad) کہ یہاں کے تمام لوگ محمد ﷺ کے دین پر چلنے والے ہیں۔

یوسف قادر خان قاشغر کے بادشاہ کا بھائی یا عزیز تھا سب مجاہدین ترک قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ختن میں اسلام لانے کا باعث بنے اور پھر ترک مجاہدین کی نسل

اس قدر پھیلی کہ شرقی ترکستان کی ایک اہم ریاست بن گئی اور اب بھی ترکوں کی یوغور (uygur) قوم کی ریاست سمجھی جاتی ہے۔

اگرچہ یہ چین کے زیر اقتدار ہے اور شنجان صوبہ میں واقع ہے پھر بھی یوغور قوم کا علاقہ سمجھا جاتا ہے اور نقشہ پر

xinjiang uyger autonomous resion لکھا ہوا ہے۔

پہلے ختن مشک کے حوالے سے بھی بہت مشہور تھا اور اکثر فارسی اور اردو شعراء نے اپنے اشعار میں مشک ختن کا ذکر کیا ہے اسی نسبت سے چین اور پاکستان کو ملانے والی سڑک کو شاہراہ ریشم کہا جاتا ہے اور آجکل قیمتی پتھروں کی تجارت، قالین بافی، ریشم اور بھیڑوں کی افزائش نسل کے اعتبار سے معروف ہے۔

اس کے بارے میں مزید جاننے کیلئے صفحہ (162) پر ''مفتی خلیق احمد اخون کا سفر ختن'' کے عنوان کے تحت پڑھیں۔

داغِ یتیمی

والد گرامیؒ نے ابھی ہوش سنبھالا ہی تھا کہ ختن کے علاقے پر طاعون کی وبا کا حملہ ہوا جس سے چشم زدن میں والدین سمیت دوسو افراد لقمہ اجل بن گئے آپؒ پر بھی طاعون کا حملہ ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کو زندگی مطلوب تھی سو بچ گئے اور اس کے اثرات و نشانات آخر تک جسم پر موجود تھے اس حادثے میں آپؒ، آپؒ کی دو ہمشیرہ اور چچازاد بھائی رجب اخون زندہ بچے جنہیں آپؒ کے ماموں مولانا حاجی سعید احمد اخون دوسرے شہر لے گئے اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی اس طرح ابتدائی حیات میں آغوش مادر اور شفقتِ پدر سے محروم ہو گئے۔

تعلیم اور ختن کے مدارس

ابتدائی تعلیم کیلئے مکتب میں بٹھادیے گئے مکتب سے فارغ ہوئے تو ختن

کے ایک مدرسے میں داخل ہو گئے اس وقت ختن شہر میں ایک سو مدارس تھے اور ہر مدرسے کی ذاتی جاگیریں تھیں جس سے معلمین و متعلمین وغیرہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور اکثر طلباء کی کفالت ان کے والدین یا قریبی عزیز کرتے تھے مدارس میں باہم محبت و یگانگت بہت تھی اور مقتدر علماء کی کمیٹی جن کی تعداد پانچ ہوتی تھی تمام مدارس کی دیکھ بھال کرتی تھی اساتذہ و دیگر عملے کے عزل و نسخ کا اختیار بھی ان کو ہوتا تھا۔ایک مدرسے کے طلباء دوسرے مدرسے کے علماء سے مستفید ہوتے رہتے تھے اگر کسی کتاب کا کوئی مضمون اپنے مدرسے کے استاد سے سمجھ میں نہ آتا تو وہی مضمون دوسرے مدرسے میں کسی دوسرے وقت ہوتا تو طلباء اس مدرسے میں جا کر شریک درس ہو جاتے اور اساتذہ و منتظمین کی طرف سے کسی قسم کی سرزنش یا پابندی نہ ہوتی تھی طلبہ نہایت متقی ہوتے تھے قبلہ رخ بیٹھ کر مطالعہ کرتے اور روزانہ ایک جز قرآن مجید اور دلائل الخیرات کی تلاوت کرتے ، ہمیشہ سر پر پگڑی باندھتے اور پر نور چہرے والے ہوتے یہاں میرے استاد مولانا اسراف اللہ دام اللہ تھے جو نہایت متبحر عالم تھے لوگ علماء کا بہت احترام کرتے تھے اگر کوئی عالم بازار کی جانب نکل جاتا تو لوگ دو کانوں سے اٹھ اٹھ کر مصافحہ وسلام کرتے۔

زندگی میں انقلاب

آپؒ قریب البلوغ ہو چکے تھے لیکن تعلیم کی طرف کوئی خاص دھیان نہ تھا پہلوانی کا بہت شوق تھا اور زیادہ وقت اس کام میں صرف کرتے ایک مرتبہ ساتھیوں کے ساتھ کسی دیہات میں سیر و تفریح کیلئے گئے وہاں ایک مدرسے میں گئے جہاں ایک استاد طلبہ کو فارسی کا سبق پڑھا رہے تھے انہوں نے آپؒ سے پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو؟ آپؒ نے کافیہ کا نام لیا تو اس مولوی صاحب نے کہا کہ پھر اس فارسی کتاب کی عبارت پڑھو! تم یقیناً یہ پڑھ چکے ہو اور والد گرامیؒ واقعۃً وہ کتاب پڑھ چکے تھے آپؒ

نے عبارت پڑھنا شروع کی اس میں بہت غلطیاں کیں اس پر اس استاد نے بہت شرمندہ کیا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ مجھے اس قدر احساسِ ندامت اور شرمندگی ہوئی کہ کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا اس احساس ندامت نے اتنا زور پکڑا کہ اپنے آپ کو ختم کرنے کے ارادے سے شام کو ایک اونچے پہاڑ پر چڑھے جب چوٹی پر پہنچے تو وہاں شدید سردی تھی اس ٹھنڈ نے اس ارادے کو ٹھنڈا کر دیا وہاں قریب میں ایک کسان کی جھونپڑی تھی اس میں پناہ لی رات گزاری اور صبح ایک نئے عزم کے ساتھ ختن شہر واپس ہوئے۔

فارسی پر محنت

واپس آکر دوبارہ فارسی پڑھنا شروع کی ،کھیل کود بالائے طاق رکھ کر تعلیم کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور فارسی پر اتنی محنت کی کہ چھ ماہ میں فارسی پر مہارت حاصل کر لی اور اس دوران تقریباً سو(۱۰۰) اساتذہ سے استفادہ کیا جن میں بعض خواتین بھی تھیں۔

مثنوی شریف سے استفادہ

ختن میں ایک صاحب دل شیخ مثنوی شریف مولانا رومیؒ کا درس دیا کرتے تھے ان سے استفادہ کرنے کیلئے علماء اور صلحاء دور دراز سے سفر کر کے آیا کرتے اور مثنوی شریف کے اسباق پڑھتے تھے ان کے قیام وطعام کا انتظام مختلف مدارس میں کیا جاتا انھیں علماء میں سے دو عالموں کے قیام کا انتظام آپؒ کے کمرے میں کیا گیا ایک دن وہ دونوں عالم مثنوی کے سبق کی تکرار کر رہے تھے اور کسی لفظ کے معنی پر اختلاف ہو رہا تھا آپؒ بھی کمرے میں موجود تھے آپؒ نے اس لفظ کی لغوی تحقیق کر کے اس کا معنی بتلایا تو وہ بہت حیران ہوئے اور کہا کہ تم فارسی میں بہت ماہر معلوم ہوتے ہو لہٰذا تم ہمارے ساتھ فجر کے بعد درس مثنوی پڑھا کرو اس سے ہمیں تکرار میں فائدہ ہو گا لیکن

ان شیخ کے ہاں چھوٹے طلباء کو شرکت کی اجازت نہیں ہوتی تھی ان علماء نے کہا کہ ہم کوشش کریں گے کہ اجازت مل جائے چنانچہ اگلے روز وہ آپؒ کو ساتھ لیکر درس مثنوی میں شریک ہوئے ان شیخ نے دیکھ کر کہا کہ اس بچے کو کیوں لائے ہو تو انہوں نے کہا کہ یہ فارسی میں بہت ماہر ہے اس کے شریک درس ہونے سے ہمیں بہت فائدہ ہوگا شیخ نے امتحان لیا تو مطمئن ہو گئے اور شریک درس ہونے کی خصوصی اجازت دیدی اسطرح اللہ تعالیٰ نے علم پر محنت کا ثمرہ عطا فرمایا کہ مولائے روم مولانا جلال الدین رومیؒ کے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی شریف جو عشق الٰہی کی آتش سے بھری ہے ایک شیخ سے عنفوان شباب میں پڑھنے کی توفیق دی اور ابتدائی عمر میں عشق الٰہی کا بیج بودیا گیا اور نسبتِ مع اللہ کی چاشنی چکھ لی۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

حضرت مولانا ثبوت اللہ دام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

جیسا کہ پہلے گزرا کہ ختن کے مدارس کا نظم ونسق علماء کی جماعت چلاتی تھی کسی عالم کی تقرری بھی وہی جماعت کرتی تھی اس زمانے میں بلاد ترکستان میں منطق، فلسفہ، اور فقہ کا غلبہ تھا تفسیر وحدیث پر جیسی توجہ ہونی چاہیے تھی ویسی نہ تھی اگرچہ بڑے بڑے قدیم محدث ومفسر انھیں علاقوں سے تعلق رکھتے تھے کاشغر کے ایک نوجوان مولانا ثبوت اللہؒ تھے انہیں مولانا مثلث بھی کہا جاتا تھا کیونکہ منطق کا ایک قاعدہ کہ (مثلث کے دو زاویے قائمتین کے برابر ہوتے ہیں) انہیں سمجھ نہ آیا اسے سمجھنے کے لیے مختلف شہروں کا سفر کیا یہاں تک کہ بخارا پہنچے وہاں علماء نے مطمئن کیا اسکی وجہ سے انکی شہرت مولانا مثلث سے ہوگئی وہ ہندوستان حصول علم کیلئے تشریف لے گئے اور دارالعلوم دیوبند میں خاتم المحدثین حافظ الحدیث حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری صاحبؒ سے کسب علم کیا اور تکمیل کے بعد ختن آئے اور اپنی تقرری کیلئے علماء کی کمیٹی کو

عریضہ پیش کیا مولانا پر اپنے اساتذہ کی طرح حدیث وتفسیر کا غلبہ تھا اس لیے کمیٹی آپ کو کسی مرکزی مدرسے میں جگہ دینے سے گریزاں ہوئی اور شہر سے باہر قبرستان میں واقع ایک چھوٹے سے مدرسے میں تقرری کر دی جہاں صرف چند طلبہ پڑھتے تھے اگرچہ ختن کے مدارس کے ماحول کے مطابق کسی ایک مدرسہ کے طالب علم کو دوسرے مدرسہ میں تحصیل علم کیلئے جانے پر کوئی قدغن نہ تھی لیکن حضرت مولانا ثبوت اللہؒ سے شہر کے علماء کو مناسبت نہ تھی اس لیے ان کے پاس اپنے طلبہ کے جانے کو پسند نہ کرتے تھے کبھی صراحتًہ اور کبھی اشارتاً اس سے منع کرتے تھے یہ قبرستان کا مدرسہ والد گرامیؒ کے گھر کے راستے پر پڑتا تھا ایک مرتبہ قبرستان سے گزرتے ہوئے اس مدرسہ میں گئے دیکھا کہ ایک استاد دو طلبہ کو منطق کی کتاب قطبی کا متن شمسیہ پڑھا رہے ہیں اور لازم بین اور غیر بین کی بحث چل رہی تھی والد گرامیؒ بھی اس زمانے میں قطبی کا متن شمسیہ پڑھتے تھے اور والد گرامیؒ کو یہ متن زبانی یاد تھا آپؒ بھی شریک درس ہو گئے ۔مولاناؒ جس تحقیق کیساتھ سبق پڑھا رہے تھے آپؒ حیران رہ گئے انھوں نے ایسی تحقیقات اپنے اساتذہ سے نہ سنی تھیں یہ آپؒ کی حضرت مولانا ثبوت اللہؒ سے پہلی ملاقات تھی آپؒ اگلے دن پھر شریک درس ہوئے اس دن مولانا نے آپؒ سے کل کا سبق پوچھا آپؒ نے اچھی طرح سنا دیا مولانا بہت خوش ہوئے اور والد گرامیؒ نے مستقل استفادہ کا ارادہ فرمایا اسطرح آپؒ خارجی وقت میں مولانا کے علوم و معارف سے مستفید ہوتے رہے اور استاد کے دل میں بہت جلد جگہ بنالی اور اپنے استاد کی توجہ تام حاصل کر لی۔

حضرت مولانا ثبوت اللہؒ علوم عقلیہ اور نقلیہ پر کامل دسترس رکھتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ شغل باطنی بھی تھا اور ذکر وفکر کا بھی اہتمام رکھتے تھے استاد کامل کے ساتھ شیخ کامل بھی تھے دارالعلوم دیوبند کی جامع ظاہر و باطن شخصیات سے استفادہ

فرمایا تھا اور خاص طور پر خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے بہت متاثر تھے اور اکثر درس میں حضرت شاہ صاحبؒ کا تذکرہ بڑے والہانہ انداز میں فرماتے اور ان کے علوم ومعارف کو بڑی محبت اور جوش سے بیان فرماتے اس وجہ سے آپؒ کو بھی شاہ صاحبؒ سے غائبانہ بے پناہ عقیدت اور محبت ہوگئی اور مولانا نے متعدد بار یہ نصیحت فرمائی کہ اگر میں تمہارے تکمیل علم سے پہلے دنیا سے چلا جاؤں تو ہندوستان جا کر استاذ محترم سید محمد انور شاہ کشمیریؒ سے استفادہ کرنا۔

استاد کے شغف علم سے متعلق طالبعلمی کا واقعہ

مولانا ثبوت اللہ رحمۃ اللہ علیہ علم کے عاشق تھے اور علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا اسکا اندازہ مولانا کی طالبعلمی کے اس واقعے سے ہوسکتا ہے مولاناؒ چونکہ غیر ملکی طالبعلم تھے اس لیے دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ نے آپ کو مدرسے کے مرکزی دروازے کے اوپر الگ تھلگ بنا ہوا کمرہ دیا ہوا تھا جس میں مولانا اکیلے رہتے تھے۔

اس سال مولانا مطول پڑھ رہے تھے ایک دن سبق پڑھ کر مغرب کے وقت اپنے کمرے میں آئے اور چراغ روشن کر کے مطول کا مطالعہ شروع کر دیا اور مطالعہ میں اس قدر انہماک اور استغراق ہوا کہ ساری رات اور اگلا دن نصف سے زائد گزر گیا لیکن مولانا کو احساس نہ ہوا اور مطالعہ میں منہمک رہے شرکاء درس نے جب مولانا کو اگلے دن سبق میں حاضر نہ پایا تو خیال کیا کہ بیمار نہ ہوں اس لیے ان کا حال احوال معلوم کرنے کیلئے چند ساتھی ان کے کمرے میں گئے دیکھا کہ مولانا مطالعہ میں مشغول ہیں انہوں نے استفسار کیا کہ آپ آج پڑھنے نہیں آئے تو مولانا نے کہا کہ ابھی تو آپ کے ساتھ سبق پڑھ کر آیا ہوں ساتھیوں نے کہا کہ آپ آج نہیں آئے لیکن مولانا کا اصرار تھا کہ میں آج تمھارے ساتھ تھا آخر ایک ساتھی نے پوچھا کہ اچھا بتلائیں کون سا سبق پڑھا ہے؟ مولانا نے جب بتلایا تو ساتھیوں نے کہا یہ تو کل کا سبق ہے

تب مولانا کو یقین ہوا اور دوسرا ایک اور چیز نے بھی احساس دلایا کہ مولانا جس کہنی کی ٹیک تپائی پر لگا کر بیٹھے تھے وہ منجمد ہوگئی اور بازو مڑا کا مڑا رہ گیا اور دو ماہ کی مالش اور علاج کے بعد حرکت کے قابل ہوا۔

والد گرامیؒ کا پہلا عقد

والد گرامیؒ کی بلوغت کے کچھ عرصے بعد آپؒ کے ماموں حاجی سعید احمدؒ نے اپنی بیٹی سے آپؒ کا پہلا عقد نکاح کرا دیا اس اہلیہ سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور چند سال بعد وہ دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔

دوسرا عقد

پھر آپؒ کے استاد محترم مولانا ثبوت اللہؒ نے آپؒ کا دوسرا عقد اپنی بیٹی سے کر دیا اور اس طرح شاگرد سے فرزند نسبتی بنا لیا۔

ملک میں انقلاب اور مولانا ثبوت اللہؒ کی شہادت

والد گرامیؒ نے ابھی مولانا سے ہدایہ اولین تک تعلیم حاصل کی تھی کہ ملک میں افراتفری اور کیمونسٹ انقلاب کی سرخ آندھی چلنے لگی اور قتل و غارت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا مولانا ثبوت اللہؒ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی تربیت اور مجاہدانہ ذوق کی وجہ سے علمی و روحانی شغف کے ساتھ ساتھ جذبہ جہاد سے سرشار تھے ملک میں کفر کی بازگشت نے انہیں بے چین کر دیا بالآخر مدرسہ کی چار دیواری سے نکل کر میدان جہاد میں کود پڑے سر پہ کفن باندھ کر علم جہاد بلند کیا علماء وصلحا نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کی اطاعت قبول کرتے ہوئے جہاد شروع کر دیا علماء کی یہ جماعت اگرچہ اسباب سے خالی تھی لیکن جذبہ شہادت سے مخمور تھی۔

مولانا نے والد گرامیؒ کو گھر کا ذمہ دار بنا کر ایک بار پھر نصیحت فرمائی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو تکمیل علم کے لئے ہندوستان چلے جانا والد گرامیؒ استاذ محترم کی دی

ہوئی ذمہ داری کو بڑے احسن طریقے پر نبھاتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ قرب وجوار میں اگر کفار حملہ آور ہوتے تو جہاد میں بھی شریک ہو جاتے کچھ عرصے بعد استاد محترم کی شہادت کی جانکاہ اور غمناک خبر پہنچی تو پورے علاقے میں کہرام مچ گیا آپؒ پر اپنے پیارے استاد و مربی اور شفیق سسر کی مفارقت کا صدمہ بہت بھاری ہوا اور آپؒ کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؂

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ میرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کیلئے
بے خودی چاہیے بندگی کیلئے

سفرِ ہند

والد گرامیؒ جب استاد شہیدؒ کے صدمے سے جانبر ہوئے تو ان کی سفر ہند کے سلسلے میں وصیت ستانے لگی اور ہر وقت یہی خیال دل و جان پر مستولی اور غالب رہا بس عزم مصمم کر لیا ادھر چند ساتھیوں کا جو دارالعلوم دیوبند (ہندوستان) چلے گئے تھے ان کا بہت پر جوش خط آیا اور ہندوستان آنے کی دعوت دی اور گھر والوں کو اسکی اطلاع کر دی اور رخت سفر اکھٹا کرنے لگے والد گرامیؒ کو اپنی اہلیہ سے جو کہ استاد محترم کی بیٹی تھیں بہت زیادہ قلبی تعلق تھا اور یہ سفرِ علم میں بڑی آڑ اور رکاوٹ معلوم ہوتا تھا اگرچہ اہلیہ نے بخوشی اجازت دیدی تھی لیکن طبعی معاملہ غیر اختیاری تھا چنانچہ اس شدت محبت کو کم کرنے کے لیے دو ماہ تک دور رہنے کی مشق کرتے رہے اور جب اعتدال محسوس ہوا تو سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور اہلیہ سے فرمایا کہ اگر پانچ سال تک واپس آجاؤں تو بہتر ورنہ آپ آزاد ہیں لیکن خدا کی اس بندی کو بھی اس درویش کی جدائی اس قدر محسوس ہوئی کہ چار سال کے اندر ہی اس دارِفانی سے کوچ کر گئیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

والد گرامیؒ کے ساتھ ان کے ایک برادر نسبتی اور چند دیگر نوجوان بھی شریک سفر ہوئے اور اس طرح یہ مختصر سا طالبعلموں کا قافلہ خچروں پر اپنا اسباب لادے ہندوستان روانہ ہوا یہ سفر بڑا دشوار گزار اور جان لیوا تھا ایک طرف بلند و بالا برف پوش پہاڑ اور دوسری طرف پر خطر اور گہری وادیاں تھیں مستان خدا کے اس قافلے نے دنیا کی بلند ترین چوٹی کوہ ہمالیہ K-2 کو جو کہ برف سے ڈھکی تھی (تقریباً دو ماہ میں) پیدل طے کیا اور اس دوران ایسے راستے بھی آئے کہ جس سے صرف ایک شخص وہ بھی پہاڑ کی طرف منہ کر کے گزر سکتا تھا یہاں کئی جانور وادی میں گر کر ہلاک ہو گئے کسی کسی جگہ دریاؤں پر جمی ہوئی برف پر سفر کیا ایک ساتھی ڈنڈے سے برف کی سختی کا اندازہ کرتا جاتا اور باقی قافلہ اسکے پیچھے پیچھے سفر کرتا جو تھوڑا رخت سفر ساتھ لیا تھا اس میں سے اکثر ضائع ہو گیا لیکن یہ ساری مشکلات ان کے عزم و ہمت کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکیں اور اس طرح چند ماہ کے مشکل ترین سفر کے بعد یہ قافلہ نہایت خستہ حالت میں سرزمین ہند پر براستہ کشمیر وارد ہوا اور یہ لوگ ہندوستان رمضان المبارک کے آخر میں پہنچے۔

ہندوستان میں

ہندوستان آنے کے بعد یہ قافلہ بمبئی پہنچا جہاں ختن کے چند تاجر تھے ان تاجروں نے انکو ہاتھوں ہاتھ لیا اور نہایت محبت و اکرام کے ساتھ پیش آئے اور انکی بہت خدمت کی ۔ یہاں پہلی مرتبہ فینٹن کار (Fenten Car) اور ریل گاڑی دیکھی ان سواریوں کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے کیونکہ اپنے وطن میں تو گھوڑوں اور خچروں کی سواریاں استعمال ہوتی تھیں جب سفر کی تکان کچھ دور ہوئی تو ان تاجروں نے طلباء کی اس جماعت کو دیوبند روانہ کر دیا۔

دارالعلوم دیوبند میں

ایک طویل اور دشوار ترین مراحل سے گزر کر یہ مختصر سی عاشقان علم الٰہی کی جماعت ازھرالہند، سرکار دوعالم ﷺ کی بشارت، آزادی ہند کے سرفروشان قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فقیہ الہند قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی قائم کردہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے پرنور احاطے میں داخل ہوئی تو انہیں اپنی منزل سامنے دیکھ کر یقین نہیں آ رہا تھا اور زبان حال سے کہہ رہے تھے ؎

میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

ان کے دلوں پر اسوقت کیا کیفیت طاری ہوگی وہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں والدگرامیؒ کی نگاہیں دارالعلوم دیوبند پہنچ کر سب سے پہلے جس شخصیت کی تلاش میں تھیں وہ خاتم المحدثین حضرت مولانا سید محمد انورشاہ کشمیریؒ تھے جن کا ذکر کئی سال سے مسلسل آپؒ اپنے استاد محترم سے سنتے آئے تھے اور جن کے علوم ومعارف سے بہت زیادہ متاثر تھے ماحول سے کچھ مانوس ہونے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت و دیدار کیلئے قدیم طلباء سے استفسار کیا تو وہ حیرت سے آپؒ کا منہ دیکھنے لگے۔ آپؒ بھی سوال کر کے پریشان ہوگئے اور یہ بات بجلی بن کر گری کہ حضرت شاہ صاحبؒ تو دو سال قبل رحلت فرما گئے ہیں۔ انالله وانا اليه راجعون .

والدگرامیؒ کو دنیا اندھیر معلوم ہونے لگی، سارے خواب چکنا چور ہو گئے جذبات یکدم سرد پڑ گئے منزل گم ہوتی معلوم ہوئی ایک دفعہ تو اس ارادے نے زور پکڑ لیا کہ واپس چلے جائیں لیکن پھر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ، ساتھیوں اور ترکستان کے قدیم طلباء کے سمجھانے سے رک گئے اور تکمیل علم کا ارادہ کرلیا۔

دارالعلوم میں داخلہ

اب سب سے اہم مرحلہ دارالعلوم دیوبند میں داخلے کا تھا دارالعلوم کے داخلے کا امتحان بڑا سخت ہوتا تھا طلبہ کی اکثریت اس امتحان میں رہ جاتی تھی طلبہ کی پہلی کوشش دارالعلوم میں داخلے کی ہوتی تھی رہ جانے کی صورت میں دیگر مدارس کی طرف رخ کرتے تھے والدگرامیؒ کیلئے بڑا مسئلہ زبان کا تھا اردو سے ویسے بھی نابلد تھے فارسی بولنے کی مشق نہ تھی صرف ترکی زبان بول سکتے تھے اس لیے قدیم طلبہ نے مشورہ دیا کہ پہلے ہی سے کسی دوسرے مدرسے میں داخلہ لے لیں جب ایک دو سال میں اردو آجائے تو دارالعلوم میں داخلے کی کوشش کریں ورنہ آپ کے لئے پہلی دفعہ داخلے کے امتحان میں کامیابی ناممکن ہے اگرچہ یہ مشورے حوصلے پست کرنے والے تھے لیکن آپؒ اپنے ارادے پر ڈٹے رہے اور فرمایا کہ اگر دارالعلوم میں داخلہ نہ ملا تو واپس چلا جاؤں گا اگر استاذ الاستاد حضرت شاہ صاحبؒ سے علم حاصل نہ کرسکا تو کم از کم اس مادرِعلمی میں رہ کر فیض حاصل کروں جہاں استادمحترم نے کسب فیض کیا تھا چنانچہ داخلے کی درخواست دے دی اور ہدایہ اولین کے امتحان میں شرکت کا نام آگیا۔

داخلے کا امتحان

جملہ طلباء کے امتحانات کا نظم دارالعلوم کے نوٹس بورڈ پر آویزاں کردیا گیا ہدایہ اولین کا امتحان شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی خانؒ کے پاس آیا مولانا کی شخصیت بہت بارعب تھی طلبہ پر مولانا کا بڑا رعب اور ہیبت تھی حضرت مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ بڑا سخت امتحان لیتے تھے ان کے ہاتھوں پاس ہونا بڑا مشکل کام تھا کل نمبر پچاس تھے جن میں پاس ہونے کیلئے بیس نمبر ضروری تھے۔

ایک تو دارالعلوم دیوبند کا امتحان ہی بڑا سخت اور معیاری ہوتا تھا پھر مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ اس سختی میں بھی منفرد تھے ادھر اس نوجوان طالبعلم کو زبان کا

مسئلہ تھا بظاہر یہ سارے اسباب ناکامی کے جمع ہو گئے تھے لیکن ان عشاق علم دین پر بڑی عنایات ربانی ہوتی ہیں قدم بقدم اللہ تعالیٰ ان کا ایسے خیال فرماتے ہیں جیسے کہ ماں باپ بچے کا خیال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس پیار کی لذت وہی جان سکتا ہے جس نے علم دین کی خاطر صحرانوردی کی ہو۔

امتحان اور اس درویش کی کرامت

جس صبح کو امتحان ہونا تھا اس رات عشاء کے بعد سے ہی والد گرامیؒ دارالعلوم کی مسجد میں رب کائنات کے حضور گریہ وبکا اور آہ وزاری میں مشغول ہو گئے سردی بڑی سخت تھی ایک لوٹا پانی لے کر اسے گود میں رکھ کر ٹانگوں میں دبالیا اور خدا کے حضور سراپا التجاء بن گئے نصف رات کے بعد وضو کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس لوٹے سے جس کا پانی جسم کی حرارت سے نیم گرم ہو چکا تھا وضو تازہ کیا تہجد اور تلاوت، ذکر واذکار اور دعاؤں میں تاسحر مشغول رہے دل نہایت مطمئن تھا اور اندر سے کامیابی کی صدا آرہی تھی آخر امتحان کا وقت آپہنچا پکارنے والے نے پکارا کہ نیاز محمد ختنیؒ امتحان کیلئے آئے آپؒ جب مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ کے کمرے کی طرف بڑھے اور اندر داخل ہوئے تو مولانا کا رعب اور ہیبت بالکل محسوس نہ ہوئی اور یوں معلوم ہوا جیسے مولانا درس کے ساتھی ہوں مولانا نے ہدایہ میں سے کسی جگہ سے استفسار کیا سفر کی صعوبتوں اور مستقبل کے اندیشوں اور کئی ماہ سے کتابوں سے دوری کی وجہ سے کچھ مستحضر نہ تھا جب سوچتے ہوئے سامنے دیوار پر نظر ڈالی تو ہدایہ کی عبارت دیوار پر منقوش نظر آئی عبارت پڑھ کر سنادی مولانا جہاں سے پوچھتے وہ عبارت دیوار پر مرتسم ہو جاتی اور یہ درویش پڑھ کر سنا دیتا ایک جگہ لفظ پڑھنے میں غلطی کی تو مولانا نے فرمایا یہ لفظ غلط پڑھا ہے تو صرف مولانا کے فرمان پر اکتفاء نہ کیا بلکہ خود صرفی گردان پڑھ کر دیکھی پھر تسلیم کیا کہ غلطی ہوئی ہے مولانا اس ادا پر بہت خوش ہوئے امتحان ختم ہوا اور

آپؒ اپنی رہائش پر لوٹ آئے اگلے دن نوٹس بورڈ پر ایک بڑے کاغذ پر موٹے موٹے حروف میں لکھا تھا مولوی نیاز محمد ختنیؒ 50/50 نمبر اور نیچے مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ کے دستخط تھے طلبہ میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ ایک طالبعلم نے داخلہ کے امتحان میں مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ سے پچاس میں سے پچاس نمبر حاصل کئے ہیں طلبہ حیران رہ گئے اور ہفتہ بھر آپؒ کو دیکھنے آتے رہے۔ مولانا رومی نے سچ کہا ہے ؎

می دہد یزداں مرادِ متقیں

اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کی مراد کو پورا فرماتے ہیں۔

احاطہ دار العلوم میں

والد گرامیؒ کا دار العلوم دیوبند میں داخلہ ۱۱ شوال ۱۳۵۴ھ بمطابق تقریباً ۱۹۳۴ء میں ہوا اور دورہ حدیث اور مختلف فنون میں تخصص کے بعد سن فراغت ۱۳۶۲ھ تقریباً ۱۹۴۲ء ہے جبکہ سند کا اجراء ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ بمطابق تقریباً ۱۹۴۶ء ہے پھر دو سال تک مختلف علوم میں تکمیل اور تخصص کیا اور طب بھی پڑھی اسطرح دار العلوم دیوبند میں تعلیمی قیام کی مدت تقریباً ۱۰ سال ہے۔

دار العلوم دیوبند کے ریکارڈ کیمطابق آپؒ مدرسہ خانلیق ختن (چین) سے ھدایہ اولین، مختصر المعانی، نور الانوار اور قطبی تک کتابیں پڑھ کر آئے تھے۔

اردو زبان سے عدمِ مناسبت

مختصر المعانی پڑھنے کے زمانے میں غرابت کلمہ کی بحث میں ایک مثال پڑھی تھی تکأ کأ تم (جمع ہونا) افرنقعو ا (منتشر ہونا) اس کا پس منظر یہ ہے کہ علامہ تفتازانیؒ نے غیر فصیح کلمات کی مثال میں یہ دو لفظ پیش کیے ہیں جن میں غرابت ہے اور یہ غیر مانوس الاستعمال ہیں یہ کلمات عیسیٰ بن عمر نحوی کے ہیں جو گدھے سے گر گیا تھا

لوگ اس پر جمع ہو گئے تو اس نے کہا (مالکم تکأ کأتم علیّ کتکأ کئکم علی ذی جنة افر نقعو ا عنی) تمہیں کیا ہوا کہ مجھ پر ایسے جمع ہو جیسے آسیب زدہ پر جمع ہو مجھ سے دور ہو جاؤ تو یہ سن کر لوگ کہنے لگے (فان الشیطانة یتکلم بالهندیة) اس کا شیطان ہندی زبان میں بول رہا ہے۔ والد گرامیؒ اس مثال سے یہ سمجھے کہ اردو زبان ہی ہندی زبان ہے اور یہ غیر فصیح زبان ہے لہٰذا دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران عربی اور فارسی پر ہی محنت فرمائی یا اپنے ہم زبان طلبہ سے ترکی زبان بول لیتے تھے اردو لکھنے اور بولنے کی طرف خاص توجہ نہیں دی اور اردو کی یہ کمزوری آخر تک محسوس ہوتی رہی۔

ہجرت کی نیت

والد گرامیؒ کے وطن سے آنے کے وقت ہی اسلام اور کفر کی جنگ شروع ہو چکی تھی دارالعلوم آنے کے دو سال بعد وطن پر کفر کا تسلط ہو گیا علماء وصلحاء کو تہہ تیغ کر دیا گیا، مدارس مسمار اور مساجد سیل کر دی گئیں جہاد میں شرکت کرنے والوں کے خاندان اور گھر بار اجاڑ دیئے گئے اکثر خاندانوں کے مرد پس زنداں یا قتل کر دیئے گئے تمام جائدادیں وغیرہ بحق سرکار ضبط کر لی گئیں مسلمانوں اور خاص طور پر اہل دین کیلئے زمین تنگ کر دی گئی مسلمانوں کی اکثریت دوسرے قریبی ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئی والد گرامیؒ کے خاندان کی بڑی تعداد تو طاعون سے شہید ہو گئی جو باقی بچے وہ کیمونسٹ انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئے خاندان کے سربراہ آپؒ کے چچا کاشغر جیل میں قید کر دیئے گئے جو بعد میں تیس سال جیل میں رہ کر جیل میں ہی وفات پا گئے خاندان میں صرف عورتیں اور بچے رہ گئے جنہیں قوت لایموت کافر حکومت کی طرف سے مہیا کیا جاتا رہا والد گرامیؒ کے سامنے جب یہ تفصیلی حالات آئے تو مستقل ہجرت کی نیت فرمالی ہجرت کی نیت کے بعد پھر تحتانی درجات سے پڑھنا شروع کیا تاکہ

ہجرت کے بعد تحصیل علم کا اجر وثواب ملے اور زیادہ فضیلت حاصل ہو۔

خلفتم (استاد کا نائب) کا خطاب

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مقامات الحریری کا امتحان لیا بعض طلبہ نے اچھا نہیں سنایا جس پر حضرت مفتی صاحبؒ کو بہت غصہ آیا طبیعت پر طیش وغصہ اور ناگواری کے اثرات تھے۔ والد گرامی کے امتحان کی باری آئی آپؒ کو مقامات الحریری کے پندرہ مقالے زبانی یاد تھے عربی عبارت فرفر پڑھ دی حضرت نے تــابـط هـراوته (اس نے اپنا ڈنڈا بغل میں دبایا) کی ترکیب صرفی ونحوی اور معنی دریافت کیا آپؒ نے صرفی ونحوی ترکیب کردی لیکن تـابط (بغل میں دبانے) کی اردو نہ آتی تھی قریب میں حضرت مفتی شفیع صاحبؒ کا ڈنڈا رکھا تھا آپ نے وہ اٹھا کر بغل میں دبا کر عملاً معنی بتلایا اس پر حضرت بہت ہنسے اور سارا غصہ کافور ہو گیا اور فرمایا کہ تم سمجھتے ہو لہٰذا اپنے قریب بٹھلایا اور اپنے ہم زبان ترکستانی طلبہ کا امتحان لینے کا فرمایا اس دن سے خلفتم (استاد کا نائب در لسان ترکی) کا خطاب مل گیا اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی نظر عنائت بھی بڑھ گئی۔

چھتہ مسجد میں امامت

والدگرامیؒ پر تین اساتذہ کی خصوصی عنایات رہیں

(۱) سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ ثم المدنی جنہوں نے پوری زندگی کیلئے راہ عمل متعین فرمادی تھی۔

(۲) شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ جنہوں نے آپ کو متبنیٰ بنایا ہوا تھا اور تاحیات شفقت پدری سے نوازتے رہے۔

(۳) مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ جن سے تعلق شاگردی کے ساتھ ساتھ تعلق ارادت قائم ہوا اور پوری زندگی حضرت کے فیوض و برکات سے

مستفید ہوتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے والد گرامی حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ دیو بند میں چھتہ مسجد کے پاس رہتے تھے یہ مسجد اکابر علماء دیو بند کی نسبت سے تاریخی شہرت اور حیثیت کی حامل ہے۔حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ تاحیات اس مسجد میں امامت کرواتے رہے حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ بڑے عابد و زاہد اور ذاکر و شاغل اور عامل و کامل تھے اور دارالعلوم دیو بند کے قدیم اساتذہ میں سے تھے صاحب نسبت اور ولی شخص تھے پوری زندگی ذکر و شغل کے ساتھ ساتھ مبتدی طلباء کو تعلیم و تربیت دیتے رہے حضرت مولانا کا زیادہ قیام چھتہ مسجد کے ملحقہ حجرے میں رہتا تھا وہیں ذکر و فکر کرتے اور اپنے مولیٰ سے لو لگائے رہتے تھے حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت مفتی شفیع صاحبؒ گاہے گاہے نماز پڑھا دیتے تھے لیکن کثرت مصروفیت کی وجہ سے مستقل امامت بہت مشکل تھی لہٰذا کسی طالب علم کو نماز پڑھانے کیلئے مقرر کر دیا جاتا تھا حضرت مفتی صاحبؒ کی نظر عنایت جب ختن کے درویش پر پڑی تو انہیں چھتہ مسجد کی امامت سونپ دی گئی کئی سالوں تک آپؒ اس مسجد میں امامت کرواتے رہے حضرت مفتی صاحبؒ اور دیگر اکابر آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔

حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ کا حجرہ

حضرت مولانا یٰسین صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت کا حجرہ بند کر دیا گیا اور اس پر تالا لگا دیا گیا جو بھی طالب علم امام مقرر ہوتا وہ دارالعلوم سے آتا امامت کروا کر واپس چلا جاتا والد گرامیؒ کو جب امام بنایا گیا تو ان کے ساتھ بھی یہی صورت حال برقرار رہی ایک دن آپؒ نے اپنے ہم سبق ساتھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے خادم خاص مولانا نور محمد صاحبؒ برماوی جو بعد میں مفتی اعظم کے داماد

بھی بنے سے کہا کہ اگر مولانا یٰسین صاحبؒ والا حجرہ مجھے مل جائے تو میں یہیں قیام کر لیا کروں گا ہر نماز میں دارالعلوم سے آنے جانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے مولانا نور محمد صاحبؒ نے کہا کہ میں مفتی صاحبؒ سے پوچھوں گا اگلے دن مولانا نور محمد صاحبؒ نے کہا کہ میں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے پوچھا تھا انہوں نے فرمایا کہ ہم نے پہلے بھی یہ حجرہ کسی امام کو نہیں دیا لہٰذا انہیں بھی دینے سے معذرت ہے۔اس پر والد گرامیؒ نے ازراہ مزاح طالبعلمانہ بحث کرتے ہوئے مولانا نور محمد صاحبؒ سے کہا اور اس کہنے میں صرف مزاح مقصود تھا اور یہ ارادہ نہ تھا کہ مفتی صاحبؒ تک یہ بات پہنچے کہ حضرت استاد صاحب کا دعویٰ باطل ہے اس لیے کہ کوئی چیز کسی کو دینے کیلئے اگر پہلے کسی دوسرے کو دینا ضروری ہو تو منطق کے قاعدے کے مطابق تسلسل یا دور لازم آتا ہے تسلسل اور دور دونوں باطل ہیں لہٰذا استاد صاحب کا دعویٰ باطل ہے مولانا نور محمد صاحبؒ نے یہ بات مفتی شفیع صاحبؒ کو پہنچادی حضرت بہت ہنسے اور حجرہ کھولنے کا حکم فرمادیا آپؒ دارالعلوم سے اس حجرہ میں منتقل ہوگئے وہ حجرہ کیا تھا انوارات وبرکات کا بُقعہ تھا چھ مہینے تک آپؒ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہی اور روح ہر وقت عرش کا طواف کرتے ہوئے معلوم ہوتی چھ مہینے کے بعد یہ کیفیت بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہر دو صاحبزادگان اس وقت بچے تھے حضرت استاد صاحب کبھی کبھی والد گرامیؒ کو ان حضرات کو نماز وغیرہ کی تربیت کی ذمہ داری بھی سونپ دیتے تھے یہ اور دیگر بعض دوسرے بچے مسجد میں غیر اوقات نماز میں بھاگ دوڑ کرتے اور شور کرتے تھے آپؒ انہیں منع کرتے ایک مرتبہ یہ بچے مسجد میں

دوڑ رہے تھے آپؒ انھیں پکڑنے اور تادیب کی غرض سے ان کے پیچھے دوڑے سب تو بھاگ گئے مگر مفتی تقی عثمانی صاحب جو سب بچوں میں چھوٹے تھے بھاگ نہ سکے اور مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ گئے جب آپؒ قریب گئے تو مفتی تقی صاحب نے ستون کے پیچھے سے نکل کر زور سے السلام علیکم کہا ان کی اس ادا پر آپؒ ہنس پڑے اور سارا غصہ جاتا رہا اور محبت کے ساتھ مسجد سے باہر پہنچا دیا اور فرمایا یہ بچہ تیز اور سمجھ دار معلوم ہوتا ہے۔ بعد کے زمانہ نے یہ بات سچ ثابت کر دی ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اور اکثر آپؒ کیلئے مفتی تقی صاحب اپنے گھر سے کھانا لایا کرتے تھے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے صاحبزادے کو پابند کر رکھا تھا کہ جب تک مولوی نیاز محمد ختنیؒ کھانا نہ کھالے آپ وہیں رہنا تاکہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو مہیا کی جاسکے اور برتن فارغ ہو جائیں تو خود لیکر آنا۔

چینی شہریت(Chines Citizenship)

ختن شرقی ترکستان کی خود مختار ریاست تھی یہاں اسلامی نظام رائج تھا۔ ۱۹۳۰ء کے قریب کمیونسٹ کے سرخ انقلاب کی آندھیاں ختن و قاشغر سے لے کر بخارا و ثمر قند تک چلنے لگیں اس انقلاب کی آڑ میں کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے والد صاحبؒ ابھی وطن میں تھے کہ سرخ انقلاب ختن کے دروازے تک آ پہنچا اور اس کے خلاف دین دار مسلمان سر بکف ہو کر علم جہاد بلند کر چکے تھے حضرت والد صاحبؒ بھی کچھ عرصہ اس میں شریک رہے پھر اپنے استاد مولانا ثبوت اللہؒ دام اللہ مرحوم کی وصیت کے مطابق ہندوستان دارالعلوم دیوبند میں آگئے جب کمیونسٹوں کا قبضہ ختن پر مستحکم ہو گیا اور ختن مکمل طور پر چینی حکومت کے تسلط میں آ گیا تو جہاں جہاں ختن کے لوگ تھے چینی حکومت نے اپنے

شہری کی حیثیت سے انکا اندراج کر کے چینی شہریت کا شناخت نامہ جاری کیا چنانچہ بمبئ میں چینی سفارت خانے نے اپنا ایک وفد دارالعلوم دیوبند بھیجا جہاں ختن کے طلباء کا اندراج کر کے شناخت نامہ دیا گیا حضرت والد صاحبؒ کو بھی چینی شہریت کا کارڈ ۳۱ جولائی ۱۹۴۰ء کو جاری کیا گیا لیکن آپؒ اپنے ملک کے حالات معلوم کر چکے تھے کہ وہاں آزادی کے ساتھ دین اسلام پر چلنا ناممکن ہے تو مستقل ہجرت فرمالی اپنی آل اولاد کو بھی وصیت فرمائی کہ وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔

والد صاحبؒ کا خواب اور استادزادے کی شہادت

والد صاحبؒ نے دارالعلوم کے قیام کے دوران خواب دیکھا کہ ان کے استاد زادے جوان کے برادر نسبتی بھی تھے سیب کھا رہے ہیں تھوڑا سا سیب کھا کر باقی آپؒ کو دے دیا معبرین نے آپؒ کی درازی عمر اور استادزادے کی کوتاہ عمری کی تعبیر دی۔ چنانچہ گرمیوں کا موسم تھا چند دنوں کے بعد ساتھیوں کا جمعہ کی چھٹی کے دن گنگا جمنا پر تفریح کیلئے جانے کا پروگرام بنا، گنگا جمنا میں ان دنوں سیلابی کیفیت تھی آپؒ کے علاوہ باقی ساتھی اچھی طرح تیرنا جانتے تھے نوجوانوں میں مسابقت کا جذبہ تو ہوتا ہی ہے تو انہوں نے دریا پار کرنے کی ٹھانی اور آپؒ کو بھی مجبور کیا آپؒ نے ایک مرتبہ تو ارادہ کیا لیکن پھر طغیانی دیکھ کر ہمت نہ ہوئی استاد زادے سمیت باقی ساتھی تیراکی میں مسابقت کرنے لگے وسط دریا میں جا کر استادزادے ڈوب گئے اور شہید ہو گئے اس طرح خواب کہ تعبیر پوری ہوئی اور آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی۔

تعلیمی انہماک

آپؒ کو اسقدر تعلیمی انہماک تھا کہ ساتھ پڑھنے والے زیادہ تر ساتھیوں کو نہیں پہچانتے تھے درسگاہ میں اور درسگاہ سے باہر کتاب کیساتھ مشغول رہتے تھے پاکستان میں بعض اکابرین جیسے شمس العلماء حضرت مولانا صفدر خان صاحب دامت

برکاتہم ، استاذ العلماء مولانا صوفی عبدالحمید سواتی دامت برکاتہم ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ، استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحبؒ ان حضرات نے بتلایا کہ حضرت ختنیؒ ہمارے ساتھی ہیں اور آپؒ چند ساتھیوں کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتے تھے۔

دارالعلوم میں قیام کے دوران ایک کمرہ میں چار ساتھی رہتے تھے چاروں ملکر چراغ کا تیل خریدتے تھے اور اصول یہ طے ہوتا تھا کہ جب تک دو ساتھی بیدار رہیں تو چراغ جلایا جائے اگر ایک ساتھی بیدار ہو تو چراغ نہ جلایا جائے باقی تینوں ساتھی تو جلد سو جاتے تھے اور آپؒ کو بڑی پریشانی ہوتی تھی آپؒ کی علمی پیاس بجھتی نہ تھی لیکن چراغ بجھانا پڑتا تھا اتنے پیسے نہ ہوتے تھے کہ الگ چراغ کا انتظام کر سکیں آپؒ چاندنی راتوں کا بڑی شدت سے انتظار فرمایا کرتے ان چاندنی راتوں میں دارالتفسیر کی چھت پر چڑھ کر چاند کی روشنی میں ساری رات مطالعہ فرمایا کرتے یہاں تک کہ تفسیر کبیر کا نسخہ چند آنے میں ذاتی خریدا ہوا تھا اور طالبعلمی میں مطالعہ کر لیا تھا وہ آپؒ کی آخری عمر میں اسقدر بوسیدہ ہو گیا تھا کہ ہاتھ لگانے سے کاغذ کا وہ حصہ ہاتھ میں آ جاتا تھا اللہ تعالیٰ کو اس درویش کی آتش شوق اور بے سروسامانی پر رحم آ گیا چنانچہ جب چھتہ مسجد میں منتقل ہو گئے تو سہولت ہو گئی اب چراغ کی روشنی میں جب تک چاہتے علمی پیاس بجھاتے۔

صحت کا خیال

والد گرامیؒ اپنی صحت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اسکی بہت تاکید فرماتے تھے طالبعلمی میں روزانہ چھ (۶) میل دوڑنے کا معمول بنایا ہوا تھا اور جمعہ کے روز جنگل میں جا کر ساتھیوں کیساتھ کبھی کبھی کشتی بھی کیا کرتے تھے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے"۔ اور فرمایا

کرتے تھے کہ صحت مند دماغ قرآن وسنت کو جس طرح سمجھتا ہے بیمار دماغ ویسے نہیں سمجھ سکتا۔

فقر وفاقہ اور طالب علمی

علم دین کے طالبین اور فقر وفاقہ میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے علم دین کھانے پینے کی سہولتوں، جسمانی راحتوں کیساتھ کم ہی حاصل ہوا ہے اسکی ابتداء اصحاب صفّہ سے ہوتی ہے جہاں ابو ہریرہؓ حجرہ شریف اور منبر کے درمیان گر جایا کرتے تھے لوگ سمجھتے کہ ان کو مرگی کا دورا پڑا ہے حالانکہ وہ شدت بھوک سے بے ہوش ہوجاتے تھے بعد میں بھی ہر زمانے میں علم الٰہی کے دیوانوں نے دنیوی راحتوں کو پس پشت ڈال کر اپنے سینوں کو قرآن وسنت سے منور کیا اور "انا له لحافظون" کے وعدے کا مظہر بنے۔عبدالرحمان ابن حاتم رازی جو کہ تعدیل وجرح کے امام ہیں مصر میں اپنی طالبعلمی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم دو ساتھیوں نے ایک مرتبہ سردی کے موسم میں مچھلی خریدی لیکن تین دن تک اس کے پکانے کی فرصت نہ ملی بالآخر ہم نے کچی ہی کھالی اور پھر فرمایا کہ **لا يستطاع العلم براحة الجسم** (جسم کی راحت کیساتھ کبھی علم حاصل نہیں ہوسکتا)۔

والد گرامیؒ کا اپنے وطن سے کمیونسٹ انقلاب کیوجہ سے رابطہ منقطع ہوگیا تھا اور ہندوستان میں کوئی رشتہ دار نہیں تھا دارالعلوم سے جو دو وقت کا کھانا ملتا اور وہ بھی قوت لایموت ہوتا اس پر گزارہ کرتے تھے ہندوستان کے کھانے مزاج کے موافق نہ تھے لیکن علم کی خاطر طبیعت کو انکا عادی بنالیا۔دارالعلوم کی بھی مالی حالت اس وقت اچھی نہ تھی اکثر دال پکتی تھی اور وہ بھی سلیمان علیہ السلام کی ہدہد کے شوربے کی طرح ہوتی تھی والد گرامیؒ اس دال کا ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بعض شریر طلباء نے دارالعلوم کے نوٹس بورڈ پر ایک استفتاء لکھا کہ دارلعلوم کی دال سے وضو جائز ہے یا

نہیں؟ نیچے جواب لکھا گیا جائز ہے کیونکہ اس میں پانی کی طرح رقت اور سیلان ہے اس پر کسی نے حاشیہ لکھا کہ کبھی کبھی دھوپ میں گھی چمکتا ہے اس لیے وضوء کرنے میں شبہ ہے۔

دارالعلوم کیطرف سے جو ماہانہ نقد وظیفہ ملتا تھا اس سے صابن تیل وغیرہ کا چند دن کیلئے انتظام ہو جاتا تھا البتہ بمبئی میں جو ترکستانی تاجر تھے وہ کبھی کبھی چار چھ مہینے کے بعد دارالعلوم میں تمام ترکستانی طلباء کیلئے رقم بھیج دیتے تھے جوان طلبہ میں تقسیم کردی جاتی تھی ان دنوں میں بڑی سہولت ہو جاتی تھی بلکہ طلباء ملکر چھٹی والے دن بخاری پلاؤ پکاتے اور اساتذہ کی بھی دعوت کرتے ترکستانی طلباء کے بخاری پلاؤ کی دارالعلوم میں بڑی شہرت تھی خاص طور پر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو بہت پسند تھی ان دنوں میں یہ طلباء اپنے وطن کے کھانے بناتے ورنہ دال روٹی پر ہی گزارہ کرتے۔

والدگرامیؒ روٹی کے سوکھے ٹکڑے جمع رکھتے فجر میں سبز چائے بنا کر اسمیں ٹکڑے بھگو دیتے اور انہیں ڈھانپ کر رکھ دیتے جب چھ میل دوڑ کر آتے تو خوب بھوک لگی ہوتی تو بڑی رغبت کیساتھ تناول کرتے۔

اساتذہ کرام

آپؒ کے اساتذہ کرام میں اپنے زمانے کے اولیائے کاملین وعارفین باللہ امام الفن اور اساطین علم شامل ہیں سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے علاوہ دیگر سب اکابرین دیوبند سے تلمذ کی سعادت حاصل ہے چنانچہ آپؒ کے اساتذہ میں

شیخ العرب والعجم محدث کبیر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، امام التفسیر مفکر اسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ،

سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی ثم المدنیؒ، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ، عامل کامل حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، پاسبان حکمت نانوتوی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، امام الفلسفہ والحکمہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا عبدا الحق صاحبؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا عبدالخالق صاحبؒ بانی دارالعلوم کبیر والا، شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ، شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا ابراھیم بلیاوی صاحبؒ ”رحمة الله علیهم رحمة واسعة“

جیسے اکابر کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا آپؒ حضرت مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ کے طریقہ تدریس اور حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی صاحبؒ کے طریقہء مطالعہ سے بہت متاثر تھے۔

....

حضرت مولانا اعزاز علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اساتذہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا اعزاز علی خان صاحبؒ نظام الاوقات کی بہت پابندی کیا کرتے تھے ادھر مدرسہ کا گھنٹہ بجا اور ادھر سبق شروع ہوا، ختم کا گھنٹہ بجتے ہی سبق بند خواہ بحث ابھی ادھوری ہی کیوں نہ ہو پورے سال ایک ہی رفتار اور تحقیق سے سبق پڑھاتے تھے فجر کے بعد اور کبھی فجر سے پہلے بھی شروع کرتے اور عشاء تک درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ قریب میں چولہے پر قہوہ پکتا رہتا تھا وقفہ وقفہ سے پیتے رہتے تھے اور پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہتے ھدایہ اخیرین جیسی کتاب پوری تحقیق اور اطمینان کے ساتھ سال کے آخر میں پوری کروا دیتے طلبہ حضرت کے درس کی بہت پابندی کرتے تھے حضرت کی شخصیت بہت بارعب تھی جب کمرے سے نکلتے تو ادھر ادھر پھرنے والے طلبہ اپنے کمروں میں گھس جاتے اور ان کے کمرہ کے سامنے سے طلبہ جوتیاں اتار کے گزرتے تاکہ ذرا بھی کھڑکا اور آواز نہ ہو۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صاحبؒ

حضرت منطق و فلسفہ کے خاص استاد اور منطق و فلسفہ کی گتھلیوں کو چٹکیوں میں سلجھانے کے ماہر تھے مشکل سے مشکل بحث نہایت آسان اور دلنشین انداز میں سمجھا دیتے تھے حضرت کے مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ کسی بحث کو کتاب میں سرسری پڑھ لیتے اور دارالعلوم کے باغیچے میں ٹہلتے رہتے اور غور و فکر کرتے رہتے اپنے ذہن سے اس پر سوال و جواب وارد کرتے رہتے اس لیے مطالعہ بظاہر کم کرتے نظر آتے لیکن جب درسی تحقیق بیان کرتے تو بڑے بڑے علماء ورطہ حیرت میں ڈوب جاتے۔

والد گرامیؒ کے سوال پر مولانا بلیاوی صاحبؒ نے اپنا طریقہ مطالعہ بتلایا تو آپؒ نے اسے لازم کرلیا اور پوری زندگی اسی طرز پر تحقیق کرتے تھے اسی لیے والد صاحبؒ کا علم بہت گہرا تھا بات مختصر ہوتی لیکن محقق و مدلل ہوتی آپؒ کثرت اقوال

اور کثرت احتمالات کے قائل نہ تھے بلکہ اسے تشویش اور تشکیک کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے بخاری شریف کی سماعت

والد گرامیؒ نے اگرچہ دارالعلوم میں بخاری شریف شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھی تھی لیکن عصر کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے بھی ان کے گھر پر بخاری شریف کی سماعت فرمائی اور یہ غالباً وہ زمانہ تھا جب حضرت عثمانیؒ بعض وجوہ کی بنا پر دارالعلوم کی تدریس سے مستعفی ہوگئے تھے اور گھر پر طلباء کو بخاری شریف پڑھاتے تھے اس طرح عصر کے بعد کا وہ وقت جو طلباء سیر وتفریح میں گزارتے تھے آپؒ اس وقت میں بھی تحصیل علم میں مشغول رہتے تھے۔

دارالعلوم میں پڑھے جانے والے فنون

والد گرامیؒ ھدایہ اولین تک تو اپنے وطن ختن میں تعلیم حاصل کر چکے تھے دارالعلوم میں داخلے کے بعد درجہ ذیل کتب پڑھیں چنانچہ علم تفسیر میں

تفسیر جلالین ، تفسیر بیضاوی ، تفسیر ابن کثیر o علم حدیث میں صحاح سته، موطا مالک ، موطا محمد ، ، شرح معانی الآثار للطحاوی ، مکمل شمائل ترمذی, مشکوة المصابیح o اصول حدیث میں شرح نخبة الفکر o فقه میں هدایه اخیرین o اصول فقه میں مسلم الثبوت ، توضیع وتلویح ، مختصر الحسامی o علم عقائد میں شرح عقائد نسفیه، حاشیه مولانا خیالی، شرح عقائد

عضدیہ للمحقق جلال الدین دوانی ، امور عامہ، مسامرہ ، حجۃ اللہ البالغہ ، تقریر دلپذیر o علم معانی میں مختصر المعانی ، مطول ، تلخیص المفتاح o علم ادب میں مقامات الحریری ، دیوان متنبی ، دیوان حماسہ o علم معقول اور فلسفہ میں حاشیہ قطبی ، سلم العلوم ، شرح سلم لملاحسن ، شرح سلم لقاضی مبارک ، میر زاہد رسالہ ، میر زاہد ملا جلال ، میبذی ، صدرا، شمس بازغہ o علم ہیئت میں شرح چغمینی o علم ہندسہ میں اقلیدس o علم طب میں الطب النفیسی ، حمیات القانون o علم تجوید میں مقدمہ الجزریہ ، ھدیۃ الوحید .

پڑھیں اور قرآن مجید کی بالتجوید مشق بھی کی ان کے علمی شوق اور استعداد کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کی سند پر یہ عبارت تحریر کی گئی

﴿وھو عند نا سلیم الطبع جید الفھم ولہ مناسبۃ تامۃ بالعلوم یقدر بھا علی الافادہ بعون اللّٰہ تعالیٰ﴾

(ترجمہ) "یہ ہمارے نزدیک سلیم الطبع ، بہترین سمجھ کے مالک ہیں اور انھیں علوم دینیہ سے مکمل مناسبت اور ان پر دسترس حاصل ہے اور ترویج علم پر قادر ہیں"۔

اساتذہ کا یہ اعتماد سچ ثابت ہوا اور پوری زندگی درس وتدریس میں گزار دی۔

••

دورہ حدیث کا سالانہ نتیجہ

دیوبند کے ریکارڈ کے مطابق ۱۳۶۲ھ کے سالانہ امتحان میں ۲۴۹ رول نمبر کے تحت آپؒ نے دورہ حدیث کا امتحان دیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی اور ہر کتاب میں نقد انعام حاصل کیا یہاں نتیجہ بھی درج کیا جاتا ہے۔

نیاز محمد ختنی

﴿رول نمبر 249﴾﴿داخلہ نمبر 125﴾

نام کتاب	حاصل کردہ نمبر	رقوم انعام
ترمذی شریف	42/50	3 آنے
ابوداوٗد شریف	44/50	3 آنے
مسلم شریف	47/50	3 آنے
نسائی شریف	46/50	3 آنے
طحاوی شریف	50/50	4 آنے
شمائل ترمذی شریف	49/50	3 آنے
ابن ماجہ	48/50	3 آنے
موطا امام محمد	48/50	3 آنے
موطا امام مالک	50/50	4 آنے

دیگچے میں کچھ ہو تو بغیر چمچے کے بھی نکلتا ہے

دارالعلوم میں ترکستانی طلبہ نے ایک انجمن بنائی ہوئی تھی جس کا نام انجمن ترقی طلباء ترکستان شرقی تھا وہ ہر شبِ جمعہ کو بزم ادب منعقد کرتی تھی جسمیں تمام ترکستانی طلبہ کی شرکت ضروری ہوتی تھی غیر حاضری پر دو آنے جرمانہ ہوتا تھا اس بزم

ادب میں طلبہ تقاریر کی مشق کرتے تھے اور اردو زبان میں تقریر و بیان کی کوشش کرتے تھے والد گرامیؒ کی طالبعلمی میں یہ عادت تھی کہ جمعرات کی شام کو ہفتہ بھر کا پڑھا ہوا سبق دہراتے تھے اس معمول پر سختی سے کاربند تھے سرِ شام شروع کرتے اور رات گئے تک ہفتہ بھر کا آموختہ ختم کر کے دم لیتے اور بزم ادب میں غیر حاضری کا جرمانہ بھیج دیتے ایک مرتبہ انجمن کے ذمہ داران نے یہ فیصلہ کیا کہ نیاز محمد ختنیؒ کی غیر حاضری کی کوئی اور سزا بھی ہونی چاہیے چنانچہ انہوں نے یہ طے کیا کہ جب سالانہ تقریری مقابلہ ہو تو ان کی شرکت لازم کر دی جائے اور کوئی مشکل موضوع دیا جائے تاکہ انہیں اس کوتاہی کا احساس ہو چنانچہ جب سالانہ تقریب برائے مقابلہ تقاریر منعقد ہوئی تو آپؒ کو ثبوت باری تعالیٰ کا موضوع دیا گیا اس تقریب میں منصفین بعض اکابر اساتذہ تھے اور بمبئی سے کچھ ترکستانی تاجر بھی مدعو تھے۔

والد گرامیؒ کی ثبوت باری تعالیٰ پر تقریر

والد گرامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خوب غور خوض سے ایک تقریر تیار کی جو میرے ذہن کی اختراع تھی اسٹیج پر آ گیا خطبہ پڑھا جو میں نے خود بنایا تھا

﴿الحمد للہ الذی وجودہ لذاتہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم النبیین و علی آلہ و اصحابہ الذین ھم ھداۃ الحق و حماتہ.﴾

پھر تقریر شروع کی اور اس خطبہ میں بھی براعت استہلال سے کام لیا کہا باغ میں ترو تازہ پھول کھلا کرتے ہیں اور پھولوں کے لیے یہ ترو تازگی کا وصف عارضی ہے وصف ذاتی نہیں کیونکہ وصف ذاتی اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک ذات باقی ہے حالانکہ بسا اوقات پھول ہوتے ہیں لیکن ترو تازہ نہیں ہوتے بلکہ خشک ہو جاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ وصف عارضی ہے اور وصف عارضی غیر سے کسب کیا جاتا ہے تو

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھول میں تر وتازگی کہاں سے آئی تو جواب ملتا ہے کہ ٹہنی سے آئی اور ٹہنی کے لیے بھی تری وصف عارضی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں تری کہاں سے آئی تو جواب ملتا ہے کہ جڑ سے آئی اور جڑ کے لیے بھی یہ وصف عارضی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے جڑ میں کہاں سے آئی تو جواب ملتا ہے کہ زمین سے آئی لیکن زمین کے لیے بھی تری عارضی ہے ورنہ زمین خشک نہ ہوتی پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین میں تری کہاں سے آئی تو جواب ملتا ہے کہ پانی سے آئی اب پانی پر سوال وارد نہ ہوگا کہ اس میں تری کہاں سے آئی کیونکہ تری اس کا ذاتی وصف ہے جب تک پانی موجود ہوگا تو تری موجود رہے گی ایسا نہیں ہوسکتا کہ پانی ہو لیکن اس میں تری نہ ہو اور مابالذات (وصف ذاتی) جو ہوتا ہے وہ کسی دوسرے محتاج نہیں ہوتا اگر کوئی سوال کرے گا تو وہ بیوقوف ہے۔

اسی طرح دیگچے میں پانی گرم ہوتا ہے تو سوال ہوتا ہے کہ پانی میں حرارت کہاں سے آئی کیونکہ حرارت کا وصف عارضی ہے ورنہ پانی ٹھنڈا نہ ہوتا تو جواب ملتا ہے کہ حرارت دیگچے سے آئی اور دیگچے کے لیے بھی حرارت کا وصف عارضی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ اس میں حرارت کہاں سے آئی تو جواب ملتا ہے آگ سے آئی اور آگ کے لیے حرارت وصف ذاتی ہے جب تک آگ موجود رہیگی حرارت رہیگی۔

اس طرح ہمارا وجود ہمارے ماں باپ سے آیا اور ان کے لیے وجود وصف عارضی ہے ورنہ وہ ختم نہ ہوتے پھر انکا وجود ان کے ماں باپ سے آیا یہاں تک کہ حضرت آدمؑ تک بات پہنچتی ہے اور ان کا وجود بھی عارضی ہے پھر سوال ہوتا ہے کہ ان کا وجود کہا سے آیا تو جواب ملتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔ اب سوال نہ پیدا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود وصف ذاتی ہے اور مابالذات دوسرے مابالذات کا محتاج نہیں ہوتا اس طرح پوری کائنات کا وجود وصف عارضی ہے ضرور کوئی تو ایسی ذات ہونی چاہیے جس

کا وجود ذاتی ہو ورنہ دور اور تسلسل لازم آئیگا اور یہ دونوں باطل ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے وجود کے لیے کسی علت کا ہونا باطل ہے۔

آپؒ کی تقریر پر تمام اساتذہ اور طلبہ عش عش کر اُٹھے اور منصفین نے مستحق انعام قرار دیا۔ تقریر کے بعد ناظم انجمن نے کہا کہ بڑوں نے سچ کہا ہے کہ دیگچے میں کچھ ہو تو بغیر چمچہ کے بھی نکلتا ہے مولانا نیاز محمد ختنی نے ایک دن بھی تقریری مشق نہیں کی لیکن ان کی علمی استعداد نے انہیں مستحق انعام قرار دلوادیا۔

مجدد ملّت حکیم الامت حضرت مولانا الشاہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں

والد گرامیؒ فراغت سے ایک یا دو سال قبل حضرت تھانویؒ کی خدمت میں زیارت اور بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے بیعت کی درخواست پیش کی حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ فراغت کے بعد رابطہ کریں لہٰذا صرف زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ گئے لیکن فراغت سے کچھ عرصہ قبل جولائی ۱۹۴۳ء میں حضرت تھانویؒ کا وصال ہو گیا حضرت تھانویؒ کی تھوڑی دیر کی زیارت اور صحبت نے بھی اپنا اثر دکھایا اور سلسلہ تھانویؒ کی محبت قلب میں جاگزیں ہوگئی۔

بیعت

حضرت تھانویؒ کے بعد ان کے بہت سے خلفاء دیوبند اور اطراف و اکناف میں موجود تھے اس سلسلہ میں استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ آپؒ اپنی والدہ مرحومہ کے ساتھ ذکر میں مشغول ہیں اور ساتھ والے کمرے سے دیوار کے پار سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ذکر کرنے کی آواز آ رہی ہے صبح بیدار ہوئے تو حضرت مفتی صاحبؒ سے بیعت کے بارے میں پورا انشرح قلبی تھا اور قلب میں زبردست میلان تھا چنانچہ استاد محترم کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی جو انہوں

نے قبول فرمالی اور اس طرح سلسلہ تھانوی میں داخل ہو گئے۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ سے انکی زندگی تک کسب فیض فرماتے رہے اور ان کے زیر سایہ سلوک کی منازل طے کر کے درجہ کمال کو پہنچے۔ آپؒ کو اپنے شیخ سے یا کسی اور بزرگ سے اجازت بیعت تھی یا نہیں اس سلسلے میں کبھی اظہار خیال نہیں فرمایا غلبہ تواضع اور انہماک علمی کی وجہ سے اس طرف توجہ نہیں فرمائی البتہ آپ کے ایک شاگرد مولانا حکیم منظور احمد صاحب (چک عاکوکا) نے بتلایا کہ انہوں نے والد گرامیؒ سے باقاعدہ بیعت کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی سے مجاز تھے۔ واللہ اعلم

فراغت کے بعد

دورہ حدیث اور تکمیلات سے فراغت کے بعد اب مستقبل کی فکر ہوئی، وطن پر کفار کے استیلاء اور غلبہ کی وجہ سے ہجرت کی نیت کر چکے تھے اس لیے وطن واپس تو نہ جا سکتے تھے اور ویسے بھی وہاں اب حالات ساز گار نہ تھے لہٰذا ہندوستان ہی میں خدمت دین کا ارادہ فرمالیا اور اس سلسلہ میں اپنے استاد محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سے مشورہ کیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کو چونکہ اردو اچھی طرح نہیں آتی لہٰذا ایسے علاقے میں درس و تدریس کریں جہاں کی زبان اردو نہ ہو اردو دو اں علاقے میں زبان کی مشکلات پیش آئیں گی۔

سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی بہاول نگر آمد

صاحبزادہ حضرت مولانا آفتاب عالم مدنیؒ کتاب "سیرت بدر عالم میں" جامع العلوم بہاول نگر کی تاسیس کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ والد صاحب (مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ) نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں سترہ سال حدیث کا درس دیا پھر وہاں سے تشریف لے آئے مشیت ایزدی کے تحت اور وہ اس لیے کہ ایک

دوسرے مقام پر دریا بہانا منظور تھا چنانچہ حضرت والد صاحبؒ بہاول نگر تشریف لے گئے جہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور درختوں سے عبارت تھا گویا اس علمی درسگاہ کی تاسیس بھی والد صاحب ہی کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور اب وہاں بڑا مدرسہ ہے جس کا نام جامع العلوم ہے کتب خانہ بھی بہت اچھا ہے تعمیر بھی اچھی خاصی ہوچکی ہے اللہ تعالیٰ نے اسطرح اس بھاول نگر کے شہر کو علم کی دولت سے نوازہ اور یہ سب کچھ ایک سال کے قیام کا نتیجہ تھا اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس برگزیدہ بندے کو کس طرح اپنی رحمتوں میں گھیرے گھیرے لیے رہا ہے اور بقول حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے ڈابھیل کے بعد بہاول پور و بھاولنگر آپؒ (مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ) کا مرکز فیض رہا اور سینکڑوں بندگان خدا کو مستفیض فرمایا (سیرت بدر عالم) حضرت میرٹھیؒ پہلے دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے جہاں ان سے والد گرامیؒ نے بھی پڑھا اس کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ڈابھیل سے مستعفی ہونے کے بعد بعض متعلقین کی دعوت پر بہاول نگر تشریف لائے حضرت کے ساتھ برما اور بنگلہ دیش اور بعض دیگر جگہ کی طلباء کی ایک جماعت بھی آئی حضرت میرٹھیؒ مدرسہ میں بخاری جلد اول کا درس دیتے تھے اور شہر کی مرکزی جامع مسجد نادرشاہ بازار میں جمعۃ المبارک کا وعظ اور درس قرآن دیا کرتے تھے۔

بہاول نگر شہر

بہاول نگر جنوبی پنجاب کا ایک ضلع ہے جس میں پانچ تحصیلیں ہیں۔ فورٹ عباس، ہارون آباد، چشتیاں، منچن آباد اور بہاول نگر شہر۔ بہاول نگر شہر ایک چھوٹا شہر ہے جو پہلے ریاست بھاول پور کا حصہ تھا اور اب جنوبی پنجاب کا ایک شہر ہے اس کے جنوب میں انڈیا کی ریاست بیکانیر اور چولستان ہے اور شمال میں دریائے ستلج بہتا ہے انڈیا بارڈر سے اس کا فاصلہ تقریباً آٹھ کلومیٹر ہے اور دریائے ستلج بھی اتنے ہی فاصلے

پر ہے دریائے ستلج کی دوسری طرف پاکپتن ہے جہاں حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ مدفون ہیں۔اس کی آبادی پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے تقسیم ہند سے پہلے یہ ریلوے کا اہم جنکشن تھا اور بہت سے اکابر علماء دیوبند کراچی اور بہاول پور سفر کرتے ہوئے بہاول نگر سے گزرے ہیں اور قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے پہلے حج کا سفر بذریعہ کشتی دریائے ستلج سے بہاول نگر کے راستے سے کیا بھاول نگر سے حیدر آباد، کراچی اور پھر کراچی سے بذریعہ بحری جہاز حجاز مقدس گئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ اپنے خلیفہ مولانا اللہ بخش صاحبؒ بہاول نگری کی دعوت پر بہاول نگر تشریف لائے۔

یہ ایک صحرائی علاقہ ہے گرمی میں سخت گرم اور سردی میں سخت سرد ہوتا ہے ذریعہ معاش زیادہ تر کاشتکاری ہے مقامی لوگ سادہ اور دیندار ہیں دیہاتوں میں اکثریت باشرع ہے بزرگان دین، علماء کرام اور دینی مدارس کی محنت کا رنگ بہت واضح نظر آتا ہے تقریباً سوسال پرانا شہر ہے تقسیم ہند سے پہلے یہاں کی آبادی مسلمان، ہندو اور سکھوں پر مشتمل تھی پھر تقسیم کے بعد الحمدللہ سو فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان میں ہر طرح کی برادریاں ہیں۔

والد گرامیؒ کی جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر میں آمد

حضرت میرٹھیؒ نے بہاول نگر آمد کی بعد ایک جامعہ کی بنیاد کا ارادہ فرمایا اور ایک مدرس کے لئے دارالعلوم دیوبند خط لکھا دیوبند خط پہنچا تو اکابر کی نظر انتخاب والد گرامیؒ پر پڑی اور مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ نے بھی مشورہ دیا وہ جگہ آپ کیلئے موزوں ہے کیونکہ وہ پنجاب کا علاقہ ہے لوگ سیدھی سادھی اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اور پھر حضرت میرٹھیؒ آپکے استاد بھی ہیں لہٰذا وہ جگہ آپ کیلئے نہایت موزوں ہے چنانچہ اساتذہ کے مشورہ اور حکم سے ۱۹۴۴ء میں جامع العلوم عیدگاہ میں بطور مدرس

تشریف لائے۔ والد گرامیؒ کو فقہ اور معقولات و فلسفہ کی چھوٹی بڑی کتابیں تدریس کیلئے دی گئیں۔

جامع العلوم کا سنگ بنیاد

حضرت میرٹھیؒ نے ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو حضرت مولانا عبدالشکور خان خاکوانی، مولانا امان اللہ خان خاکوانی، حضرت مولانا سیف اللہ خان خاکوانی اور دیگر عمائدین شہر کی معیت میں مدرسہ جامع العلوم کی سنگ بنیاد رکھی اور پہلی اینٹ حضرت میرٹھیؒ نے اپنے تلمیذ رشید مولانا نیاز محمد ختنیؒ سے یہ فرما کر رکھوائی کہ آپ مہاجر اور مسافر ہیں آپ ابتداء فرمائیں یہ راز بعد میں آشکار ہوا کہ ایسا کیوں کیا گیا جب کچھ عرصہ بعد ہی مدرسہ کا بار امانت والد گرامیؒ کے کندھوں پر آپڑا۔

قبولیت درس

والد گرامیؒ کو ابتداء میں چودہ اسباق پڑھانے کو دیے گئے جن میں علم منطق، علم فلسفہ، علم عقائد، علم نحو، اور فقہ کی بڑی بڑی کتابیں شامل تھیں اللہ تعالیٰ نے معقولات میں آپؒ کو زبردست ملکہ دیا تھا کتابیں پہلے سے ازبر یاد تھیں رات کو پڑھائے جانے والے درس کی اردو بناتے تھے اور بڑے جچے تلے الفاظ میں پڑھاتے تھے۔ باوجود فصیح اردو نہ جاننے کے نہایت منضبط، مختصر، جامع، اور علمی واصطلاحی الفاظ میں مشکل سے مشکل بات طالبعلم کو ذہن نشین کرادیتے تھے کئی سال تک ہدایہ، شرح عقائد، خیالی، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، صدرہ، شمس بازغہ، شرح چغمینی اور شرح جامی جیسے اسباق زیر درس رہے۔ بعد میں حدیث کے اسباق زیر درس رہے اور تیس سال سے زائد عرصہ تک بخاری شریف کی دونوں جلدیں پڑھائیں تادم واپسیں یہ مبارک کتاب آپؒ کے زیر درس رہی۔

حضرت کا درس طلباء میں بہت مقبول ہوا، دور دراز سے طلباء تکمیلات کے لیے آنے لگے اللہ تعالیٰ نے معقولات کے درس کی شہرت ایران اور افغانستان تک پہنچا دی وہاں سے طلباء کی ایک بڑی تعداد معقولات کے منتہی اسباق پڑھنے کیلئے حاضر خدمت ہوئی طلباء والد گرامیؒ سے بہت محبت کرتے تھے اور ہمہ وقت خدمت کیلئے کوشاں رہتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ نے طلباء میں قبولیت عطاء فرما کر انکی تنہائی کو آبادی میں تبدیل فرمادیا۔

پوری زندگی تدریس فرمائی اور اس کو بہت اہمیت دیتے تھے اور بقاءِ علم کا ذریعہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عالم جب تک چودہ سال تک تدریس نہ کرلے عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔

راقم کو جب جامع العلوم کی ذمہ داری دی گئی تو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اہتمام اور تدریس کو جمع کرنا مشکل ہوجائے تو اہتمام چھوڑ دینا لیکن تدریس نہ چھوڑنا جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء.

مدرسہ کا پہلا سالانہ امتحان

حضرت میرٹھیؒ نے پہلے سالانہ امتحان کیلئے دارالعلوم دیوبند خط لکھا چنانچہ دارالعلوم سے دو استاد (حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم اکوڑہ خٹک) اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ (بانی دارالعلوم کبیروالا) بھجوائے گئے انہوں نے جامع العلوم کے طلباء کا امتحان لیا اور والد گرامیؒ کے طلباء کی بہت تحسین وتعریف فرمائی اور فرمایا کہ معقولات میں طلباء کا ایسا رسوخ بہت کم پایا جاتا ہے اور معقولات کی تعلیم کا معیار دارالعلوم دیوبند جیسا ہے۔

وفا شعاری اور اس کا ثمرہ

ایک مرتبہ کسی دوسرے شہر سے کسی عالم نے حضرت میرٹھیؒ کو ایک مدرس کیلئے خط لکھا جو کہ معقولات کا ماہر ہو حضرت میرٹھی نے اپنے ایک شاگرد کو بھجوا دیا اور اس کے ساتھ والد گرامیؒ کو بھیجا کہ وہاں پہنچا دیں اب آپؒ اسے لے کر اس مدرسہ میں پہنچے اس مدرس کی وہاں تقرری ہوگئی معقولات کے چھوٹے بڑے اسباق انھیں دے دیئے گئے ان کی استعداد اتنی زیادہ مضبوط نہیں تھی انھوں نے آپؒ سے کہا کہ آپ دو چار روز میرے ساتھ ٹھہریں تا کہ میں سبق کی اچھی طرح ابتداء کر سکوں چنانچہ وہ رات کو آپؒ سے مشکل مقامات پڑھ لیتے اور صبح کو پڑھا دیتے یہ بات مہتمم صاحب کے علم میں آ گئی انہوں نے والد گرامیؒ سے پوچھا کہ آپ کی جامع العلوم میں کیا تنخواہ ہے آپ نے فرمایا کہ پندرہ روپے تو مہتمم صاحب نے کہا کہ میں آپکو ماہانہ پچاس روپے دوں گا آپ میرے پاس ٹھہر جائیں یہ سن کر والد گرامیؒ بہت غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ آپ کو یہ بات کہتے شرم آنی چاہیے کہ استاد محترم حضرت میرٹھیؒ نے آپکی خاطر اپنے طلباء کا نقصان کر کے مجھے آپکے پاس بھیجا اور آپ انکے مدرس کو ورغلا رہے ہیں یہ نیکی کا صلہ ہے وہ بہت گھبرا گئے اور والد گرامیؒ سے معافی مانگی اور منت کی کہ حضرت میرٹھیؒ کو یہ بات نہ بتانا والد گرامیؒ واپس آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وفا شعاری کا یہ صلہ دیا کہ حضرت استادؒ نے اپنے بعد اپنی مسند پر بٹھا دیا۔

حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی بہاول نگر سے روانگی

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص تھا اور اہلیان بہاول نگر کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت میرٹھیؒ جیسے اکابر اولیاء کو اس صحرائی و پسماندہ علاقے میں بھیجا اور ان کے ذریعہ علم و عرفان کے چشمے جاری ہوگئے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

کرامت ہے تری تیرے رندوں میں اے ساقی
جہاں رکھ دیں قدم اپنا وہیں مے خانہ بن جائے

حضرت میرٹھیؒ نے ڈیڑھ دو سال تک اس علاقے کو اپنے علم و روحانیت سے سیراب کرنے کے بعد دیارِ حبیب ﷺ کی خاک میں مل جانے کی تمنا لیے ہوئے پہلے دہلی پھر ٹنڈو والہ یار سندھ تشریف لے جانے کے بعد ہمیشہ کیلئے مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے اور ۱۹۶۴ھ تک گنبدِ خضراء کے سائے تلے مخلوق خدا کی دینی و روحانی خدمت کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہو گئے۔

"پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا"

اس طرح میرٹھی سے مہاجر مدنی بن گئے، رحمہ اللہ علیہ رحمۃً واسعةً۔

حضرت میرٹھیؒ کا مقام

حضرت میرٹھیؒ جہاں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ تھے وہیں حدیث کے بھی امام تھے پوری زندگی شیخ الحدیث کی مسند پر مختلف مدارس میں فائز رہے اور ترجمان السنہ اور فیض الباری شرح بخاری لکھ کر علمی دنیا پر احسان فرمایا۔

ان کی مقام ولایت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے جسد خاکی کو زمین پر حرام کر دیا چنانچہ جب مدینہ منوّرہ کے دستور کے مطابق چھ ماہ بعد انکی قبر اکھاڑی گئی تا کہ بوسیدہ ہڈیاں دوسری جگہ منتقل کر دی جائیں تو انکا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا اور ہر عضو بالکل ایسے صحیح سالم تھا جیسے آج ہی دفن کیا ہو پھر چھ ماہ بعد دوبارہ قبر کشائی کی گئی تو پھر بھی یہی کیفیت تھی پھر چھ ماہ بعد تیسری مرتبہ قبر کھول کر دیکھا گیا تو تب بھی صحیح سالم تھے یعنی وفات سے ڈیڑھ سال بعد بھی جسد خاکی محفوظ تھا آخر حکومت نے ریکارڈ میں یہ بات لکھ دی کہ انکی قبر کبھی نہ اکھاڑی جائے۔

حضرت کے صاحبزادے مولانا سید محمد آفتاب عالمؒ فرماتے تھے کہ میرا گمان

ہے کہ والد صاحبؒ کو یہ مقام قرآن پاک کے ادب کی وجہ سے ملا ہے حضرت میرٹھیؒ پر ادب کا اتنا غلبہ تھا کہ اپنے عزیز و اقارب کے جو بچے حافظ قرآن ہوتے ان کی طرف پاؤں دراز نہ کرتے کہ ان کے سینے میں قرآن ہے اور مولانا آفتاب عالمؒ نے یہ بات میرے شیخ اور مربی حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کو بذات خود بیان فرمائی۔

جامع العلوم کی ذمہ داری

حضرت میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے بہاول نگر کو خیر آباد کہنے سے قبل اپنے دست مبارک سے لگائے ہوئے گلشن جامع العلوم کی آبیاری اور نگاہ بانی کیلئے اپنے جاںنثار وفا شعار تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی نیاز محمد ختنیؒ کو مقرر فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ تادم آخر اس گلشن کی خدمت کرتے رہنا اور اخلاص اور للّٰہیت کو لازم پکڑنا اور آپکا جنازہ اس ادارہ سے نکلنا چاہیے اور بہاول نگر کے احباب سے فرمایا کہ تمہیں مولوی نیاز محمدؒ ایک موتی دیکر جارہا ہوں اس کی قدر کرنا ،صرف عالم نہ خیال کرنا صاحب نسبت درویش اور ولی بھی ہیں اور ایک صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا نیاز محمدؒ کے پیچھے نماز پڑھ لینا تمہیں نفلی حج کی طرح ثواب مل جائیگا یہ بات مولانا غلام احمد خان مرحوم نے بتلائی جو والد گرامیؒ کے ہم زلف اور رفیق کار تھے۔

الحمد للہ والد گرامیؒ نے ہر قسم کے ناموافق اور نامساعد حالات کے باوجود اس ادارے کی خدمت پر تاوقت آخر کمر بستہ رہے حضرت میرٹھیؒ مہاجر مدنی کی سرپرستی اور توجہات اور والد گرامیؒ کی شب وروز کی محنت نے ایک کمرہ اور چند جھونپڑیوں پر مشتمل ادارے کو پرشکوہ عمارت میں تبدیل کر دیا اور اس گمنام مدرسے کو پاکستان کے ممتاز اداروں کی صف میں لاکھڑا کیا اور تقریباً پچاس سال اس امانت کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کا جنازہ مدرسہ کے احاطے سے اٹھایا گیا جو

زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا ؎

ان کے کوچے سے لے چل جنازہ میرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

والدگرامیؒ کا سفر گجرات (ہندوستان)

حضرت میرٹھیؒ نے والد گرامیؒ سے فرمایا کہ آپ گجرات (ہندوستان) چلے جائیں وہاں میرے مریدین اور متوسلین نے جنکا تعلق گجرات اور جنوبی افریقہ سے ہے ایک انجمن بنائی ہے جو دینی مدارس کا تعاون کرتی ہے آپ اس انجمن کے ذمہ داروں سے مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں میری طرف سے ملیں تو انشاء اللہ وہ اس کی تعمیری ضروریات پوری کردیں گے۔ چنانچہ حضرت میرٹھیؒ کے تشریف لے جانے کے بعد والد گرامیؒ گجرات روانہ ہوگئے پہلے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے جہاں اپنے اساتذہ خصوصاً اپنے شیخ اور مربی حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور سفر گجرات کی بابت عرض کیا حضرت مفتی صاحبؒ نے اجازت دے دی اور خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا بلکہ گجرات کے ایک مقتدر عالم دین اور شیخ طریقت کے نام خط بھی دیا۔ والد گرامیؒ گجرات پہنچے اور شیخ طریقت کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت مفتی صاحبؒ کا خط پیش کیا۔

اپنے شیخ اور استاد کا دفاع

اس شیخ نے خط پڑھتے ہی کچھ ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ مفتی صاحبؒ مسلم لیگی ہیں اور میں کانگریسی ہوں میرے نام کیوں خط لکھا ہے؟ دوسرا یہ کہ مفتی صاحبؒ یہاں تشریف لائے تھے میں نے ان کو دعوت دی تھی لیکن انہوں نے میری دعوت قبول نہیں کی۔ والد گرامیؒ ویسے تو بڑے حلیم الطبع تھے لیکن ناحق بات پر غصے اور جوش میں

آ جاتے تھے اوراس غصے کے عالم میں بھی بڑی جچی تلی اور ہوش کی بات فرماتے تھے چنانچہ اس شیخ کی بات سن کر آپ کو جوش آ گیا اور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے تو آپ سے حسن ظن کیا اور ایک دینی کام میں اور کارخیر میں معاون سمجھ کر تمام سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر یہ خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور آپ نے ان سے بدگمانی کی اور ناراضگی کا اظہار کیا باقی رہی دعوت والی بات تو مجھے اپنے استاد اور شیخ کے تقویٰ اور للّٰہیت اور احتیاط فی الدین پر پورا اعتماد ہے جس وقت آپ نے دعوت دی ہو گی اس سے پہلے کوئی دوسرا شخص دعوت دے چکا ہو گا اس لیے مفتی صاحبؒ شرعاً پہلے داعی کو ترجیح دینے کے پابند تھے ورنہ تمام اختلافات کو پس پشت ڈال کر آپکی دعوت میں ضرور آتے اس پر اس شیخ نے فرمایا کہ آپ کا اندازہ درست ہے۔ کیونکہ وہ بھی اہل دل تھے اس لیے اپنی بات سے رجوع فرمالیا اور والد گرامیؒ کا بہت اکرام کیا اور کہا کہ آپ جب تک یہاں رہیں میرے مہمان ہیں اور اپنے مریدین اور متوسلین سے آپ کا اکرام کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ جب تک والد گرامیؒ وہاں رہے ان کے کسی نہ کسی مرید کے ہاں مدعو ہوتے تھے اسطرح اپنے شیخ اور مربی کی برأت اور نزاہت کا ثمرہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اجنبی جگہ میں راحتوں کے سامان پیدا فرما دیئے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف الحسینی البنوریؒ سے ملاقات

والد گرامیؒ اپنے قیام گجرات کے زمانہ میں گجرات کی مشہور و معروف درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے جس کی نشاۃ ثانیہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمائی تھی اور حضرت کشمیریؒ کے بعد مسند حدیث پر انہیں کے شاگرد جلوہ افروز ہوتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تقاریر بخاری کے مرتب بشکل فیض الباری اور جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر کے بانی سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ ثم المدنی بھی کافی عرصہ اس مسند حدیث پر فائز رہے اور اس وقت بھی حضرت

شاہ صاحبؒ کے مایہ ناز شاگرد اور جانشین اور حضرت کشمیریؒ کے علوم کے ترجمان حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ شیخ الحدیث کی مسند پر فائز تھے والد گرامیؒ نے حضرت سید بنوریؒ سے ملاقات کی حضرت سید بنوریؒ اس وقت ترمذی شریف کی شرح معارف السنن تصنیف فرما رہے تھے بنوری صاحبؒ کے کمرے میں مختلف علوم اور فنون کی کتب کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

حضرت بنوریؒ نے والد گرامیؒ کو بتلایا کہ معارف السنن تصنیف کرنے کا طریقہ میں نے یہ اختیار کیا ہے کہ کسی بھی فن سے متعلق جب کوئی بحث آتی ہے تو پہلے اس بحث کو اس فن کی تمام کتابوں میں جو میسر ہوں مطالعہ کرتا ہوں پھر تحریر کرتا ہوں بسا اوقات ایک مسئلہ پر بیسیوں کتابیں بھی دیکھنا پڑتی ہیں والد گرامیؒ نے بعض احادیث پر عقلی اشکالات پیش کئے جس پر حضرت بنوریؒ نے گھنٹوں تقریر فرمائی یہ دونوں بزرگوں کی پہلی ملاقات تھی اسکے بعد ان میں بہت قرب رہا حضرت بنوریؒ والد گرامیؒ کا بہت اکرام فرماتے تھے۔

حضرت بنوریؒ کو جامع العلوم بہاول نگر میں دعوت تدریس

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ڈابھیل سے پاکستان تشریف لے آئے اور ٹنڈو الہ یار سندھ میں اکابر علماء دیوبند نے جو مدرسہ قائم کیا تھا وہاں استاذ الحدیث مقرر ہوئے کچھ عرصہ بعد یہ مدرسہ مشیت ایزدی سے انتشار کا شکار ہو گیا اور حضرت بنوریؒ کراچی تشریف لے گئے والد گرامیؒ کو جب علم ہوا کہ حضرت بنوریؒ آج کل فارغ ہیں تو انہیں بذریعہ خط جامع العلوم بہاول نگر میں شیخ الحدیث کی مسند کے لئے دعوت دی حضرت بنوریؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جامع العلوم بہاول نگر کے بانی اور سرپرست میرے رفیق محترم سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی ہیں اگر وہ حکم فرمائیں تو میں حاضر ہو جاتا ہوں اس پر والد گرامیؒ نے مدینہ منورہ

اپنے استاد محترم حضرت میرٹھیؒ کو اس سلسلہ میں خط لکھا حضرت میرٹھیؒ مہاجر مدنی نے جواب تحریر فرمایا کہ بنوریؒ ہاتھی ہے اسکے لیے بڑے دروازے کی ضرورت ہے انہیں انکے حال پر چھوڑ دیں۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

چنانچہ کچھ عرصہ بعد حضرت بنوریؒ نے جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن (بنوری ٹاؤن کراچی) کی بنیاد رکھی حضرت بنوریؒ کا اخلاص اور تڑپ نے کچھ ہی عرصہ میں اس ادارہ کو پاکستان کا دارالعلوم دیوبند بنا دیا اس طرح حضرت میرٹھیؒ کا گمان سچ ثابت ہوا۔

والد گرامیؒ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے تو حضرت بنوریؒ کے ہاں ہی قیام ہوتا اور میزبانی حضرت بنوریؒ ہی فرماتے اور حضرت بنوریؒ بہت محبت کا معاملہ فرماتے حضرت بنوریؒ کی رحلت کے بعد ایک دفعہ والد گرامیؒ کراچی جامعہ میں تشریف لے گئے اور ارباب حل وعقد کی طرف سے کچھ تقصیر دیکھی تو حسرت سے فرمایا "انما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ" (فضلیت والوں کو فضلیت والے ہی جانتے ہیں۔)

گجرات میں انجمن والوں سے ملاقات

والد گرامیؒ نے حضرت میرٹھیؒ کے متوسلین سے مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں ملاقات کی اور انکو مدرسہ کی ضروری تعمیرات سے آگاہ کیا انہوں نے وعدہ بھی کیا لیکن بدقسمتی سے انہیں دنوں میں ہندوستان کی تقسیم کا اعلان ہوگیا اور ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم کا واقعہ پیش آگیا اور پاکستان معرض وجود میں آگیا پورے ملک میں افراتفری اور قتل وغارت کا بازار گرم ہوگیا ان حالات میں والد گرامیؒ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر دارالعلوم دیوبند تشریف لے آئے اور چھ ماہ تک وہاں رہے جب حالات بہتر

ہوئے تو بہاول نگر تشریف لے آئے اور اس طرح مدرسہ کی تعمیر کا منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

تقسیم ہند کے بعد فاقہ کشی

تقسیم ہند کے موقع پر برصغیر کے طول وعرض پر افراتفری، بدامنی، انتشار و خلفشار پھیل گیا بڑے بڑے لوگ بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے ہزاروں مسلمان تہہ تیغ کر دیے گئے اور ہزاروں بہنوں، بیٹیوں کی عزتیں تار تار کردی گئیں جن کی پوری داستان تاریخ کے اوراق میں دفن ہے۔

بہاول نگر کے علاقہ میں اکثریت ہندوؤں اور سکھوں کی تھی انہوں نے تیزی سے علاقہ کو خالی کرنا شروع کر دیا مدرسہ کے مقامی اساتذہ اور طلباء چلے گئے اور والد گرامیؒ اور گیارہ بنگالی و برمی طلباء باقی رہ گئے ان کیلئے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہ تھا مقامی لوگ جو مسلمان تھے وہ پریشانی کا شکار تھے اور باہر سے جو ہجرت کر کے آئے تھے وہ خود لٹے پٹے تھے اور مستحق امداد تھے چنانچہ گزراوقات کی یہ صورت نکالی گئی کہ والد گرامیؒ ان گیارہ طلباء کو قریبی نہر پر یا دریا پر لے جاتے طلباء کی دو جماعتیں بنادی جاتیں ایک جماعت مچھلی کا شکار کرتی اور دوسری جماعت سبق پڑھتی جب یہ سبق پڑھ لیتے اور وہ شکار کر لیتے تو سبق پڑھنے والے لکڑیاں جمع کرتے اور آگ جلا کر بغیر نمک مرچ اور تیل کے مچھلی بھونتے اور شکار کرنے والی جماعت سبق پڑھتی اور اس کچی پکی مچھلی سے استاد شاگرد اپنے پیٹ کی آگ بجھاتے صبح کو جاتے اور شام کو واپس لوٹتے کئی ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

والد گرامیؒ کو چائے پینے کی عادت تھی اس کے لیے شیشم کے پتے ابال لیتے جب پانی کا رنگ سبز ہو جاتا تو صبر وشکر کیساتھ چائے سمجھ کر نوش فرما لیتے بعد میں جب کچھ سکون ہوا تو پھر یہ صورت کی گئی کہ مسلمانوں کے گھروں میں ایک ایک مٹکا رکھ دیا

گیا اور ترغیب یہ دی گئی کہ جب خواتین آٹا گوندھیں تو ایک لپ اسمیں طلباء کیلئے ڈال دیں ہفتہ عشرہ کے بعد آٹا جمع کر لیا جاتا اور پھر کبھی سالن کیساتھ اور کبھی بغیر سالن کے روٹی تناول کر لی جاتی اور کبھی روٹی کی جگہ پر بھنے ہوئے چنے وغیرہ آجاتے جو پانی کیساتھ حلق سے اتار لیے جاتے اس طرح یہ عاشقان علم کا قافلہ منزل کی جانب گامزن رہا۔

ایک سرکاری افسر کی پیش کش اور والد گرامیؒ کا جواب

اس زمانے میں والد گرامیؒ ایک مرتبہ مدرسہ کے احاطہ میں تشریف فرما تھے ایک تحصیلدار صاحب وہاں سے گزرے وہ آپؒ سے عقیدت اور محبت رکھتے تھے انہوں نے آپؒ سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ بہت ہی کمزور لگ رہے ہیں جیسے شاید فاقہ کشی کر رہے ہوں آپؒ خاموش ہو گئے وہ اپنے گھر گیا اور پانچ سیر دیسی گھی، آٹا، سوجی، اور دیگر ضروریات کا اچھا خاصا سامان لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ صرف آپ کے لیے ہے آپ ہی استعمال کریں اور طلباء کو اسمیں شریک نہ کریں یہ سن کر آپؒ غصے میں آگئے اور فرمایا کہ وہ کیسا ظالم باپ ہے کہ اکیلا مزے اڑائے اور اس کی اولاد فاقہ کشی کر رہی ہو یہ طلباء مجھے اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں اگر آپ کی یہی شرط ہے تو اپنا سامان واپس لے جائیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اس پر تحصیلدار صاحب شرمندہ ہوئے اور انہوں نے معافی مانگی اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی مرضی جیسے چاہیں استعمال کریں۔

دنیا سے بے رغبتی

تقسیم ہند کے بعد جب بہاول نگر سے بہت سے ہندو اور سکھ اپنے مکانات اور جائیدادیں چھوڑ کر انڈیا چلے گئے تو پاکستان حکومت نے وہ جائیدادیں اور مکانات مہاجروں کو الاٹ کرنا شروع کر دیے چونکہ والد گرامیؒ اس علاقہ میں واحد مستند عالم

تھے اور دینی مسائل اور فتاویٰ میں مرجع تھے تمام سرکاری چھوٹے بڑے افسران والدگرامیؒ کا نہایت احترام کرتے تھے تو جب الاٹمنٹ شروع ہوئی تو بعض با اختیار افسران حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اشارہ فرمائیں تو کئی مکانات آپکے نام الاٹ کر دیتے ہیں جو ساز و سامان سے بھرے ہوئے ہیں تو آپؒ نے فرمایا ان میں میرا استحقاق نہیں ہے اور میں اس کام کے لیے گھر سے نہیں نکلا میرا مطمع نظر تو اشاعت دین اور رضاء الٰہی ہے اور اس کی خاطر سینکڑوں ایکڑ زمین اپنے وطن چھوڑ آیا ہوں مجھے دنیا نہیں چاہیے۔

ان کی اس قربانی کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آل اولاد میں علم اور روحانیت کو باقی رکھا ورنہ جو اہل علم اس رو میں بہہ گئے انکی اولادیں اس نعمت عظمٰی سے محروم ہو گئیں۔

تبلیغی جماعت کی امارت

تقسیم ہند کے بعد آپؒ کو تبلیغی جماعت کا پہلا امیر بنایا گیا تقسیم ہند سے پہلے بہاول نگر شہر میں بڑا ریلوے جنکشن تھا ریل گاڑی دہلی سے کراچی بہاول نگر سے ہو کر گزرتی تھی تقسیم ہند سے پہلے بڑے بڑے اکابر جیسے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ، جیسے حضرات یہاں سے گزرے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کے قافلے سب سے پہلے بہاول نگر رکتے تھے مدرسہ جامع العلوم اور ریلوے اسٹیشن کے درمیان ریلوے کے وسیع میدانوں میں مہاجرین کے کیمپ لگے ہوئے تھے جہاں لٹے پٹے قافلوں کو ٹھہرایا جاتا تھا آپؒ نے ایک وقت مقرر کیا ہوا تھا جسمیں اساتذہ اور طلباء کو لیکر ان کیمپوں میں گشت کرتے نماز کی تلقین کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے حتیٰ کہ ان کی ضروریات بھی پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

تبلیغی جماعت کے دوسرے عالمی امیر حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ سے آپؒ کی ملاقات تھی رائیونڈ میں جو پہلا اجتماع منعقد ہوا تھا اسمیں شرکت فرمائی تھی اس کے بعد بھی تاصحت شرکت فرماتے رہے والد گرامیؒ کی علالت کے زمانے میں تبلیغی جماعت کے اکابرین حضرت مولانا سعید خان صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحبؒ، حضرت مولانا جمشید صاحب مدظلہ، حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ اور دیگر حضرات عیادت کے لیے تشریف لائے تھے۔

نانا جان حضرت قاری ابوالحسن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

والد گرامیؒ کے عقد نکاح سے پہلے اس شخصیت کا تذکرہ ضروری ہے جنکی دعاؤں کے شرف نے والد گرامیؒ کے علم اور روحانیت کو مزید چار چاند لگا دیے اور جنکی دختر نیک اختر حضور اقدس ﷺ کے ارشاد مبارک

﴿**نعم متاع المؤمن المرأة الصالحة**﴾ کی مصداق ثابت ہوئیں۔

نانا جانؒ کا تعلق سہارنپور کے قصبہ (بہیٹ) کی ایک بستی نوں گاؤں سے تھا اٹھارہ سال کی عمر میں پانی پت سے قرآن مجید تجوید و قرأت کے ساتھ حفظ کر کے گاؤں واپس تشریف لے آئے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے اجل خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہمہ وقت اپنے شیخ کی خدمت میں رہتے۔ ایک دن بہاولنگر سے حضرت رائے پوری کے اجل خلیفہ حضرت مولانا اللہ بخش صاحبؒ بہاولنگری کا خط پہنچا جسمیں انہوں نے اپنے شیخ سے مدرسہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد ضلع بہاولنگر کے شعبہ حفظ کیلئے ایک استاد بھیجنے کی درخواست کی جو تجوید و قرأت کیساتھ قرآن پڑھا سکے حضرت رائے پوریؒ کی نظر انتخاب نانا جانؒ پر پڑی اور حکم فرمایا کہ آپ فوراً منچن آباد چلے جائیں نانا جانؒ نے ذرا بھی تردد اور تامل نہیں کیا اور فوراً رخت سفر باندھ لیا اور بذریعہ ٹرین منچن آباد کیلئے

روانہ ہوگئے۔

نانا جانؒ اگرچہ بہت پختہ حافظ اور بڑے مشاق قاری تھے لیکن نوعمر تھے جب منچن آباد اسٹیشن پر پہنچے تو جو لوگ لینے کیلئے آئے تھے وہ پہچان نہ سکے کہ یہی قاری صاحب ہیں بلکہ انہیں طالب علم سمجھا اور قاری صاحب کو تلاش کرتے رہے نانا جانؒ نے اپنا صندوق سر پر رکھا ڈیڑھ دو میل پیدل سفر کر کے مدرسہ صادقیہ عباسیہ پہنچے بعد میں استقبال کرنے والوں کو پتہ چلا کہ قاری صاحب مدرسہ پہنچ گئے ہیں اور جس کو طالب علم سمجھا تھا وہی استاد تھے، بقول ایک بزرگ کے ؎

خاک سمجھا تھا جسے وہ ہی لعل بدخشاں نکلا

نانا جانؒ غالباً ضلع بہاول نگر میں وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے تجوید کیساتھ قرآن پاک پڑھنے کا رواج ڈالا نانا جانؒ عاشقین قرآن میں سے تھے قرآن مجید پڑھنا پڑھانا ان کا اوڑھنا بچھونا تھا چالیس سال سے زائد عرصہ تک ہزاروں انسانوں اور جنات کو قرآن پاک پڑھایا فجر سے عشاء تک انسانوں کو پڑھاتے اور نصف شب کے بعد جنات کی کلاس لگتی تھی۔

سردی گرمی صحت و بیماری میں ان کے معمول کا ناغہ نہیں ہوتا تھا کثرت جلوس کیوجہ سے بواسیر کی سخت شکایت ہوگئی تھی اس حالت میں بھی گھنٹوں اکڑوں بیٹھ کر پڑھاتے تھے مدرسہ صادقیہ عباسیہ کی انتظامیہ سے اختلاف کی وجہ سے آخر میں مستعفی ہوگئے تھے اور محلّہ پراچہ میں پراچہ برادری کے تعاون سے مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی دن میں وہاں پڑھاتے اور مغرب کے بعد اپنی رہائش کے قریب مسجد میں جو قاری صاحب والی مسجد کے نام سے مشہور ہے پڑھایا کرتے تھے۔ گھر سے ان کا تعلق واجبی سا تھا زیادہ تر وقت مدرسہ اور مسجد میں تعلیم و تعلم اور تلاوت و ذکر میں گذرتا تھا۔ صاحب کرامت بزرگ تھے اور طیّ الارض کی کرامت ان کو حاصل تھی۔

نانا جانؒ کا ایک صاحبزادہ اور تین صاحبزادیاں تھیں صاحبزادہ سات آٹھ سال کی عمر میں انتقال کر گیا اس پر بچپن ہی سے جذب الٰہی کے آثار تھے عام بچوں سے بہت مختلف تھا شروع ہی سے مسجد سے بڑی محبت تھی گھر سے جو پیسے وغیرہ ملتے وہ جمع کر کے کھجور کے پنکھے خرید کر نمازیوں کیلئے لے آتا اور مسجد کی صفائی وغیرہ کرتا رہتا اور اس کے ساتھ نہایت ذکی اور ذہین بھی تھا نانا جانؒ کو اس سے بہت سی خیر کی توقعات تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر کم پائی تھی قاری صاحب کی بچیاں جب بالغ ہوئیں تو انکے رشتوں کے سلسلے میں یہ طے فرمایا کہ رشتہ صرف عالم ربانی کو دوں گا خواہ وہ فقیر اور قلاش کیوں نہ ہو چنانچہ بڑی بیٹی کا رشتہ قاری محمود الحسن صاحب مظاہریؒ کو دیا جو قصبہ بہیٹ میں ایک مدرسہ کے ذمہ دار تھے اور دوسری بیٹی کا رشتہ مولانا غلام احمد مظاہریؒ کو دیا جو مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ کے خادم خاص تھے اور بہاول نگر میں خدمت دین میں مشغول تھے اور تیسری بیٹی کا عقد والد گرامیؒ سے ہوا۔

نانا جانؒ ۱۹۶۸ء میں اپنی والدہ کے انتقال کے ایک ہفتہ بعد مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے ﴿ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ﴾ حالانکہ بہت جلد جنازے کی تیاری ہو گئی تھی لیکن پھر بھی بے شمار مخلوق نے شرکت کی اژدھام کی وجہ سے چارپائی کے ساتھ بانس باندھے گئے اور بہت سے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے جو اجنبی معلوم ہوتے تھے اور سفید لباس میں ملبوس تھے معلوم نہیں مردان غیب سے تھے یا جنات تھے نانا جانؒ نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔

والد گرامیؒ کا عقد نکاح

والد گرامیؒ کے عقد نکاح کا سبب یہ بنا کہ نانا جانؒ کے بڑے داماد حضرت مولانا غلام احمد خان صاحب مظاہریؒ سے کسی نے والد صاحبؒ کی وسعت علمی،

قابلیت اور صلاح وتقویٰ کا ذکر کیا اور بتلایا کہ وہ مسافر ہیں اور دین کے خدام اور معاونین یہ چاہتے ہیں کہ انکا کہیں نکاح ہو جائے تاکہ یکسوئی اور جم کر مدرسہ کی خدمت کرسکیں۔ مولانا مظاہری نے یہ بات اپنے سسر حضرت قاری صاحبؒ سے بیان کی نانا جانؒ فوراً اپنی چھوٹی بیٹی کے عقد کے لیے تیار ہوگئے اور اپنے چھوٹے بھائی قاری رفیق صاحب مظاہری کو تحقیق حال کیلئے مقرر کیا، قاری رفیق احمد صاحبؒ اور نانی جان بہاولنگر آئے اور آپ سے ملاقات کی اسوقت مدرسہ میں صرف ایک ہی کمرہ تعمیر شدہ تھا جسمیں والدگرامیؒ کی رہائش تھی باقی طلباء وغیرہ کیلئے جھونپڑیاں تھیں اور تعلیم وغیرہ بھی اکثر درختوں کے نیچے ہوتی تھی۔

والدگرامیؒ کے کمرے میں ایک چٹائی تھی اس پر ایک پرانا سا بستر تھا ایک پرانا ٹرنک تھا چند برتن تھے ان میں چائے دانی کی حالت یہ تھی کہ وہ تاروں سے بندھی ہوئی تھی اور زیادہ کتابیں تھیں جو دارالعلوم دیوبند سے ساتھ لائے تھے ملاقات کے بعد واپس جا کر قاری رفیق احمد صاحبؒ نے نانا جان سے عرض کیا کہ اگر دنیا کے حساب سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں اور اگر علم اور روحانیت دیکھنی ہے تو اس کا گھر بھرا ہوا ہے، نانا جانؒ نے فرمایا مجھے دین اور آخرت ہی مطلوب ہے دنیا تو جو مقرر ہے وہ ملے گی چنانچہ وقت عقد طے ہوگیا۔

والدگرامیؒ کے دوستوں نے خصوصاً خاکوانی صاحبان نے خصوصی دلچسپی لے کر شادی کے انتظامات کیے اور علماء اور صلحاء کی ایک جماعت اس مسافر اور مہاجر اللہ والے کے براتی بن کر دوسرے اللہ والے کے گھر پر پہنچے۔

والدگرامیؒ نے اس موقع پر اپنے شفیق استاد مولانا ثبوت اللہ کاشغریؒ کا عطا کردہ متبرک جبہ زیب تن کیا وہ ہلکا سا سبز رنگ کا تھا اور بوسیدگی کیوجہ سے کئی جگہ سے پھٹ چکا تھا لیکن والدگرامیؒ نے بڑے اہتمام کیساتھ زندگی کے اس اہم موڑ پر اسکی

برکت حاصل کی اوراس بوسیدگی اور پھٹے پرانے جبے کو زیب تن کرنے میں ذرا بھی شرمندگی اور خفت محسوس نہیں کی اور یہی اللہ والوں کی شان ہے کہ وہ کسی ماحول سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ انکی نظر حقیقت پر ہوتی ہے ۔

ان کے جلوؤں کی تجلی دل میں جب لہرائے ہے
سارے عالم کا تماشہ بے قدر ہو جائے ہے

(دیوان اختر)

والد گرامیؒ کا سفر حج

شادی کے ایک سال بعد آپؒ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ریاض احمد رکھا گیا لیکن وہ دو سال بعد انتقال کر گیا جس کا آپؒ کو بہت صدمہ ہوا اور قلب میں یہ وسوسہ بیٹھ گیا کہ شاید میری اولاد نہ پنپ سکے کیونکہ آپؒ کے والدین کے بھی آپؒ کے علاوہ تمام بچے انتقال کر گئے تھے تو آپ نے اس صدمہ جاگزیں کا مداوہ کرنے کے لیے حرمین شریفین کی زیارت کرنے کا عزم کیا اور حج کی تیاری شروع فرمائی استاد محترم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے ہجرت سے قبل آپؒ کو یہ نصیحت کی تھی کہ تم مسافر اور مہاجر آدمی ہو تمہارا یہاں نہ کوئی خاندان اور نہ کوئی قوم قبیلہ ہے کسی وقت بھی کوئی افتاد اور مصیبت آسکتی ہے لہٰذا جو بھی تھوڑی بہت آمدن ہو اس کا چوتھائی حصہ ضرور پس انداز رکھنا لہٰذا اس نصیحت پر عمل کی برکت تھی کہ بحری جہاز سے حج کی آمدورفت کے اخراجات آسانی سے مہیا ہوگئے جب آپؒ نے عزم مصمم کرلیا تو والدہ محترمہ نے بھی سفر حج کا ارادہ ظاہر فرمایا تو آپؒ نے فرمایا کہ میرے پاس تو صرف اپنے اخراجات ہیں اگر آپ اپنے جہاز کی ٹکٹ کا بندوبست خود کرلیں تو میں لیجانے کیلئے تیار ہوں چنانچہ ان کے والدین نے شادی پر جو طلائی زیورات دیے تھے وہ فروخت کر کے حج کی درخواست جمع کروادی یہ غالباً ۱۹۵۰ء کی بات ہے تو والد

گرامیؒ والدہ محترمہ کیساتھ کراچی سے بذریعہ بحری جہاز حج کیلئے روانہ ہو گئے وہ بحری جہاز مال بردار تھا مسافر جہاز نہیں تھا جس کی وجہ سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑی وہ راستے میں خراب ہو گیا اور ایک ہفتہ تک سمندر میں کھڑا رہا حجاج کرام کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو چلا تھا لیکن ان زائرین حرم کی آہ وزاریوں پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ایک ہفتہ کے بعد وہ چلنے کے قابل ہوا اور اللہ اللہ کر کے جدہ پہنچا واپس حجاج نے اس جہاز سے آنے سے انکار کر دیا جس پر حکومت نے ایک اچھا مسافر بحری جہاز مہیا کیا جس سے راحت کیساتھ حجاج کرام واپس آئے۔

اس زمانے میں حرمین کے سفر کے لیے ایسی سہولیات نہیں تھیں جیسے آجکل میسر ہیں سفر حج کیلئے کئی کئی مہینے لگ جاتے تھے لیکن ان لوگوں میں جذبہ عشق ومحبت اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ ہنستے ہنستے ان تکالیف کو گوارہ کر لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ اس زمانے کے حجاج کرام کی بہت بڑی تعداد نے پاپیادہ حج کی سعادت حاصل کی ہے اور پہلے زمانے میں حج کرنے والوں کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس مبارک سفر کو صرف افعال عمرہ یا افعال حج تک محدود نہیں رکھتے تھے بلکہ موسم حج میں آنے والے علماء اور صلحاء اور مجاورین حرمین کی زیارت اور صحبت اور ان سے علمی اور روحانی افادہ اور استفادہ فرماتے تھے اور اس سفر میں بھرپور علمی اور روحانی فوائد اور منافع حاصل کرتے تھے اور قرآن مجید کے ارشاد

واذن فی الناس بالحج یأتوک رجالاً وعلی کل ضامر یأتین من کل فج عمیقo لیشھدوا منافع لھم ویذکر وااسم اللّٰہ فی ایام معلومات الخ (سورۃ حج آیت ۲۸۔۲۷)

ترجمہ۔(اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آئیں راہوں دور سے تا کہ پہنچیں اپنے

فائدہ کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں)۔

پر پورا پورا عمل کرتے تھے چنانچہ والد گرامیؒ کا سفر بھی اسی طرح کا تھا ان کے ہم وطن مہاجرین جو بخارا ، سمرقند ، کاشغر اور ختن سے کمیونسٹ انقلاب کے دوران ہجرت کر کے حجاز مقدس آ گئے تھے انہوں نے جدہ ،مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ میں ہم وطن حجاج کرام کے لیے رباطین بنوائی تھیں جو رباط بخاری وغیرہ کے نام سے مشہور تھیں ان میں آنے والے علماء اور صلحاء سے لوگ استفادہ کرتے تھے چنانچہ آپؒ سے بھی ہم وطنوں نے علمی استفادہ حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ آپؒ کو وہاں مستقل رہنے پر مجبور کیا گیا بلکہ جدہ میں ایک ہزار ریال کا ایک مکان بھی آپ کیلئے خریدا گیا لیکن آپؒ نے حضرت میرٹھیؒ کی وصیت کو سامنے رکھتے ہوئے انکار فرما دیا اور حج کے بعد واپس بہاول نگر تشریف لے آئے۔

والد گرامیؒ حج سے فراغت کے بعد زیارت مدینہ کیلئے روانہ ہو گئے کیونکہ مستحبات میں سب سے افضل عمل پیغمبر علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت ہے اور آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ ﴿**من حج ولم یزرنی فقد جفانی**﴾ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔اس لیے افعال حج کے بعد سب سے اہم زیارت مدینہ ہے بہر حال آپؒ کا قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہو گیا یوں تو اس سفر کے شروع ہی سے آپؒ عشق رسول اللہ ﷺ سے سرشار تھے اور جذبہ محبت جوش مار رہا تھا لیکن جب حَرَّہ کے کالے کالے پتھروں پر نظر پڑی جو کہ مدینہ منورہ کے محافظوں کی حیثیت سے مدینہ منورہ کے اردگرد پھیلے ہوئے ہیں اور منزل محبوب کے قریب آنے کا پتہ دیتے ہیں تو آپؒ کے صبر کا بندھن ٹوٹ گیا آنکھیں موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگیں اور فرط محبت سے ہچکی بندھ گئی اور یہ کیفیت اسوقت تک ختم نہ ہوئی جب تک وصل محبوب کی نعمت سے سرفراز نہیں ہو گئے مدینہ منورہ

کے قیام کے دوران علماء اور صلحاء کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے خاص طور پر اپنے مشفق و مربی استاد حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی کی زیارت اور صحبت سے خوب مستفید ہوئے مسجد نبوی میں اکثر چھتریوں کے نیچے تشریف فرما ہوا کرتے تھے اس وقت وہاں سب کنکریاں تھیں لیکن آپ گھنٹوں بے خودی و وارفتگی کے عالم بیٹھے رہتے تھے قرآن مجید اور درود شریف کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت کے پھوپھی زاد بھائی حاجی عبدالمجید تختہ نے راقم کو وہ جگہ دکھائی تھی جہاں والد صاحبؒ تشریف فرما ہوا کرتے تھے یہ ۱۹۹۵ء کی بات ہے جب یہ فقیر مدینہ منورہ حاضر ہوا اس وقت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات بھی چھتریوں کی جگہ پر ہی ہوئی۔ حاجی صاحب کا چہرہ مہرہ، چال ڈھال، انداز گفتگو، والد صاحبؒ سے بہت ملتا جلتا تھا۔

مدینہ منورہ میں بھی کافی ہم وطن تھے یہاں بھی انہوں نے خوب استفادہ کیا آپؒ نے مدینہ منورہ سے کافی دینی کتابوں کی خریداری کی جو مطبوعہ مصر تھیں جن میں بخاری شریف کی شروحات، تفاسیر، بلاغت اور فقہ کی کتابیں شامل تھیں تقریباً چار پانچ لوہے کی پیٹیوں میں یہ کتب لیکر آئے جب یہ سامان بہاول نگر اسٹیشن پر پہنچا تو حضرت کے استقبال کے لیے آنے والوں نے سمجھا کہ حضرت بہت مال واسباب خرید کر لائے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ "ہمارا زیور و مال تو کتابیں ہی ہیں" آپؒ نے یہ کتابیں وفات سے قبل مدرسہ کیلئے وقف فرمادیں جن سے آج تک استفادہ کیا جارہا ہے۔ آپؒ نے دوبارہ حج پر جانے کے لیے اسی (۸۰) کی دہائی میں بہت کوششیں کیں لیکن قرعہ اندازی میں نام نہ آیا اور دوبارہ زیارت حرم کی تمنا دل میں لیے ہوئے دنیا سے کوچ فرما گئے۔

••

مال میں برکت

حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ نے اپنے شاگرد رشید حضرت والد صاحبؒ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ تم مسافر ہو تمہارا کوئی قوم،قبیلہ اور عزیز و اقارب نہیں ہیں اگر ایک روپیہ کماؤ تو چار آنے ضرور پس انداز رکھنا تا کہ مشکل اور ضرورت میں کام آئے۔

حضرت والد صاحبؒ نے ۱۹۴۸ء میں شادی کی شادی کے موقع پر احباب نے تقریباً ۱۲۰۰ روپے ھدیہ پیش کیا حضرت والد صاحبؒ کے دوست حاجی غلام حیدر خان آڑھتی غلہ منڈی بہاول نگر نے عرض کیا کہ آپ یہ رقم مجھے تجارت کے لئے دے دیں تا کہ اس میں اضافہ ہو حضرت والد صاحبؒ نے انہیں رقم دے دی جوانہوں نے پانچ چھ سال تک تجارت میں لگائی اور گیارہ ہزار بنا کر واپس کئے جس سے حضرت والد صاحبؒ نے منچن آباد کے قریب پندرہ ایکڑ زمین خرید لی اور مہاجر کالونی بہاول نگر میں سات سو روپے کا ایک کوارٹر خریدا اور موچی پورہ بہاول نگر میں ایک کینال کا سفید پلاٹ نو سو روپے کا خریدا۔حضرت والد صاحبؒ کے دوست خواجہ فیض ٹھیکیدار مرحوم نے عرض کیا کہ میں یہ مکان اپنی طرف سے تعمیر کروا دیتا ہوں اور پھر کرائے پر دے دوں گا جب میری رقم پوری ہو جائے گی تو آپ کو واپس کر دوں گا حضرت والد صاحبؒ نے ان کی اس پیش کش کو قبول کر لیا اور انہوں نے وہاں دو مکان تعمیر کئے اور کئی سالوں بعد حوالے کر دیے۔

پھر یہ جائیداد سوائے ایک مکان کے بچوں کی تعلیم اور شادی و بیاہ کی غرض سے فروخت کر دیے اور جو ایک مکان بچا تو وہ مرض الوفات میں چھوٹے بھائی مفتی خلیق احمد اور دو چھوٹی ہمشیرہ کیلئے وصیت فرما دی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مسافر کے مال میں برکت فرمائی اور مسافرت

کی مشکلات میں یہ چیز معین بنی۔

جامع مسجد بہاول نگر کی امامت اور خطابت

بہاول نگر کی مرکزی مسجد نادر شاہ بازار ۱۹۱۳ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا اللہ بخشؒ بہاولنگری کی توجہ اور نگرانی میں تعمیر ہوئی (اب ۲۰۰۶ء میں اس مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا ہے) اس مسجد میں شروع ہی سے اکابر اولیاء کرام خدمت کرتے رہے ہیں چنانچہ قیام پاکستان سے پہلے سراج المحدثین حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ اپنے دو سالہ قیام کے دوران خطبہ جمعہ اور درس قرآن وحدیث دیتے رہے بلکہ سالکین کی تربیت گاہ بھی اسکو بنایا ہوا تھا ان کے بعد والد گرامیؒ نے تقریباً ۳۰ سال اس مسجد کی امامت اور خطابت فرمائی۔

والد گرامیؒ نے اس مسجد کی خدمت کو تربیت کا ذریعہ بنایا اور لوگوں کے عقائد اور اعمال کی درستگی پر توجہ فرمائی۔ بہاول نگر شہر میں زیادہ اکثریت مہاجر مسلمانوں کی تھی اور اکثر برادری اور خاندانوں میں بدعات اور غیر شرعی رسومات رائج تھیں آپؒ مجمع عام میں کوئی اختلافی بات نہیں فرماتے تھے لیکن اختلافی مسائل میں راہ حق اور صراط مستقیم دکھانے کے لیے خصوصی مجلس فرماتے اس کیلئے جامع مسجد کے اوپر بنا ہوا حجرہ استعمال فرماتے، مغرب یا عشاء کے بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد اس میں تشریف رکھتے اور جو دو دو، چار چار، دس دس آدمی جمع ہو جاتے انکی اصلاح اور تربیت فرماتے خاص طور پر شرکیہ عقائد اور بدعات کی بڑی دلنشین اور مدلل انداز میں قباحت اور برائی بیان فرماتے جس سے سننے والے جلد ان سے توبہ تائب ہو جاتے۔ آپؒ اس خصوصی نشست میں آنے والوں کا بہت اکرام فرماتے اور اپنے ذاتی مصرف سے ان کے لیے چائے پانی کا انتظام کراتے اس تالیف قلب سے بھی ان لوگوں پر بہت اثر ہوتا،

آپؒ کی اس محنت سے بہت بڑی بڑی برادریوں کی اصلاح ہوئی آج بھی ان کے بڑے بوڑھے ملتے ہیں تو آپؒ کا رورو کر تذکرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ختنیؒ نہ ہوتے تو ہم شرک و بدعات کے گڑھے میں پڑے ہوتے ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ ہدایت دکھائی۔﴿جزاه الله عنا وعن جميع المسلمين خيراً﴾

اس دوران یہ معمول بھی رہا کہ عصر کے بعد کسی دوکان پر تشریف لے جاتے تاجر حضرات جمع ہو جاتے مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی جس سے ذہن سازی ہوتی اور لوگوں میں دینی مسائل سے آگاہی اور شعور پیدا ہوتا اور نیکی کا جذبہ اجاگر ہوتا

جمعۃ المبارک سے واپسی پر حاجی علیم الدین صاحب (مرحوم) جو کہ حضرت میرٹھیؒ کے متوسلین میں سے تھے ان کے ہوٹل (المعروف زمیندارہ ہوٹل) پر تشریف لے جاتے جہاں وہ چائے وغیرہ سے تواضع کرتے اور مختصر سی نشست ہوتی جس سے لوگوں کو بہت نفع ہوتا۔

والد گرامیؒ نے دوسرا کام یہ کیا کہ لوگوں کو اس بات پر تیار کیا کہ وہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوائیں چنانچہ بہت سے لوگ تیار ہوگئے اور مختلف خاندانوں سے بہت سے بچے دینی تعلیم حاصل کرنے لگے آپؒ نے ان کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی بعض تو مکمل عالم بن گئے اور بعض حافظ، قاری بن سکے لیکن اس سے ان خاندانوں کی بہت کچھ اصلاح ہوئی اور وہ شہر جہاں ہر طرف بدعات فروغ پا رہی تھیں وہاں اہل حق کی اکثریت ہوگئی آپؒ کے اخلاص اور محنت کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ شہر میں پچاس سے زائد مساجد جو کہ شہر کی کل مساجد کا دو تہائی حصہ ہیں اہل حق سے منسوب ہیں اور ان میں آپؒ کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عیدین کی امامت

حضرت والد صاحبؒ نے آخری تین چار سالوں کے علاوہ ہمیشہ عیدین کی نماز خود پڑھائی بہاول نگر اور مضافات کی اکثریت آپؒ کے پیچھے نماز عید پڑھتی تھی عید سے پہلے عید سے متعلقہ احکام کے بارے میں بیان آپؒ کے تلامذہ مولانا حافظ رفیع الدین صاحبؒ کرتے تھے۔حافظ صاحبؒ کی وفات کے بعد قاری عبدالغفور صاحبؒ اور مولانا عبدالحفیظ صاحب (خطیب ریلوے مسجد) بیان کرتے تھے راقم کے آنے کے بعد خطابت اور امامت دونوں ذمہ داریاں بندہ پر ڈال دیں۔عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے والوں کی لمبی قطار بن جاتی تھی جس میں ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ ہوتے تھے حضرت والد صاحبؒ کی اس موقع پر عجیب شان ظاہر ہوتی تھی۔

عید کے چاند کے بارے میں ضلع بہاول نگر میں آپؒ کا فیصلہ مستند ہوتا تھا اور اگر چاند دیکھنے کے بارے میں کوئی چیز واضح نہ ہوتی تو دارالعلوم کراچی کے فتوے پر عمل فرماتے۔

عید کے دن دوسرے وقت سسرالی عزیز داروں کے ہاں خود تشریف لے جاتے اور بچوں کو عیدی مرحمت فرماتے خاص طور پر اپنے ہم زلف مولانا غلام احمد خان مظاہریؒ کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے۔

مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر کا اہتمام

۱۹۴۵ء میں بانی مدرسہ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کے تشریف لے جانے کے بعد مدرسہ کی جملہ ذمہ داریاں والد گرامیؒ پر آپڑیں آپؒ کی طبیعت میں گوشہ نشینی، گمنامی، مطالعہ، اور درس و تدریس سے شغف اور اللہ اللہ کرنے کیلئے یکسوئی تھی اس لیے ادارہ کے انتظام و اہتمام کا کام ان کی طبیعت کے یکسر خلاف تھا لیکن استاد محترم کے حکم سے اس کو مجاہدہ سمجھ کر قبول کیا اور پچاس (۵۰) سال تک

اس کام کواحسن طریقے سے انجام دیا۔

آپؒ نے انتظامی مصروفیات کے باوجود کبھی درس وتدریس نہیں چھوڑی اور فرماتے تھے کہ علم کی بقاء درس وتدریس کے ساتھ ہے اوراس کی نصیحت اپنے جانشینوں کوفرمائی بلکہ یہاں تک فرمایا کہ اگر اہتمام اور تدریس دونوں کو جمع رکھنا مشکل ہوجائے تواہتمام چھوڑ دیا جائے۔

شروع میں آپؒ چودہ اسباق پڑھاتے تھے درس نظامی کی شاید ہی کوئی کتاب ہوجوآپؒ نے نہ پڑھائی ہوخصوصاً علوم آلیہ میں توزبردست دسترس تھی جن کے استفادہ کیلئے دور دراز سے طلباء آتے تھے دسیوں اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں حضرت کے تلامذہ پائے جاتے ہیں۔آخری حیات میں بھی چار سبق زیر تدریس رہے۔

حضرت میرٹھیؒ نے جوامانت مدرسہ کی شکل میں آپ کوسونپی تھی اس کو ہمیشہ دل وجان سے زیادہ عزیز رکھااوراس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی اورحضرت استاد کے سامنے مسئولیت کا خوف ہمیشہ دامن گیر رہااورفرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس گلشن کواپنے خون جگر سے سینچا ہے اورفرمایا کہ مجھ پر بعد میں یہ راز منکشف ہوا کہ کہ حضرت استاد نے اس مدرسہ کی تعمیرنو کے موقع پر مجھ سے پہلی اینٹ کیوں رکھوائی تھی؟ پچاس سال تک اس ادارہ کو چلانا اوراس کی تعمیر وتوسیع کرنا والد گرامیؒ کی کرامت نظرآتی ہے۔

مدرسہ کی تعمیر کا غیبی سامان

مدرسہ صرف ایک کمرے اور چند چھونپڑیوں پر مشتمل تھا والد گرامیؒ کواس بات کی بڑی فکرتھی کہ مدرسہ کی تعمیر ہواوراس کے لیے بہت دعائیں فرماتے تھے ایک مرتبہ مدرسہ میں فنڈز بالکل ختم ہوگئے یہاں تک کہ طلباء کیلئے دال روٹی کا انتظام مشکل

ہوگیا تو آپؒ بہاول نگر کے قریبی شہر ہارون آباد تشریف لے گئے جہاں مدرسہ کے ایک معاون تھے جو رمضان المبارک میں مدرسہ کا کچھ تعاون کرتے تھے آپؒ نے سوچا کہ ان سے مل کر جو وہ رمضان میں تعاون کرتے ہیں وہ پہلے ہی لے لیا جائے تاکہ کام چل سکے آپؒ وہاں پہنچے تو وہ صاحب محبت سے ملے اور چائے وغیرہ کے ساتھ تواضع کی اور جب یہ بات آپؒ نے ان کے سامنے رکھی تو وہ سن کر خاموش ہو گئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے معذرت کر لی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے آپؒ کو بڑا صدمہ ہوا اور بڑی شدت سے احساس ہوا اور رہ رہ کر خیال آنے لگا کہ میں غیر کے دروازے پر کیوں آیا؟ بس اسٹینڈ پر آئے بس میں بیٹھے اپنے چہرے پر رومال ڈال کر احساس ندامت سے رونے لگے نصف راستے تک روتے رہے، جب قلب کا بوجھ ختم ہوا تو اس احساس فرحت نے آ پکڑا کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے تبھی تو غیر کے دروازے سے مایوس کر کے اپنے طرف متوجہ فرمایا ہے پھر احساس خوشی میں رونا شروع کر دیا بہاول نگر پہنچنے تک یہ کیفیت رہی جب مدرسہ پہنچے تو کراچی سے حضرت میرٹھیؒ کے دو مرید تشریف لائے ہوئے تھے جنہیں حضرت میرٹھیؒ نے مدینہ منورہ سے حکم فرمایا تھا کہ بہاول نگر جا کر مدرسہ جامع العلوم دیکھو اور اس کی ضروریات پوری کرو انہوں نے اس وقت پانچ سو روپے مدرسہ کیلئے پیش کیے اور دس درسگاہوں کی تعمیر کا وعدہ فرمایا جو انہوں نے جلد پورا کر دیا یہ بڑی پرشکوہ عمارت تھی تقریباً ۵۵ سال بعد اب وہاں الحمدللہ نئی عمارت تعمیر ہوئی ہے آپؒ کا اس غیبی امداد کو دیکھ کر ایمان و یقین میں اور اضافہ ہوگیا پھر دھیرے دھیرے باقی تعمیر بھی مکمل ہوگئی۔

مدرسہ کیلئے فنڈز کی فراہمی میں عزت نفس اور عظمت دین کی پاسداری

والدگرامیؒ ہمیشہ مدرسہ کے جملہ معاملات خواہ انتظامی ہوں یا تدریسی یا فنڈز

کی فراہمی ہو یا دیگر معاملات اس میں بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے مدرسہ کیلئے فنڈز کی فراہمی میں ہمیشہ عزت نفس اور عظمت دین کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے اگر کوئی شخص عظمت دین کو پامال کر کے یا انکی عزت نفس کو مجروح کر کے مدرسہ کی خدمت کرنا چاہتا تو ہرگز قبول نہ فرماتے اور سختی سے رد فرما دیتے۔

ایک مرتبہ آپؒ لاہور تشریف لے گئے وہاں مدرسہ کے معاون سے ملاقات فرمائی وہ دوران گفتگو علماء پر تبصرہ کرنے لگا جس پر آپؒ نے اہل علم کا دفاع کیا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا بعد میں اس نے مدرسہ کیلئے پانچ ہزار روپے پیش کیے جس کو آپؒ نے واپس کر دیا اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور غصہ سے فرمایا کہ اس کا کفن بنا لو اور پھر مدرسہ میں واپس آ کر محاسب مدرسہ سے فرمایا کہ اس شخص سے کبھی بھی مدرسہ کیلئے امداد قبول نہ کریں۔

اسی طرح ایک مرتبہ بہاول نگر کے ایک مدرسہ کے خیر خواہ نے آپؒ سے عرض کیا کہ کراچی میں ایک سیٹھ ان کے دوست ہیں اگر انہیں مدرسہ کے سلسلے میں متوجہ کیا جائے تو مدرسہ کو کافی فائدہ ہوسکتا ہے ان کے کہنے پر آپؒ نے مدرسہ کی چند سالہ روئیداد، تعارف وغیرہ بھجوا دیا اس کے بعد وہ بہاول نگر کا ساتھی اس پر اصرار کرتا رہا کہ کراچی چل کر اس سے ملاقات کی جائے پہلے تو آپؒ تیار نہیں ہوئے پھر کچھ عرصہ بعد جامعہ اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سے اختتام بخاری شریف و دستار بندی کے جلسے کی دعوت آئی اس پر یہ پروگرام طے ہوا کہ کراچی چل کر پہلے اس سیٹھ سے مدرسے کے سلسلے میں ملاقات کر لی جائے پھر جلسہ میں شریک ہوا جائے آپؒ سیدھے کراچی تشریف لے گئے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں قیام فرمایا اپنے شیخ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی زیارت کی اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور دیگر علماء سے ملاقات فرمائی اس کے بعد ایک ساتھی کو ساتھ لے کر اس سیٹھ کے دفتر تشریف لے

گئے اس کے دفتر کے باہر مسلح گارڈ ز موجود تھے اور اندر بہت سے مدرسوں کے سفیر حضرات انتظار میں بیٹھے تھے جو غالباً مدارس کے سلسلے ہی میں آئے تھے آپؒ سیدھے اس سیٹھ کے پاس گئے علیک سلیک کے بعد آنے کی غرض بتلائی ، خط وکتابت اور بہاول نگر کے شخص کا حوالہ دیا اس نے زیادہ توجہ نہیں کی اور کچھ نازیبا کلمات کہے جس پر حضرت کا چہرہ سرخ ہوگیا اور غصے سے فرمایا کہ ہماری روئیداد وغیرہ واپس کرو اس نے میز کی دراز سے لفافہ نکال کر دے دیا حضرت نے وہ روئیداد اس کے سامنے پھاڑ کر زور سے اس کے منہ پر ماری وہ ہکا بکا رہ گیا اور ایسا مرعوب ہوا کہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

والد گرامیؒ وہاں سے واپس آکر ٹنڈو الہ یار جلسہ میں شریک ہوئے اس جلسے کے مہمان خصوصی ایک عرب مہمان اور شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تھے، حضرت کاندھلوی آپؒ کے استاد تھے اور بہت ہی خصوصی شفقت فرماتے تھے اور آپؒ کو طالب علمی سے متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ جلسہ کے بعد مدرسہ والوں کی طرف سے مہانوں کے اعزاز میں عشائیہ تھا حضرت کاندھلویؒ نے جو کہ عرب مہمانوں کیساتھ صدر نشست پر تشریف فرما تھے آپؒ کو اپنے اور اس مہمان کے درمیان بٹھایا اور اس عرب مہمان کو اپنے لائق شاگرد کا تعارف کروایا جب کھانا شروع ہوا تو حضرت کاندھلویؒ کبھی والد گرامیؒ کی پلیٹ میں کھانا ڈالتے اور کبھی عرب مہمان آپؒ کی پلیٹ میں، کھانا کھانے والوں کا ایک بہت بڑا حلقہ تھا آپؒ نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ سیٹھ بھی سامنے بیٹھا تھا جو دیدے پھاڑ پھاڑ کر آپؒ کو دیکھ رہا تھا جب کھانے سے فراغت ہوئی تو وہ سیٹھ آپؒ کے پاس آیا اور اس نے مدرسہ کی خدمت کیلئے لفافہ پیش کیا لیکن آپؒ نے سختی سے واپس کر دیا اس نے بہت منت سماجت کی لیکن آپؒ نے قبول نہیں فرمایا اور اپنے استاد حضرت کاندھلویؒ کے ساتھ مہمان خانے میں تشریف لے گئے اور پھر کبھی زندگی بھر اس سیٹھ سے رابطہ نہیں کیا۔

والد گرامیؒ کی احتیاط

والد گرامیؒ جب مدرسہ کے کسی کام کے سلسلہ میں سفر فرماتے تو اپنی راحت اور مدرسہ کی رقم کی حفاظت کے پیش نظر اگر ٹرین کے فرسٹ کلاس میں سفر فرماتے تو مدرسہ سے تھرڈ کلاس کا ہی کرایہ وصول کرتے اور اگر راستہ میں کسی ہوٹل وغیرہ میں گوشت تناول فرماتے تو مدرسہ سے دال کے پیسے لیتے اس طرح ان کی کوشش ہوتی کہ مدرسہ پر کم سے کم بوجھ ڈالا جائے اور زیادہ بوجھ اپنے ہی کھاتے میں ڈال لیتے۔

اس وقت رقم بینک میں رکھنے کا رواج نہ تھا گھر میں ہی مدرسہ کی رقم رکھتے تھے اگر کسی رقم کے بارے میں ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جاتا کہ ذاتی ہے یا مدرسہ کی تو مدرسہ میں دے دیتے اس کی وجہ سے ان پر قرض بھی ہو گیا تھا جس میں سے کچھ زندگی میں اور باقی وفات کے بعد ادا کر دیا گیا بعد میں بینک میں مدرسہ کا کرنٹ اکاؤنٹ کھول دیا گیا جس میں مدرسہ کی رقوم جمع کر دی جاتیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص جو اکیلا تھا اور اس کے صرف دور کے رشتے دار تھے اس نے اپنا مکان مدرسہ کی مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ تاحیات میں اس مکان میں رہوں گا اس پر والد صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر مسجد کے لیے وقف کرتے ہو تو پھر فروخت نہیں ہوسکتا اگر فروخت کرتے ہو تو خالی کرنا پڑے گا اور اگر زندگی میں نہ دیا تو بعد میں اول تو ورثاء دیں گے نہیں اور اگر دیں گے تو شرعاً ایک تہائی حصہ مسجد کو ملے گا اس پر مدرسہ کی شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا سب نے متفق ہو کر کہا کہ آپ اپنے نام کروالیں جب خالی ہو جائے گا تو فروخت کر کے رقم مسجد پر خرچ کر دیں گے اس پر والد صاحبؒ نے فرمایا ہرگز نہیں اگر اس سے پہلے میں مرجاؤں تو میرے ورثاء وراثت سمجھ کر تقسیم کرلیں تو میں آخرت میں کیا جواب دوں گا یہ سن کر سب حیران رہ گئے اس پر ایک شخص نے اسی وقت خریدنے کی پیش کش

کی چنانچہ قیمت طے کر کے اس سے وصول کر لی گئی اور مکان ان کے نام کر دیا گیا اور رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کر دی گئی جب اس شخص کا انتقال ہوا تو مکان خرید نے والے کا حوالے کر دیا گیا۔

مدرسہ کا انتظام وانصرام اور والد گرامیؒ کی کرامات

والد گرامیؒ نے جن نامساعد حالات اور مجاہدات کیساتھ تقریباً پچاس سال مدرسہ کی خدمت کی ہے اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا ہے وہ آپ کی کھلی کرامت نظر آتی ہے آپؒ چونکہ غیور طبیعت رکھتے تھے اس لیے مدرسہ کے فنڈز کے سلسلے میں مروجہ طریقوں سے گریز کرتے تھے یہاں تک کہ جو سالانہ جلسہ دستار بندی منعقد ہوتا تھا اس میں بھی چندے وغیرہ کی اپیل کی کسی مقرر کو اجازت نہ دیتے تھے اگر کسی سے مدرسہ کے سلسلے میں رابطہ کرنا ہوتا تو بڑی عزت و وقار سے رابطہ فرماتے اسی وجہ سے پچاس سالوں میں ہر سال کے کئی مہینوں میں سخت مالی مجاہدہ رہتا پھر اللہ تعالیٰ غیب سے سامان بھی فرماتے رہتے، بارہا دیکھا گیا کہ مدرسہ میں فنڈز ختم ہے اور اساتذہ و طلباء کو وظائف اور اشیاء ضرورت کے بلوں کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے تو حضرت رات کو گھر کے صحن میں ٹہلتے رہتے اور اللہ سے آہ وفغاں کرتے رہتے جس کی برکت سے اسی دن یا مہینہ کے آخری دنوں میں غیب سے دال روٹی کا انتظام ہو جاتا۔

ایک مرتبہ مدرسہ میں سخت تنگی ہوگئی اور کافی دن تک کوئی انتظام نہ ہوا اس کی وجہ سے مجاہدہ لمبا ہو گیا، احباب نے کراچی چل کر حضرت میرٹھی ثم المدنی کے متوسل ومسترشد خاص حضرت حاجی فریدالدین الوجیہ (مرحوم) سے ملاقات کا مشورہ دیا حاجی صاحب پہلے بھی مدرسہ کا خیال فرماتے رہتے تھے بہرحال آپؒ ایک مدرس کے ہمراہ کراچی تشریف لے گئے اس وقت راقم الحروف جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں زیر تعلیم تھا والد گرامیؒ نے جامعہ میں راقم کے استاد اور اپنے شاگرد رشید

حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ جو کہ جامعہ میں ناظم تھے کے ہاں قیام فرمایا حضرت شام کو پہنچے تھے سفر کی تھکاوٹ کیوجہ سے عشاء کے بعد جلد سو گئے اگلے دن فجر کے بعد بندہ حاضر ہوا تو آپؒ پر گریہ طاری تھا زاروقطار رو رہے تھے بندہ بہت پریشان ہوا جب حضرت کی طبیعت کو کچھ سکون ہوتو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بہت شرمندگی محسوس کر رہا ہوں کہ میں کراچی کیوں آیا اس کے بعد قرآن مجید کی آیت تلاوت کی۔

"الیس اللّٰه بکافٍ عبده " (سورة الزمر ٣٦)

کیا اللہ تعالیٰ بندے کے لیے کافی نہیں؟ یہ آیت بار بار میرے سامنے آ رہی ہے مجھے احساس ندامت دلا رہی ہے پھر کچھ دیر بعد طبیعت ہلکی پھلکی ہوگئی اور فیصلہ کیا کہ ایک آدھ دن قیام کرکے واپس چلا جاؤں۔

ناشتہ کے بعد جامعہ کے دفتر میں جا کر مہتمم صاحب حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ اور دیگر علماء سے ملاقات فرمائی اور پھر اپنے ایک دیرینہ دوست جو کچھ عرصہ سے علیل تھے ان کی عیادت کیلئے بولٹن مارکیٹ کے علاقے میں تشریف لے گئے آپؒ کے ہمراہ مدرسہ کے خادم قاری شریف صاحبؒ بھی تھے آپؒ ایک کاروباری سڑک سے گزر کر دوست کی قیام گاہ کی طرف جا رہے تھے اور آپؒ کی عادت چلنے میں اکثر نیچے دیکھنے کی تھی بہت کم نظر اوپر اٹھاتے تھے آپؒ نے اچانک نظر اٹھائی تو سامنے دوکان میں ایک نیک سیرت وصورت شخص بیٹھا تھا وہ آپؒ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور استقبال کے انداز میں آپؒ کی طرف بڑھا۔ آپؒ نے سمجھا کہ کوئی متعارف شخص ہے وہ آپؒ کو سلام دعا کے بعد بڑی عزت واکرام کیساتھ دوکان میں لے گیا وہ آپؒ سے پہلے متعارف نہیں تھا انہوں نے آپؒ سے حال واحوال اور تعارف دریافت کیا جب معلوم ہوا کہ بھاول نگر سے تشریف لائے ہیں تو اتنے دور دراز سے سفر کی وجہ دریافت کی آپؒ نے پہلے تو اصل وجہ بیان کرنے سے گریز کیا لیکن اس کا اصرار بڑھا تو اسکو

اشارہ غیبی سمجھ کر اصل بات بتا دی تو اس نے فوراً بلا تامل پچاس ہزار کی خطیر رقم پیش خدمت کر دی جو اس زمانہ میں سال بھر کے اخراجات کیلئے کافی تھی یہ چیز دیکھ کر آپؒ کا قلب شکر الٰہی سے لبریز ہو گیا اس شخص نے چائے وغیرہ کیساتھ تواضع کی اور بڑے اکرام کیساتھ رخصت کیا۔

پھر اپنے دوست سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے شام کو جب جامعہ واپس آئے تو بندہ کے بہت سے دوست واحباب زیارت کیلئے جمع تھے جنوبی افریقہ کے طلباء نے دعوت طعام کا اہتمام کیا ہوا تھا آپؒ نے زیارت کیلئے آنے والے طلباء کو بڑی قیمتی اور علمی باتیں ارشاد فرمائیں اگلے دن اپنے پیرزادوں اور استادزادوں حضرت مفتی تقی صاحب اور حضرت مفتی محمد رفیع صاحب دامت برکاتہم کی ملاقات کیلئے دارالعلوم کورنگی تشریف لے گئے حضرت مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ نے بہت اکرام فرمایا اور شاگردوں کیطرح باادب بیٹھے رہے انہوں نے بھی اصرار سے کراچی آنے کی وجہ پوچھی خاص طور پر مدرسہ کے حالات دریافت فرمائے اور پھر مدرسہ کیلئے ایک بڑی رقم پیش فرمائی اس طرح والدگرامیؒ کی کرامت سے بمشکل دو یا تین دن کے قیام میں اللہ تعالیٰ نے طلباء کی دال روٹی کا انتظام فرمادیا آپؒ چوتھے روز شاداں وفرحاں واپس بہاولنگر تشریف لے آئے۔

یہی وجہ تھی کہ ایسے نامساعد حالات اور تنگی وتکلیف کے باوجود ہر سال سینکڑوں طلباء زیر تعلیم رہے ان کے قیام وطعام کی کفالت کے علاوہ نقد وظائف اور آمدورفت کے اخراجات مدرسہ ادا کرتا رہا اور ہمیشہ غیر ملکی طلباء کی بڑی تعداد زیر تعلیم رہی جن کی کفالت پر ملکی طلباء کی بنسبت کہیں زیادہ اخراجات ہوتے تھے اور وہ مدرسہ جو چند چھونپڑیوں پر مشتمل حضرت میرٹھیؒ اپنے شاگرد رشید کے حوالے کر گئے تھے اسے آپؒ کے اخلاص وللّٰہیت اور محنت وکاوش نے ایک پرشکوہ اور وسیع وعریض جامعہ میں

تبدیل کر دیا اور آج بھی یہ مدرسہ ملک کے اہم جامعات کی حیثیت سے حضرت میرٹھیؒ اور والد گرامیؒ کے صدقات جاریہ میں شمار ہوتا ہے اور ہزاروں تشنگان علم بنین و بنات اس چشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں۔

طلباء پر شفقت

والد گرامیؒ شروع ہی سے طلباء سے بہت شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے چونکہ آپؒ نے خود بھی آغاز ہوش سے یتیمی کی تلخی چکھی تھی پھر ایک طویل زمانہ حصول علم کیلئے مسافرت میں بسر کیا تھا اور پھر بہاول نگر جیسے گرم اور صحرائی علاقے میں بغیر خاندان اور بلا ہم وطن و ہم زبان لوگوں کے اشاعت دین کی خاطر تکالیف و سختیاں جھیل رہے تھے اس لیے غریب الدیار طلباء کے دکھ درد کو بخوبی محسوس فرماتے تھے اوران کے ساتھ اولاد سے بھی زیادہ شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

حضرت کا گھر طلباء کیلئے علم و روحانیت اور ضروریات زندگی کے حصول کا مرجع بنا ہوا تھا شروع میں والدہ مرحومہ ہی طلباء کا کھانا تیار فرماتی تھیں بعد میں جب باورچی بھی رکھ لیا تو پھر بھی خاص طور پر ناشتہ میں دس دس، بیس بیس طلباء کو پراٹھے پکا کر دیتی تھیں خصوصاً چھوٹے طلباء صبح ہی کو باورچی خانہ پر دھاوا بول دیتے تھے والدہ محترمہ اولاد سے پہلے ان طلباء کو پراٹھے بنا کر دیتی تھیں اگر کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا اور ڈاکٹر اس کے لیے کوئی خاص چیز کھانے میں تجویز کرتے تو وہ اکثر گھر پر ہی تیار ہوتی، اگر کسی طالب علم کو مدرسہ کے مطبخ سے کھانا نہ ملتا یا سزا کے طور پر کسی کا کھانا بند کر دیا جاتا تو وہ بھی آپؒ کے گھر سے کھانا منگوا لیتا اکثر طلباء طعام کا ذائقہ بدلنے کیلئے آپؒ کے گھر سے سالن یا اچار منگوا لیتے۔ والدہ محترمہ آموں کے موسم میں بڑے بڑے برتنوں میں اچار بناتی تھیں اور پورے سال اس سے طلباء اور دوسرے لوگ استفادہ کرتے رہتے تھے۔

کئی بار ایسا ہوا کہ عشاء کے بعد کوئی طالب علم سالن لینے آیا اور اسی وقت آپؒ کے سامنے دستر خوان لگایا گیا اور سالن آپؒ کے گھر میں وہی تھا جو آپؒ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا تو آپؒ نے وہ سالن اس طالب علم کے برتن میں انڈیل دیا اور خود پانی یا گڑ کیساتھ روٹی تناول فرمالی۔

گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈا پانی اس قدر مدرسہ میں اساتذہ وطلبہ منگواتے تھے گویا گھر میں سبیل لگی ہوئی ہے اگر کسی طالبعلم کا کوئی مہمان آجاتا تو بلاتکلف اس کے لیے گھر سے کھانا چائے وغیرہ منگوالیتا۔ بسا اوقات طلبہ گھر سے دودھ وغیرہ لے آتے اور اماں جی سے کھیر بنوالیتے گھر سے چینی، پتی، نمک مرچ، گھی وغیرہ بھی طلباء منگواتے رہتے اس طرح طلباء کے کپڑے اگر پھٹ جاتے تو وہ سینے کیلئے والدہ محترمہ کے پاس بھیج دیتے والد گرامیؒ والدہ مرحومہ کو ان خدمات پر بڑی دعائیں دیتے تھے اور ان سے بہت خوش تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ جنتی خاتون ہیں ان تمام خدمات پر مدرسے سے کوئی عوض نہیں لیا جاتا تھا۔

اگر کسی طالب علم پر اسکی بے قاعدگی پر ناراض ہوتے تو اسے اپنے سامنے سے ہٹا دیتے یہاں تک کہ غصہ ختم ہو جاتا اگر سزا دینی ہوتی تو اسے بٹھا کر جوتے کی الٹی جانب سے مارتے اور ایک دو جوتے مار کر فرماتے بھاگ جاؤ۔ طلباء آپ کے اس مزاج کو سمجھے ہوئے تھے لہٰذا یا تو پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوتے یا ایک دو جوتے کھا کر بھاگ پڑتے پھر جب دوسرے وقت ملتے تو ایسی شفقت سے پیش آتے گویا کہ کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ طلباء کی مثال چڑیا کی طرح ہے جو ہاتھ میں ہو، اگر زیادہ دباؤ تو مرنے کا اندیشہ اگر ڈھیلا چھوڑو تو اڑنے کا ڈر لہٰذا ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا ہے یعنی اگر طلباء پر زیادہ سختی کی جائے تو وہ میدان علم چھوڑ دیتے ہیں اگر بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو شیطان اور نفس کے قابو میں آکر محروم ہونے کا ڈر ہے

لہٰذا ان کے معاملے میں ہر وقت متیقظ اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ کتنے ہی لوگ اپنے بچے آپؒ کے حوالے کر جاتے اور حضرت اپنی تعلیم و تربیت سے انہیں امت مسلمہ کا قیمتی فرد بنا دیتے۔

حضرت والد صاحبؒ کا درس حدیث اور سانپ

ویسے تو حضرت والد صاحبؒ حدیث کا سبق طلباء کو دارالحدیث میں پڑھاتے تھے لیکن طبیعت ناساز ہوتی تو طلباء کی جماعت کو اپنی رہائش گاہ پر بلا لیتے جو کمرہ نمبر ایک کے نام سے معروف تھا۔

ایک مرتبہ ناسازی طبع کی وجہ سے کمرہ نمبر ایک میں حدیث کا درس دینا شروع کیا تو کمرہ نمبر ایک کے مشرقی جانب باغیچے سے ایک سانپ آتا اور آپؒ کے پاؤں کے پاس کنڈلی مار کر بیٹھ جاتا اس کا رنگ ایسا تھا جو کہ چٹائی کا حصہ معلوم ہوتا تھا اگر کبھی آپؒ کی یا کسی طالب علم کی نظر پڑتی تو چٹائی ہی خیال کرتے ایک دن اس نے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ یہ تو سانپ ہے اس کو مارنے کی کوشش کی تو وہ نکل گیا وہ چونکہ آپؒ کے پاؤں کے قریب بیٹھا ہوا سانس لیتا رہتا تھا تو اس کے زہریلے سانس کی وجہ سے آپؒ کے پاؤں پر ورم آ گیا اور پاؤں درد کرنے لگا اس کا کافی عرصہ تک علاج کرواتے رہے پھر کئی سال تک یہ ہونے لگا کہ جب غالباً موسم برسات آتا تو سانپ آپ کی چارپائی کے نیچے آتے انہیں مار دیا جاتا یا وہ بھاگ جاتے ہم ان دنوں اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے اور گھر کے صحن میں آپؒ کی چارپائی کی بہت نگرانی کرتے تھے چار پانچ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر منقطع ہو گیا۔

والد گرامیؒ کی شان ربانی

علماء ربانی کی کیا شان ہوا کرتی ہے حبر الامۃ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عالم ربانی وہ ہے

﴿الذی یربی الناس بصغارا لعلم کبر کبار ہ﴾
(جو لوگوں کی تربیت چھوٹے علوم سے شروع کرے بڑے علوم سے پہلے)

یعنی ادنیٰ سے شروع کرے اور کمال تک پہنچا دے۔ والد صاحبؒ میں یہ چیزیں پوری طرح موجود تھیں اس لیے آپؒ کے استاد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے اپنی کئی تصنیف کردہ کتابوں کے سرورق پر جو آپ کو ھدیہ بھیجیں آپؒ کو عالم ربانی کے لقب سے نوازا۔

شہر کی سب سے قدیم جامع مسجد نادر شاہ بازار کے امام حافظ روشن دین صاحبؒ کے لڑکے حافظ رفیع الدین گھڑی سازی کا کام کرتے تھے جب ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا تو والد گرامیؒ نے حافظ رفیع الدین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ گھڑی سازی کا کام چھوڑ و اور علم دین حاصل کرو اس کے ساتھ انہیں جامع مسجد میں نائب امام بھی لگا دیا اور بذات خود ان کی تعلیم و تربیت فرمائی اور انہیں تراش خراش کر ایسا ہیرا بنا دیا کہ ان کا قرآن اور بیان سننے کیلئے دور دور سے لوگ آیا کرتے تھے جمعہ والے دن جامع مسجد میں لوگوں کو جگہ نہیں ملتی تھی حافظ رفیع الدین صاحب نے والد گرامیؒ کی زندگی میں ہی وفات پائی لوگ آج تک ان کی خدمات کو یاد کرتے ہیں اس طرح اور کتنے علماء ہیں جو پہلے مساجد میں خادم یا مؤذن تھے آپؒ نے انہیں اپنے سایہ عاطفت میں لے کر بڑا عالم اور خطیب بنا دیا۔

والد گرامیؒ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اپنے شاگردوں کی صلاحیتوں اور رجحانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے فراغت کے بعد اسی قسم کی دینی محنت میں لگا دیتے، مثلاً اگر کسی میں تدریسی صلاحیت دیکھتے تو اسے مدرس بننے کا نہ صرف مشورہ دیتے بلکہ میدان بھی تلاش کر کے دیتے اسی طرح کسی کو امام، کسی کو خطیب، کسی کو مبلغ، کسی کو مصنف بننے کا مشورہ دیتے یہی وجہ ہے کہ شہر اور اطراف و اکناف کی مساجد اور

مدارس میں حضرت کی تلامذہ کی بہت بڑی تعداد خدمت میں مصروف ہے۔

آپؒ کی غائرانہ نظر کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جامع العلوم کے موجودہ بزرگ نائب شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم نے بڑی عمر میں پڑھنا شروع کیا تھا اور مختلف جگہوں پر علم حاصل کرتے کرتے آپؒ کی شہرت سن کر بہاول نگر پہنچے تھے ایک سال تک حضرت سے تفسیر وحدیث کا استفادہ فرماتے رہے سال کے بعد کہیں اور تحصیل علم کے لیے جانے کا ارادہ کیا کیونکہ ان پر تحصیل علم کا غلبہ تھا تو آپؒ نے فرمایا کہ کب تک اس طرح صحرانوردی کرتے رہو گے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿خیر الناس من ینفع الناس﴾

بہترین انسان وہ ہے کہ جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔لہٰذا یہاں بیٹھو اور پڑھاؤ استاد کی نصیحت سن کر انکی آنکھیں کھل گئیں اور آج الحمدللہ سینکڑوں طلباء ان سے استفادہ کر چکے ہیں اور جامعہ میں سب سے اہم تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

والد گرامیؒ اپنے تلامذہ کو علمی میدان میں لگا کر پھر ان کی خبر گیری بھی رکھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کو قیمتی نصائح سے مستفید فرماتے رہتے تھے اگر کسی شاگرد کی کسی کمی کوتاہی کی شکایت پہنچتی تو اس کو وہاں سے تبدیل کرنے کی بجائے اس کی اصلاح کی کوشش کرتے اور ساتھی دوستوں کو بھی پیار ومحبت سے سمجھاتے اور ان میں صلح کا راستہ نکالتے۔

ایک مرتبہ حضرت کے ایک شاگرد جو شہر کی ایک بہت بڑی جامع مسجد میں امام اور خطیب ہیں صاحب سلسلہ اور نامور خطباء میں شمار ہوتے ہیں ان میں اور ان کے مقتدیوں میں کچھ اختلاف ہو گیا تو وہ مقتدی لوگ ایک بڑے وفد کی شکل میں حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہیں ہٹا کر متبادل آدمی دینے کی درخواست کی تو

حضرت نے ان سے فرمایا کہ اگر درخت کسی جگہ تن آور ہو جائے تو اس کو اکھاڑ کر نیا لگانے کے بجائے اس کی تراش خراش کی جائے اس کی شاخوں کو کاٹ کر بنا سوار دیا جائے یہ زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ نیا درخت اُگے یا نہ اُگے لوگوں کو بات سمجھ میں آ گئی اور ان مولانا میں جو کمی کوتاہی تھی تو آپؒ نے اسکی اصلاح فرمائی اور آج چالیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے وہ اسی جگہ پر دین کی خدمات انجام دے رہے ہیں اسی طرح کے بہت سے واقعات ہیں طوالت کے خوف سے اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

خدمت خلق

رحمۃ للعالمین حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ برابر بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے''۔اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "جو شخص کسی بھائی کی حاجت صاحب اختیار تک پہنچا دے جس کو وہ خود نہ پہنچا سکتا ہو تو وہ قیامت کے دن ثابت قدم رہے گا"۔اس لیے اہل اللہ کا یہ خاصہ رہا ہے کہ جس طرح وہ اپنے نورانی ارشادات اور مستجاب دعاؤں کے ساتھ خلق خدا کو نفع پہنچاتے ہیں اسی طرح مخلوق خدا کی اجتماعی یا انفرادی ضروریات کو خود اور دوسرے اپنے متعلقین سے پورا کرانے کا بھی اہتمام فرماتے ہیں خدمت خلق کو قرب الٰہی میں خاص دخل حاصل ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال سے اچھا سلوک کرے۔

والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم موجود تھا خلق خدا جہاں آپؒ سے علمی، دینی، روحانی فیض اٹھاتی وہاں اپنی ضروریات مشکلات کے حل کیلئے تعاون بھی طلب کرتے اگر وہ مسئلہ حضرت کی ذات کیساتھ متعلق ہوتا تو خود حل فرما دیتے اور اگر کسی دوسرے کو سفارش کی ضرورت پڑتی تو بذات خود تشریف لے

جاتے یا سفارشی خط تحریر فرمادیتے علاقے کے چھوٹے بڑے افسران اور دیگر لوگ حضرت کی بڑی قدر فرماتے تھے حضرت کی سفارش پر اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کو سعادت سمجھتے تھے۔

واقعہ

ایک مرتبہ بہاول نگر شہر سیلاب کی زد میں آ گیا سیلابی پانی شہر کے بالکل قریب پہنچ گیا حکومت نے اعلان کیا اور اپیل کی کہ شہر کے گرد بند بنانے میں تعاون کریں تو آپؒ بذات خود اساتذہ اور طلباء کو لیکر شہر سے باہر پہنچے اور بند بنانے میں بنفس نفیس حصہ لیا جسکی وجہ سے پورا شہر امڈ آیا اور تھوڑی مدت میں مضبوط بند تیار ہو گیا جس کی وجہ سے سیلابی پانی شہر میں داخل ہونے کے بجائے شہر کے اوپر سے ہوتا ہوا باہر نکل گیا۔

اسی طرح بیماروں کی عیادت اور وفات پانے والوں کی تعزیت کا اہتمام فرماتے تھے نکاح کی مجالس میں بھی شریک ہوتے اگر وہاں کوئی غیر شرعی کام ہوتا تو اس کو سختی سے منع فرمادیتے اور لوگ بھی آپؒ کے احترام میں فوراً باز آ جاتے اور مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ شیطان سے ڈرنے کی بجائے شیطان کو ڈرانا چاہیے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے یہ کام غالب الاحوال لوگوں کا ہے جو اپنی شخصیت، تقویٰ اور دینی حمیت کی وجہ سے حالات پر غالب آ جاتے ہیں حالات سے مغلوب ہونے والوں کیلئے ایسی مجالس جن میں منکرات ہوں دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔

صلح بین المسلمین

والد گرامیؒ اختلافات کو بہت مضر گردانتے تھے خاص طور پر اہل علم کے اختلافات کو زہر قاتل سمجھتے تھے اگر اپنے متعلقین میں کسی کے درمیان اختلاف اور

نزاع کی خبر سنتے تو فوراً فریقین کو بلا کر سمجھاتے بجھاتے اور ان میں صلح کرا دیتے اور اسمیں تاخیر کو ذرا بھی مناسب نہ سمجھتے تھے شہر کی برادریوں میں پیدا شدہ بعض بڑے بڑے اختلافات آپؒ کی سعی اور برکت سے ختم ہو گئے یہاں تک کہ بعض قتل کے معاملات میں بھی معافی، تلافی اور صلح ہوئی ایسے موقع پر آپؒ اکثر یہ بات فرماتے ''ما مضیٰ ما مضیٰ''یعنی جو ہوا سو ہوا اس پر مٹی ڈالو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو یہ ملکہ اور تاثیر عطا فرمائی ہوئی تھی کہ فریقین خواہ کتنے ایک دوسرے کے سخت مخالف ہوتے آپؒ کی گفتگو سے نرم پڑ جاتے اور صلح کیلئے تیار ہو جاتے یہ سب آپؒ کے اخلاص، ہمدردی اور دردانگیزی کا ثمر اور اثر تھا۔

دینی حمیت اور حاضر جوابی

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو اثر انداز ہونے کی بھرپور صلاحیت سے نوازا تھا کسی بھی قسم کا ماحول ہو اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے بلکہ جلد دوسروں کو متاثر کر دیتے تھے اور خود فرمایا کرتے تھے آدمی میں قوت فاعلیہ ہونی چاہیے انفعالیہ کم ہونی چاہیے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حاضر جوابی کی صلاحیت سے بھی نوازا تھا دین کے بارے میں کسی نے بھی کسی مجلس میں کوئی سوال اٹھایا تو ہر قسم کے ماحول یا شخصیت سے قطع نظر اور ہر قسم کے نتائج اور عواقب سے بے پرواہ ہو کر نہایت بچا تلا اور نہایت مؤثر جواب عنایت فرمایا آپؒ کی گفتگو خیر الکلام ماقل و دل کی مصداق ہوتی تھی۔

سائنسدانوں کا چاند پر جانا اور مسلمان

ایک مرتبہ کسی شخص نے کہا کہ کافر لوگ تو چاند پر پہنچ گئے ہیں اور مسلمان کچھ بھی نہیں کر سکے یہ اس وقت کی بات ہے جب سائنس دان نئے نئے چاند پر گئے تھے اور دنیا میں اس بات کا بڑا غلغلہ اور شور تھا اور دین دشمن اس بات کو بہت اچھال رہے تھے اگرچہ موجودہ زمانہ نے یہ بات ثابت کر دی کہ قوم کے اربوں کھربوں روپے خرچ

کر کے سوائے مٹی کے ہاتھ آنے کے کچھ حاصل نہ ہوا اور وقت نے اس کو سعی لا حاصل قرار دے دیا۔ بہر حال آپؒ نے یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ ایک قد آدم آئینہ ہو اور اسمیں کوئی حسین وجمیل صورت نظر آ رہی ہو اور اسکو آئینے میں دیکھنے والے دو شخص ہوں ایک شخص اس آئینے کے قریب ہونیکی کوشش کرے تا کہ اس حسین کے عکس کو قریب سے دیکھے اور دوسرا شخص اس آئینے میں اس ذات کے عکس کو دیکھ کر اصل کی طرف بڑھے تو ان میں عقل مند کون ہے؟ تو حاضرین نے کہا کہ عقلمند وہ ہے جو عکس کو دیکھ کر اصل ذات کو پانے کی کوشش کر رہا ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ مخلوقات خواہ زمینی ہوں یا آسمانی ان پر ذات الٰہی کا پرتو ہے اب کافر تو آئینے کی جستجو میں ہیں اور مؤمن بندہ اس آئینے کے ذریعے ذات الٰہی تک پہنچنے کی کوشش میں ہے۔

اسی کو شاعر مشرق نے فرمایا ؎

کافر ہے تو آفاق میں گم ہے
مؤمن ہے تو گم اسمیں ہیں آفاق

حاضرین یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔

بڑے فوجی افسر کی بہاول نگر آمد

اسی طرح ایک مرتبہ صدر ایوب خان مرحوم کے مارشل لاء کے زمانے میں ایک بڑا فوجی افسر بہاول نگر آیا اور تمام مکاتب فکر کے علماء کو ایک ہال میں جمع کیا اس فوجی افسر کا جس طرح عہدہ بڑا تھا اسی طرح اس کا ڈیل ڈول بھی بڑا تھا اس نے علماء کو بہت لتاڑا اور برا بھلا کہا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جتنے بھی جرائم معاشرے میں ہو رہے ہیں انکی ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے جب وہ گفتگو سے فارغ ہوا تو کچھ علماء کرام تو مارشل لاء کے خوف سے اور کچھ اس کی سرکاری وردی کے خوف سے خاموش رہے لیکن آپؒ کھڑے ہو گئے اور گفتگو کی اجازت چاہی اس افسر نے اجازت

دے دی اور آپؒ نے خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد سورۃ حدید کی آیات تلاوت کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حدید میں پہلے انزال کتاب کا ذکر کیا ہے پھر انزال حدید (لوہا) کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ

"لقد ارسلنا رسلنا بالبینت و انزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیه باس شدید ومنافع اللناس ولیعلم اللّٰہ من ینصرہ ورسله بالغیب ان اللّٰہ قوی عزیز "(سورۃ الحدیدآیت ۲۵)

(ترجمہ) ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دیکر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر اور ہم نے اتارا لوہا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کام چلتے ہیں اور معلوم کریں اللہ کوئی مدد کرتا ہے اور اس کے رسولوں کے مابین دیکھے بیشک اللہ زورآور ہے اور زبردست۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انزال کتب اور انزال حدید کو اکٹھا ذکر فرمایا ہے اور ان کا آپس میں جوڑ اور ربط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں قوت نظریہ اور قوت عملیہ، قوت نظریہ کی تکمیل کتاب اللہ سے ہوتی ہے اور قوت عملیہ پر حدید لاتا ہے اس لیے کہ احکام الٰہی کی تنفیذ خاص طور پر حدود کا نفاذ تلوار کے ذریعے ہوتا ہے جو کہ لوہے سے بنتی ہے۔

قوت نظریہ کی تکمیل کرنا علماء کی ذمہ داری ہے اور لوگوں کو عمل پر لگانا اور جرائم کی شرعی سزاؤں کا نافذ کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے علماء نے اپنے کام کو بڑے احسن طریقے سے انجام دیا ہے چنانچہ آپ جنگل سے چرواہے کو لے آئیں اور اس سے پوچھیں کہ نماز فرض ہے کہ نہیں وہ کہے گا کہ فرض ہے روزہ فرض ہے یا نہیں؟ وہ کہے گا فرض ہے اسی طرح اس سے پوچھا جائے کہ زنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ بولنا وغیرہ حرام ہے یا نہیں تو وہ کہے گا کہ حرام ہے، تو یہ باتیں اس کو آپ نے بتائی ہیں یا صدر

ایوب نے جا کر۔یقیناً یہ علماء کی محنت ہے اب رہا عمل کروانا تو حکومت کا ڈنڈا اور تلوار آپکے ہاتھ میں ہے اگر آپ یہ ڈنڈا ہمیں تھما دیں تو پھر ہم عمل نہ کرا سکے تو آپ کا اعتراض بجا ہے ورنہ معاشرے میں جو برائیاں ہو رہی ہیں اس کی ذمہ داری آپ حکومت والوں پر عائد ہوتی ہیں ہم علماء پر عائد نہیں ہوتی۔ پھر ہمارے پاس مساجد میں جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ہمارا درس اور بیان سنتے ہیں وہ چور ڈاکو نہیں ہیں اور جو چور ڈاکو بدمعاش ہیں وہ مسجدوں میں نہیں آتے اگر ہم انہیں تبلیغ کرنے کے لیے بازار میں جائیں تو آپ لوگ بجائے ہمارے اس کام کی تعریف وتوصیف کریں ہم پر مارشل لاء اور دفعہ ۱۴۴ کے تحت مقدمہ درج کرتے ہیں آپ کا اہل علم سے اس طرح کی توہین آمیز گفتگو کرنا آپ کے باطن کی غمازی کرتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دین اور اسلام سے محبت نہیں بلکہ نفرت ہے آپؒ کی یہ گفتگو سن کر وہ فوجی افسر کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا اور آپؒ کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا کہ میں پھر آپ سے ملوں گا اور چلتا بنا۔

ڈپٹی کمشنر کا قبول حق

بہاول نگر میں ایک مرتبہ ایک ایسا ڈپٹی کمشنر تعینات ہوا جو بدعتی خیالات کا حامل تھا ایک سال بارہ ربیع الاول کو ستلج پارک میں سیرت النبی ﷺ پر جلسہ ہوا اس میں سب سرکاری افسران اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام جمع ہوئے والد گرامیؒ بھی تشریف لے گئے مختلف لوگوں کے بیانات ہوئے آخر میں ایک بدعتی مولوی نے کھڑے ہو کر درود سلام پڑھنا شروع کر دیا جس پر سب لوگ کھڑے ہو گئے والد گرامیؒ چونکہ اسٹیج پر بیٹھے تھے انہوں نے سوچا اگر بیٹھا رہتا ہوں تو ان کی تائید ہوتی ہے جبکہ یہ طرز خلاف شریعت ہے تو والد گرامیؒ اسٹیج سے اتر کر چلے گئے تو انہیں دیکھ کر دو تہائی لوگ بھی چلے گئے۔

چند دن بعد والد گرامیؒ مدرسہ کے کسی کام سے ڈپٹی کمشنر کے ہاں گئے وہ اپنی

کوٹھی کے لان میں ایک افسر کے ساتھ جو لاہور سے آئے تھے بیٹھا تھا ملاقات کے دورانِ گفتگو ڈپٹی کمشنر نے پوچھا کہ آپؒ اس دن جلسہ میں سے اٹھ کر کیوں چلے گئے تھے؟

والد گرامیؒ نے کہا کہ ان (بدعتی) لوگوں کا اعتقاد ہے کہ جہاں ہم درود شریف پڑھتے ہیں وہاں حضور اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں اور ہم احتراماً کھڑے ہوتے ہیں تو اس پر ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ میرا عقیدہ تو یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں بلکہ میں درود شریف کے احترام میں کھڑا ہوا تھا تو اس پر والد گرامیؒ نے فرمایا کہ اگر درود شریف کا احترام کھڑے ہونے میں ہے تو نماز میں بھی درود شریف کھڑا ہو کر پڑھنا چاہیے تھا حالانکہ اگر قعدہ میں کھڑا ہو کر درود شریف پڑھے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے تو اس پر ڈپٹی کمشنر بہت خوش ہوا اور دوسرے افسر نے بھی آپؒ کی تائید کی۔

پھر ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ مولانا دیوبندی اور بریلوی میں کیا اختلاف ہے؟ تو والد گرامیؒ نے فرمایا کہ چار مسائل میں اختلاف ہے۔

(۱) حاضر و ناظر (۲) علم غیب (۳) مختار کل (۴) نور و بشر

پہلا مسئلہ حاضر و ناظر

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اس لئے جب لوگ درود پڑھتے ہیں تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں اور اس جگہ آپ ﷺ پر پڑھا جانے والا درود شریف لے جاتے ہیں جبکہ یہ آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ مدینہ شریف میں تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ سے اگر کوئی خطاء ماتقدم اور ماتأخر میں خلاف اولیٰ اور خلاف افضل کام کی شکل میں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح میں اس کی معافی کا

اعلان فرما دیا ہے اس لیے کہ آپ ﷺ کو ہمارے درود وسلام کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں ضرورت ہے کہ آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت زمین میں پھرتی رہتی ہے جو امتی آپ ﷺ پر درود پڑھتا ہے تو اس کو مدینہ شریف میں آپ ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں اور جو روضہ اقدس پر پڑھا جاتا ہے اسے سنتے ہیں تو ایک فرق یہ ہے۔

دوسرا مسئلہ علم غیب

ارشاد فرمایا کہ دوسرا عقیدہ بریلوی مسلک والوں کا یہ ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں اور انہیں غیب کی تمام جزئیات وکلیات کا علم ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ غیب کی کلیات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے البتہ اللہ تعالیٰ بہت سے جزئیات کا علم اپنے پیغمبروں کو بھی دے دیتے ہیں اگر آپ ﷺ کو عالم الغیب مانا جائے تو آپ ﷺ پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بہت سے مسائل کا پہلے سے اعلان کیوں نہ کیا جیسے حضرت حسینؓ کیساتھ ہونے والا دھوکہ تو آپ ﷺ پر کتمان علم کا الزام آتا ہے جس کی قرآن مجید کی نے مذمت کی ہے۔

تیسرا مسئلہ مختار کل

ارشاد فرمایا کہ بریلوی مسلک والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار حاصل ہے جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ مختار کل نہیں ہیں ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صحابہ کرامؓ کی شہادتیں حضرت حسینؓ کی شہادت آپ ﷺ کے اختیار سے ہوئیں اور اسی طرح دنیا میں کفر اور جرائم اور دیگر برائیاں آپ ﷺ کے اختیار سے ہو رہی ہیں تو یہ عقیدہ بھی دراصل آپ ﷺ پر الزام ہے۔

چوتھا مسئلہ نور و بشر

ارشاد فرمایا کہ بریلوی مسلک والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں بشر نہیں جبکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ ذات کے اعتبار سے بشر ہیں اور صفات کے اعتبار سے نور ہیں بریلویوں کا یہ عقیدہ ایک تو قرآن مجید کی تصریحات کے خلاف ہے

"قل انما انا بشر مثلکم"(سورہ کہف آیت ۱۱۰)

(کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں)دوسرا آپ ﷺ پر دکھ، تکلیف کا آنا، کھانے پینے کی احتیاج ہونا، صاحب اہل وعیال ہونا وغیرہ آپ ﷺ کے بشر ہونے کے متقاضی ہیں یہ باتیں سن کر ڈپٹی کمشنر نے والد گرامیؒ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ آج سے میں دیو بندی ہوگیا ہوں اس پر والد گرامیؒ نے فرمایا کہ قول کا دیو بندی ہونا کافی نہیں بلکہ فعل کا دیو بندی ہونا ضروری ہے اور وہ اس طرح ہوگا کہ اہل دیو بند کی عیدگاہ ریت کا ٹیلہ ہے اسکی وجہ سے عیدگاہ سے متصل مدرسہ جامع العلوم کے اساتذہ اور طلباء سخت تکلیف میں ہیں جب ہوا چلتی ہے تو ساری رہائش گاہیں ریت سے بھر جاتیں ہیں لہذا اسے اپنے وسائل سے پختہ کرائیں چنانچہ اس ڈپٹی کمشنر مرحوم نے اپنے وعدہ کو پورا کیا عیدگاہ کا فرش بھی لگوایا اور اس کی چاردیواری کروائی اور عیدگاہ کے وسط میں خوبصورت حوض اور فوارہ بھی تعمیر کروایا اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ جاریہ کو قبول فرمائے۔(آمین)

عورتوں کو طلاق کا اختیار دینا اور منصوبہ بندی

صدر ایوب کے زمانے میں عائلی قوانین بنائے گئے جن میں اکثر قوانین شریعت سے متصادم تھے اور اس زمانے میں انگریزی دان طبقے نے علماء کو زچ کرنے اور نیچا دکھانے کو مشغلہ بنایا ہوا تھا والد گرامیؒ کسی کام سے ایک دفعہ لاہور تشریف لے

گئے تو وہاں کسی جگہ کچھ احباب جمع ہوئے اور وہاں ایک بڑے پروفیسر صاحب بھی آئے ہوئے تھے تو انہوں نے اس عائلی قانون پر بات چھیڑ دی کہ مردوں اور عورتوں کے مسائل مساوی ہونے چاہیے اور عورتوں کو بھی طلاق دینے کا اختیار ہونا چاہیے اور دوسرا اس نے کہا کہ منصوبہ بندی کا عمل درست ہے لوگوں کو اس کی تبلیغ کرنی چاہیے لہذا آدمی کے دو تین بچے ہونے چاہیے تا کہ اچھی طرح ان کی دیکھ بھال کر سکے اگر بیس تیس ہونگے تو آدمی مرغی کی طرح لیے پھرے گا اور مشکلات کا شکار ہو گا اس پر والد گرامیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس میں کیا صلاحیت ہے انہوں نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ سو فی صد ٹھیک ہے اگر چہ میری اور آپ کی عقل میں نہ آئے لیکن پھر بھی میں آپ کو سمجھاتا ہوں شریعت کا قانون ہے کہ جس کو طلاق پڑے گی وہ عدت گزارے اب اللہ تعالیٰ نے مردوں میں جو صبر، حوصلہ اور قوت برداشت رکھی ہے وہ عورتوں میں نہیں ہے عورت جلد باز، کم حوصلہ متلون اور غیر مستقل مزاج کی ہوتی ہے اگر طلاق کا اختیار عورتوں کو دے دیا جائے تو پھر معمولی معمولی جھگڑوں پر عورتیں مردوں کو طلاق دے دیں گی اور پھر مرد گھروں میں عدت گزاریں گے مرد گھروں میں ہوں گے اور عورتیں باہر پھرتی ہوں گی پھر یہ کاروبار زندگی کیسے چلے گا سارا نظام ٹھپ ہو کر رہ جائے گا وہ پروفیسر صاحب بہت ہنسے اور کہا کہ بات سمجھ میں آ گئی عورتوں کو اختیار دینا تو بہت ہی خطرناک ہے۔

پھر آپؒ نے منصوبہ بندی کے مسئلہ پر گفتگو فرمائی کہ منصوبہ بندی میں عورتیں دواء استعمال کرتی ہیں کیا یہ دواء عاقل ہے کہ دو، تین بچوں کی پیدائش پر اثر کریگی پھر چوتھے بچے کو روک دے گی جبکہ تجربہ یہ ہے کہ یہ دواء غیر شادی شدہ عورتیں اور لڑکیاں بھی استعمال کر رہی ہیں جن سے ان میں ایک بچے کی بھی صلاحیت نہیں رہتی یہ دراصل اشاعت زناء کا ایک طریقہ ہے کیونکہ شریف گھرانوں کی لڑکیاں زنا سے اس

لیے بھی احتراز کرتی ہیں کہ حمل نہ ٹھہر جائے جس سے پیٹ ظاہر ہوگا اپنی اور پورے خاندان کی ذلت اور رسوائی ہوگی تو یہ منصوبہ بندی کی دواء ایجاد کر لی گئی کہ زنا کر کے یہ دواء کھالیں اور ذلت سے بچ جائیں اس پر پروفیسر نے اس نظریہ سے توبہ کی اور کانوں کو ہاتھ لگایا۔

مارشل لاء حکومت اور عید الفطر کا چاند

والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ جب سے بہاول نگر تشریف لائے تھے مرکزی عیدگاہ میں عیدین کی نماز کی امامت آپ ہی سرانجام دیتے تھے شہر میں ایک ہی عیدگاہ تھی جہاں سب لوگ نماز پڑھتے تھے ضلع بھر میں سب سے بڑا اجتماع یہیں ہوتا تھا لوگ آپؒ کے پیچھے عید پڑھنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے کم وبیش پینتالیس سال اپنی وفات سے دو سال قبل تک آپؒ نے یہ فریضہ انجام دیا اور اب بھی لوگ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کی عقیدت اور محبت میں مرکزی عیدگاہ میں عیدین کی نماز پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اب بھی غالباً ڈویژن میں سب سے بڑا اجتماع یہیں ہوتا ہے۔ رویت ہلال کمیٹی بننے سے قبل ضلع بھر میں عیدین اور رمضان المبارک کے چاند کا اعلان آپؒ کے فیصلے پر ہوتا تھا۔ آپؒ بڑے حزم واحتیاط اور شرعی اصولوں پر جانچ پڑتال کر کے چاند کا اعلان کرتے تھے اور سب فرقوں کے لوگ اس کی اتباع کرتے تھے۔

ایک مرتبہ صدر ایوب کی مارشل لاء کے زمانے میں عید الفطر کے چاند کے بارے میں حکومت نے عید کا چاند دیکھنے اور اگلے دن عید الفطر کی نماز پڑھنے کا اعلان کر دیا جبکہ حقیقت میں چاند نظر نہیں آیا تھا فوجی حکومت نے علماء کو مجبور کیا کہ وہ حکومت کے اعلان کے مطابق عید کی نماز پڑھائیں یہ غالباً جمعرات کا دن تھا جبکہ حقیقت میں جمعہ کی عید بنتی تھی حکومت کے اعلان کے بعد لوگوں نے آپؒ سے رابطہ کیا تو آپؒ

نے فتویٰ صادر فرمادیا کہ عید کل جمعرات کو نہیں بلکہ پرسوں جمعہ کو ہوگی مقامی فوجی افسر نے آپؒ کو عید کی نماز پڑھانے پر مجبور کیا تو آپؒ نے سختی سے انکار کردیا۔ جمعرات کو سرکاری اہلکاروں اور فوجی افسران نے سرکاری مولوی کی اقتداء میں عید پڑھی پورا شہر تماشہ دیکھنے کیلئے جمع تھا نمازیوں کی صرف دو تین صفیں تھیں اور اس پر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس میں کسی فوجی افسر کا کتا چھوٹ گیا اور صفوں کے درمیان دوڑتا پھرتا رہا جس کی وجہ سے جعلی عید نماز پڑھنے والوں کی بڑی تضحیک اور تذلیل ہوئی اگلے دن آپؒ نے عید نماز پڑھائی جسمیں پچاس ہزار سے زائد افراد کا مجمع تھا بلکہ جن سرکاری اہلکاروں اور فوجیوں نے سرکاری عید پڑھی تھی وہ دوبارہ عید نماز پڑھنے کیلئے آئے اور والد گرامیؒ کا یہ جرأتمندانہ اقدام کا چرچا بچے بچے کی زبان پر تھا اور آج تک لوگ اس واقعہ کو یاد کرتے ہیں۔

والد گرامی رحمۃ اللہ کا فوجی افسر کو جواب

ایک فوجی افسر والد گرامیؒ سے عقیدت رکھتا تھا جس دن اصلی عید پڑھائی گئی اس دن اس نے آپؒ کی اور دیگر دوستوں کی دعوت کی فوجی گاڑی سے آپؒ فوجی کیمپ تشریف لے گئے وہاں بڑا لمبا چوڑا اہتمام تھا مدعوبین میں بہت سے سول اور فوجی افسر تھے بات چیت کے دوران ایک بڑے فوجی افسر نے آپؒ سے کہا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کا حکم آیا تھا لیکن ہم نے آپ کے ساتھ رعایت کا معاملہ کیا اس پر آپؒ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

﴿ تعس عبد الدينار و عبد الدرهم و عبد الخميصه تعس و انتكس و اذا شيك فلا انتقش ﴾ (بخاری شریف)

ترجمہ:۔ ہلاک ہوجائے دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور چادر کا بندہ ہلاک ہوجائے الٹا ہوجائے جب اس کو کانٹا لگے، (اللہ کرے) اس کا کوئی کانٹا نہ نکالے۔

تو نبی کریم ﷺ نے آپ جیسے دنیاداروں کیلئے جو عبدالصدر اور عبدالایوب ہیں (صدر ایوب کیوجہ سے) بددعاء فرمائی ہے اور نبی کریم ﷺ کی بددعاء مستجاب ہے دنیاداروں کو ناکامی کا منہ دیکھنا یقینی ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مان کر چلتے ہیں عید کی نماز اللہ تعالیٰ کی ہے صدر ایوب کی نہیں آپ لوگوں کو اپنے فعل پر ندامت اور شرم محسوس کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اس پر وہ فوجی افسر معذرت کرنے لگ گیا۔

جامع مسجد عمر عیدگاہ کی تعمیر

مدرسہ جامع العلوم کے قیام کے اور پنج وقتہ نماز کے لیے مدرسہ کے جنوبی حصہ میں ایک مسجد بنادی گئی جہاں اساتذہ اور طلباء نماز پڑھتے تھے اور جمعۃ المبارک کی نماز شہر کی مرکزی جامع مسجد نادر شاہ بازار میں ادا کی جاتی تھی جہاں ایک طویل زمانے تک حضرت والد صاحبؒ پھر ان کی پیرانہ سالی کے بعد ان کے شاگرد یکے بعد دیگرے امامت اور خطابت کرواتے رہے لیکن جب آبادی بڑھ گئی تو مدرسے کے متصل جامع مسجد کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ ۱۹۶۸ء میں عیدگاہ کے احاطہ میں جامع مسجد عمر کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا طول وعرض 130x60 فٹ تھا اور نامساعد حالات کے باوٴجود اس کی تعمیر کو چھت تک پہنچایا لیکن چھت کی تعمیر وسائل نہ ہونے کے بنا پر رک گئی۔

والد صاحبؒ نے جب اتنی بڑی مسجد کی بنیاد ڈالی تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور مخالفت کی اور ایک محفل میں آپ کے سامنے یہ اعتراض کیا اس پر آپؒ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں مساجد کی ظاہری اور باطنی تعمیر کرنے والوں کے پانچ اوصاف ذکر فرمائے ہیں

"انما یعمر مسجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین" (سورۃ توبہ آیت ۱۸)

ترجمہ: بے شک مسجد کی تعمیر وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں۔

تو آپؒ نے فرمایا کہ اس میں آخری وصف مسجد تعمیر کرنے والے کا یہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی سے نہ ڈرتا ہو تو میں نے تعمیر کر دی ہے اگر ہمت ہے تو جا کر گرا دو آپؒ کی اس جرأت سے یہ فتنہ دب گیا۔

۱۹۷۱ء کی جنگ اور والد صاحبؒ کی علالت

۱۹۷۱ء میں جب پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے تو حضرت والد صاحبؒ کو گردوں کی تکلیف شروع ہو گئی چونکہ بہاول نگر شہر انڈیا کی سرحد سے ۱۶ کلومیٹر دور ہے اس لیے شہر کا جنگ کے دوران متاثر ہونا یقینی ہوتا ہے تو دفاعی نقطہ نظر سے والد گرامیؒ ایسے مواقع پر ان کے لیے مدرسہ میں مورچے کھدوا دیتے تھے۔

ایک صبح جب مدرسہ کی تعلیم شروع ہو چکی تھی تو اچانک انڈیا کے جہازوں نے بمباری شروع کر دی جس سے بڑی افراتفری ہوئی اور بہت سے افراد شہید ہوئے۔

والد گرامیؒ کو سب سے زیادہ فکر مسافر طلباء کی تھی فوج کے حکم پر شہر خالی ہونے لگا آپؒ نے ہم بچوں کو ٹرین کے ذریعے اسٹیشن تخت محل بھجوا دیا یہاں سے ہم لوگ پیدل چل کر بستی خالق آباد چلے گئے لیکن والد گرامیؒ خود اور والدہ محترمہ اور چھوٹی بہن عائشہ جس کی عمر چھ ماہ تھی وہ شہر میں رہے۔ فوج کے اصرار کے باوجود والد گرامیؒ نے مدرسہ اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک مسافر طلباء کے گھر پہنچنے کے بارے میں اطمینان نہیں ہو گیا اور مدرسہ کی املاک کے تحفظ کا انتظام نہ کر دیا۔

جنگ شروع ہونے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد والد گرامیؒ اور والدہ محترمہ، چھوٹی بہن اور ایک خادم پیدل جتو والہ تشریف لے گئے۔ گردوں کی تکلیف کی وجہ سے والد

صاحبؒ کے ہاتھ پاؤں پر ورم آیا ہوا تھا جسکی وجہ سے چلنا نہایت دشوار تھا۔ بڑی مشکل سے یہ حضرات جٹو والا پہنچے جبکہ بمباری بھی ہو رہی تھی پھر والد گرامیؒ تو جٹو والہ ٹھہر گئے اور والدہ محترمہ قافلے کے ساتھ حاجی نصر اللہ خان صاحب خاکوانیؒ کی بستی پھوگاں تشریف لے گئیں حاجی نصر اللہ خان صاحبؒ والد صاحبؒ کے دوست اور مدرسہ کی شوریٰ کے صدر تھے انہوں نے بہت اکرام کا معاملہ کیا اور والد صاحبؒ کو گھوڑا بھیج کر اپنے نوکر کے ذریعے منگوالیا اور ہم لوگ بھی بستی خالق آباد سے وہاں منتقل ہو گئے پھر تقریباً پچیس دن وہاں قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ حاجی عبد الخالق خان خاکوانیؒ، حاجی نصر اللہ خان خاکوانیؒ اور حاجی سعد اللہ خان خاکوانی کو جزائے خیر دے اور غریق رحمت فرمائے (آمین)۔ ان حضرات نے بہت اکرام اور محبت کا معاملہ فرمایا اور خوب خدمت کی والد گرامیؒ کی تکلیف بدستور باقی رہی اگر چہ کچھ تخفیف ہوئی۔

بیماری میں شدت

جنگ بندی کے بعد واپسی ہوئی اور والد گرامیؒ کو گردوں کے ساتھ ساتھ پیٹ کی تکلیف بھی شروع ہوگئی اور اسہال (پیچس) کی بیماری نے شدت اختیار کرلی اس وجہ سے بہت زیادہ کمزوری ہوگئی فوری طور پر ڈسٹرکٹ ہسپتال بہاول نگر میں داخل کر دیا گیا پندرہ روز علاج کے باوجود بھی افاقہ نہ ہوا تو ڈاکٹروں نے میو ہسپتال لاہور جانے کا مشورہ دیا۔

اس علالت کے دوران بعض ناعاقبت اندیشوں نے اپنی ناقص عقل سے یہ اندازہ لگایا کہ مولانا نیاز محمدؒ اب بچنے والے نہیں ہیں اور بچے انکے چھوٹے ہیں یہاں ان کا کوئی قوم قبیلہ نہیں ہے لہذا ان لوگوں نے باہمی مشاورت کر کے باقاعدہ مدرسہ کی ذمہ داریاں تقسیم کرلیں کہ جونہی مولانا کا انتقال ہو تو یہ حضرات ان عہدوں پر قابض ہوجائیں۔

وفاداروں نے والد گرامیؒ کو اس منصوبے کی اطلاع کی اس سے آپؒ کو بہت دکھ ہوا بہر حال آپؒ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے لاہور تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سترہ دن ہسپتال میں داخل رہے ایک تو آپؒ ویسے ہی مستجاب الدعوات تھے دوسرے مریض پھر مسافرت اور غریب الوطنی ، خویش واقارب سے دور اور بچے چھوٹے یہ ساری ایسی چیزیں جمع ہوگئیں جو رحمت حق کو کھینچنے والی تھیں جب آپؒ نے دست سوال دراز کیا تو فوراً شرف قبولیت ملا۔ وہ مرض جو ڈاکٹروں کے اعلیٰ اعلیٰ نسخے استعمال کرنے سے نہیں جارہا تھا وہ میو ہسپتال کے ایک بنگالی ڈاکٹر کی ایک گولی استعمال کرنے سے جاتا رہا اور دن بدن آپؒ کی صحت اچھی ہونے لگی اور الحمدللہ صحت مند ہو کر بہاول نگر واپس تشریف لائے اور معاندین کے سارے منصوبے اللہ تعالیٰ نے تنکوں کی مانند بکھیر دیے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک بقید حیات رکھا جب تک اپنی اولاد کو میدان عمل میں نہیں دیکھ لیا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ ایک صحابیؓ بہت بیمار ہو گئے حتی کے موت کے کنارے تک پہنچ گئے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے انہوں نے دعا کی اے اللہ تعالیٰ جب تک میرے بچے بڑے نہ ہو جائیں مجھے موت نہ دینا بس اسی وقت سے مرض میں تخفیف ہونی شروع ہوگئی اور اس وقت تک زندہ رہے جب تک سارے بچے کام کاج کے قابل نہیں ہو گئے بلکہ اپنے پوتے اور نواسے بھی دیکھے۔

حضرت والد صاحبؒ نے بھی شاید اس صحابیؓ کی اتباع کرتے ہوئے اس قسم کی دعا کی تھی جو مقبول ہوئی اور اس کا ظہور ہوا۔

والد گرامیؒ کی فکر اور مسجد کی دوبارہ تعمیر

مسجد کی تعمیر چھت تک پہنچ کر رک گئی پھر ایسی رکی کہ دس سال سے زائد عرصہ گزر گیا والد صاحبؒ کو اس کی سخت تشویش تھی اور بہت قلق تھا اسی دوران ملتان میں

سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ مولانا عبدالغفور مدنی نقشبندیؒ سے ملاقات ہوئی اور مسجد کی تعمیر نامکمل رہ جانے پر تشویش اور غم کا اظہار کیا اس پر حضرت نقشبندیؒ نے فرمایا آپ بالکل تشویش نہ کریں ﴿**لایجرہ، جر جار ولایدفعه دفع دافع**﴾
(کہ وقت سے پہلے کوئی کھینچنے والا کھینچ نہیں سکتا اور وقت آنے پر کوئی پیچھے ہٹا نہیں سکتا)۔

والد گرامیؒ فرماتے تھے مجھے یہ سن کر تسلی ہوگئی اور اطمینان قلبی ہوگیا البتہ یہ تمنا ہر وقت دل میں رہی کہ اسکی چھت کے نیچے مرنے سے پہلے ایک نماز ادا کرلوں۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بموں کے گرنے کی وجہ سے کئی جگہ سے یہ عمارت زخمی ہوگئی۔

الحمدللہ ۱۹۸۶ء میں جب راقم الحروف جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے فارغ التحصیل ہو کر آیا تو والد صاحبؒ کی اس تمنا نے بندہ کو بے چین کردیا۔ بندہ رات کو اس نامکمل عمارت میں جاتا صلوۃ حاجت پڑھتا دعا کرتا اور والد صاحبؒ سے بھی دعا کرواتا۔ پھر تعمیر کے لیے کوشش شروع ہوئی اور دھیرے دھیرے ۱۹۸۷ء میں دوبارہ تعمیر شروع کی الحمدللہ جلد مسجد کی چھت مکمل ہوگئی اور حضرت والد صاحبؒ نے ایک نماز نہیں بلکہ تقریباً تین سال نمازیں ادا فرمائیں اور اب الحمدللہ پرشکوہ اور خوبصورت اور ضلع کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

مسجد کے بارے میں غیبی بشارت

والد گرامیؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھ رہیں اسی لیے مسجد کا نام عمر رکھا گیا اور راقم نے خواب دیکھا کہ اس مسجد میں حضور نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز پڑھا رہے ہیں صحابہ کرامؓ کی صفوں کے بعد مدرسہ کے اساتذہ وطلباء کی صفیں تھیں راقم بھی نماز میں موجود تھا۔ الحمدللہ آج یہ مسجد ہر طرح کی صلاح وخیر کے پھیلنے کا مرکز ہے۔

سیاسی بصیرت

والد گرامیؒ اگرچہ درویش منش انسان تھے حضرت پر زیادہ ترعلیت اور روحانیت کا غلبہ رہتا تھا لیکن اس کے باؤجود بڑی سیاسی بصیرت رکھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ بخاری شریف میں بنی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

﴿کانت بنو اسرائیل تسو سھم الانبیا ء﴾

کہ بنی اسرائیل میں انبیاء علیہ السلام سیاست فرمایا کرتے تھے تو صحیح سیاست رسول علیہ السلام اور نائبین رسول کا حق ہے سیاست کے اصل مستحق اور اہل علماء کرام ہی ہیں اور ملک پاکستان میں اور دیگر اسلامی مما لک میں امن وامان کے حوالے سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ لوگ صحیح معنی میں صرف حدود وقصاص ہی کا نفاذ کرلیں تو تمام مما لک میں امن امان قائم ہو جائے گا چنانچہ جب صدر ضیاء الحق مرحوم نے بڑے بڑے علماء کرام کو اسلام آباد دعوت دی تو والد گرامیؒ کو بھی خصوصی طور پر طلب کیا۔ والد گرامیؒ نے حدود وقصاص پر ایک طویل مقالہ صدر صاحب کو پیش کیا جس میں اس بات کو ثابت کیا کہ حدود وقصاص یعنی قتل کے بدلے میں قتل یا دیت، چوری پر ہاتھ کاٹنا، زنا پر رجم کرنا یا کوڑے مارنا، ڈاکے پر ہاتھ یا پاؤں کاٹنا یا قتل کرنا یا سولی دینا یا قید کرنا، شراب پینے پر کوڑے مارنا، جھوٹی تہمت پر کوڑے مارنا یہ ایسی سزائیں ہیں جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔

صدر ضیاء الحق نے اس مقالے کو بڑی اہمیت دی اور والد گرامیؒ کا شکریہ ادا کیا بعد میں یہ مقالہ علماء کے اجلاس منعقدہ لاہور میں پیش فرمایا یہ اجلاس اسلامی نظام سے متعلق جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں تمام مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے ہوا تھا اور علماء کی کاوشوں کی وجہ سے صدر ضیاء الحق نے حدود آرڈیننس نافذ کیا تھا۔

اسلامی کمیونزم کا دھوکہ

اسی طرح جب پاکستان میں اسلامی کمیونزم کا نعرہ لگا تو اس خوبصورت نعرے کے دھوکے میں سب ہی طبقات آ گئے یہاں تک کہ پنجاب کے اکثر علماء نے بھی اسے تحسین کی نظر سے دیکھا۔کمیونزم کے روٹی کپڑا اور مکان کے نعرے سے خاص طور پر وہ طبقہ جو غربت اور افلاس کی زندگی بسر کر رہا تھا اس نے اس نظام کو نجات دہندہ سمجھا۔

اس نظام پر سوچ و بچار اور قبول کرنے یا نہ کرنے کے سلسلہ میں ضلع بہاول نگر کے علماء کا ایک اہم اجلاس مدرسہ جامع العلوم عید گاہ بہاول نگر میں منعقد ہوا اسکی صدارت والد گرامیؒ نے فرمائی اور اس کے روح رواں اور مہمان خصوصی حضرت مولانا محمد شریف وٹوؒ نائب امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان تھے ضلع بھر کے علماء نے اس نظام پر کھل کر بات کی اور اکثر علماء نے اس نظام کی تائید اور تحسین کی آخر میں جب والد گرامیؒ کے اظہار خیال کی باری آئی تو آپؒ نے علماء کی سوچ و فکر پر برہمی کا اظہار فرمایا اور ان کے خیالات کو خیال خام قرار دیا۔

والد گرامیؒ چونکہ چین کے رہنے والے تھے وہاں اسلام پسندوں کی جنگ اسی اشتراکیت اور کمیونزم نظام کے خلاف تھی اس لیے اس نظام کے نشیب و فراز اور مفاسد کو اچھی طرح سمجھتے تھے تو آپؒ نے فرمایا کہ روٹی کپڑے اور مکان کا نعرہ بظاہر تو بہت خوبصورت ہے لیکن جو مطلب آپ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ ہر ایک کو مفت روٹی کپڑا اور مکان دیدیا جائیگا اور آپ کے ہاتھوں میں چھڑی ہوگی اور آپ بعد میں سیر و سپاٹے کرتے ہوں گے ایسا نہیں ہے بلکہ اس نظام کی صحیح مثال یہ ہے کہ جس طرح ایک آدمی گدھے کو کھانا پینا اور مکان مہیا کرتا ہے اور پھر مار مار کر اس سے کام لیتا ہے اس طرح اس نظام میں کھانا پینا اور مکان مہیا کر کے حکومت پھر جوتے مار کر کام لیتی

ہے اور جو ذرا بھی حکومت کے خلاف زبان کھولے اسے فوراً گولی مار دیتی ہے۔

پھر اپنے وطن کے کچھ واقعات سنائے کہ وہاں کس طرح بوڑھوں کو جانوروں کی جگہ ریڑھیوں پر باندھ کر کام لیا جاتا تھا اور کتنے عمر رسیدہ اسی مشقت میں ہلاک ہو گئے اور آدمی محنت کر کے جو کچھ کماتا تھا اور جو آمدن ہوتی تھی وہ حکومت قبضے میں لے لیتی تھی اور بمشکل قوت لا یموت دیا جاتا تھا اور آدمی کی ذاتی ملکیت کسی چیز پر نہیں ہوتی تھی بہر حال جو بھی اس نظام کی خرابیاں تھیں انہیں والد گرامیؒ نے واضح فرمایا اس پر علماء کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اس نظام کی حمایت اور تائید سے توبہ کی۔

دراصل کراچی کے علماء شروع ہی سے اس نظام کے خلاف تھے اور پنجاب کے علماء اس کو نظرِ تحسین سے دیکھ رہے تھے لیکن جب حق واضح ہو گیا تو تمام علماء اس نظام کے خلاف متحد ہو گئے۔

اخبار کا مطالعہ

والد گرامیؒ اخبار کا مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ احباب سے چیدہ چیدہ اہم خبریں معلوم فرما لیتے اور اس طرح حالات حاضرہ سے باخبر رہتے اس طرح زیارت و ملاقات کے لیے آنے والوں سے انکے علاقوں اور محلوں کے سیاسی و مذہبی حالات معلوم فرماتے رہتے اور اس کے لیے اگر مناسب عملی قدم اٹھانا ہوتا تو بڑی حکمت سے قدم اٹھاتے تھے۔

آخری سالوں میں اپنے صاحبزادے محترم خلیل احمد اخون سے باقاعدہ اخبار سنتے تھے اسی وجہ سے والد گرامیؒ حالات حاضرہ پر پوری بصیرت سے گفتگو فرماتے تھے۔

تحریک ختم نبوت میں حصہ

والد گرامیؒ ویسے تو فرقہ واریت سے بہت نالاں تھے اور گریز فرماتے تھے اس طرح موجودہ سیاست سے بھی بہت دور رہتے تھے لیکن تحریک ختم نبوت میں جو کہ امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کی بنیاد پر قادیانیوں کے خلاف چلائی گئی تھی اس میں بھرپور حصہ لیا۔

ناموس ختم نبوت کے لیے ہونے والے اجلاس ، جلسے اور جلوسوں میں شرکت فرمائی اور جب ۱۹۷۴ء میں تحریک چلی اور اور شمع رسالت کے پروانوں نے گرفتاریاں پیش کیں تو بہاول نگر میں مرکزی جامع مسجد نادر شاہ بازار میں جمعہ کی نماز کے بعد جلوس نکلتا تھا جس میں گرفتاری پیش کرنے والے اپنے سروں پر قرآن مجید اٹھائے چوک نادر شاہ بازار تک آتے تو ان حضرات میں آگے آگے والد گرامیؒ ہوتے اور چوک میں پولیس مطلوبہ افراد کو گرفتار کر کے لے جاتی۔

والد گرامیؒ نے خود بھی گرفتاری پیش کی تھی لیکن پولیس افسران نے احتراماً گرفتار کرنے سے انکار کر دیا تھا آپ نے تحریک کو بھرپور تقویت پہنچائی اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے علماء کرام اور مسلمانوں کی قربانیوں کو قبول فرماتے ہوئے تحریک کو کامیابی سے ہمکنار فرمادیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کی گرفتاری

غالباً اس تحریک کے دوران حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ بہاول نگر تشریف لائے اور گرفتار ہوگئے اور انہیں بہاول نگر کی ڈسٹرکٹ جیل میں منتقل کر دیا گیا اور شہر میں کرفیو لگا دیا گیا۔ کرفیو کی وجہ سے حضرت درخواستیؒ کے معتقدین اور متعلقین حضرت درخواستیؒ کی خبر بھی نہ لے سکے۔ والد گرامیؒ کو جب علم ہوا تو گھر سے کھانا تیار کروا کر کرفیو کے دوران ہی جیل تشریف لے گئے درمیان میں کئی جگہ فوجیوں نے روکا لیکن

والد گرامیؒ ان پر سخت ناراض ہوئے اور وہ حضرت کے رعب اور دبدبہ اور احترام کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے چنانچہ پھر یہی معمول بن گیا کہ صبح وشام کا کھانا خود پہنچا کے آتے اور انتظامیہ اور فوج والے والد گرامیؒ سے ساتھ رعایت کرتے اس طرح حضرت درخواستیؒ کے کپڑے دھونے اور دیگر ضروریات کا بھی انتظام فرماتے۔

حضرت درخواستیؒ تقریباً ایک ہفتہ گرفتار رہے ایک ہفتے کے بعد جب ان کو رہا کیا گیا تو وہ بھی کرفیو کا وقت تھا معتقدین و متعلقین میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا لیکن والد گرامیؒ موجود تھے۔والد گرامیؒ اور حضرت درخواستیؒ کو فوجی گاڑی پر اسٹیشن پہنچا دیا گیا جہاں سے والد گرامیؒ حضرت درخواستیؒ کے ساتھ بھاولپور تک تشریف لے گئے اور حضرت درخواستیؒ کو بھاولپور پہنچا کر گھر تشریف لائے۔حضرت درخواستیؒ حضرت ختنیؒ کی اس خدمت کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔

بادوستاں مروت بادشمناں مدارا

والد گرامیؒ فرمایا کرتے تھے میں نے اپنی زندگی شیخ سعدیؒ کے اس شعر کے مطابق ڈھال لی ہے۔شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں مروت بادشمناں مدارا

ترجمہ: دونوں عالم کی آسائش اور راحت ان دو لفظوں میں بند ہے کہ دوستوں کے ساتھ مروت اور دشمنوں کے ساتھ مدارات برتو۔یعنی دوستوں کے ساتھ دل و جان و خلوص کے ساتھ معاملہ کرو اور دشمنوں کے ساتھ ظاہری تعلق رکھو۔

والد گرامیؒ نے یہ شعر مرض الوفات میں شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو بھی سنایا تھا جب حضرت لدھیانویؒ عیادت کے لیے کراچی سے تشریف لائے تھے اور حضرت لدھیانویؒ نے فرمایا تھا کہ چالیس سال بعد حضرت ختنیؒ سے یہ

شعر سن کر یاد آیا ہے اور حضرت ختنیؒ نے ویسے بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنی پوری زندگی اس شعر کے مطابق بسر کی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ والد گرامیؒ کے حسن سلوک کا دائرہ بہت وسیع تھا اپنے اور غیر سب ہی ان کے حسن سلوک سے متمتع اور نفع اٹھاتے تھے مذہبی معاملات میں تشدد کا راستہ پسند نہیں فرماتے تھے فرقہ واریت اور بلاوجہ کے مذہبی اختلاف وانتشار سے گریز کرتے تھے باوُجود دینی اہم منصب کے دوسرے مسلک اور مشرب کے لوگوں کے عزت نفس کا خیال رکھتے اور انکے سلسلے میں جو شرعی ذمہ داری عائد ہوتی ان کو ضرور ادا کرتے یہی وجہ تھی کہ دوسرے مسالک کے لوگ بھی اپنے تنازعات میں والد گرامیؒ کو فیصل بناتے متعدد بار ایسا ہوا کہ اگر کسی دوسرے مسلک جیسے بریلوی مسلک وغیرہ کا کوئی بڑا عالم بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ کسی کو کوئی صدمہ پہنچا تو اسکی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے یہی وجہ تھی کہ بہاول نگر کا شہر امن کا گہوارہ رہا ہے اور اب بھی جب کہ حالات بہت کچھ بدل چکے ہیں پھر بھی ایک دوسرے کی مذہبی اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے والد گرامیؒ کے لطف وعنائیت اپنے اور غیروں پر اس طرح عام تھے کہ دوسرے مسلک کے لوگ بھی والد گرامیؒ کو اپنا بزرگ سمجھتے تھے اگر کسی جگہ پر مختلف مسالک کے علماء جمع ہو جاتے تو صدارتی نشست پر والد گرامیؒ کو بٹھایا جاتا اگر کوئی معاملہ ہوتا تو اس میں آپؒ کی رائے کو اہمیت دی جاتی۔

جامعہ رضائے مصطفیٰ (مسلک بریلوی) اور امام بارگاہ کا جھگڑا اور تنازعہ

بہاول نگر میں بریلوی مسلک کی درسگاہ جامعہ رضاء مصطفیٰ اور شیعہ مسلک کی امام بارگاہ ایک دوسرے کیساتھ متصل ہیں اور ان میں درمیانی دیوار مشترک ہے ایک مرتبہ ان دونوں مسالک کے درمیان زمین کے مسئلہ میں سخت تنازع پیدا ہوگیا اور

آپس میں زبردست کشیدگی پیدا ہوگئی کوئی فرقہ بھی دوسرے کے دعوے کوتسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا اور تصادم کا سخت خطرہ پیدا ہو گیا انتظامیہ نے مداخلت کی اور فریقین کو بٹھایا اور انہیں آپس میں صلح کرنے کے دعوت دی۔ دونوں فریقوں نے بالاتفاق یہ کہا کہ مفتی نیاز محمد صاحبؒ جو فیصلہ کریں گے وہ ہمیں منظور ہے چنانچہ انتظامیہ نے والد گرامیؒ سے رجوع کیا اور آپؒ سے درخواست کی کہ اس تنازعہ کا جلد فیصلہ فرمادیں۔ آپؒ نے فریقین کی گفتگو سننے کے بعد موقع پر متنازعہ زمین پر تشریف لے گئے اور لکڑی سے دونو ں کے درمیان حد فاصل کھینچ دی جس کو دونوں فریقین نے بخوشی قبول کیا اور آج جو دیوار دونوں فریقین کے درمیان مشترکہ ہے یہ والد گرامیؒ کی نشان کردہ زمین پر قائم ہے۔

گالی کے جواب میں گالی دینے سے گریز

والد گرامیؒ کبھی بھی گالی کے جواب میں گالی نہیں دیتے تھے اور اس کو بہت برا اور معیوب سمجھتے تھے کوئی بھی مخالف کیسی بھی چھچھوری حرکت کرتا یا لچر بات کرتا تو فرماتے کہ اس کا جواب دینا گندی نالی میں پتھر مارنے کے مترادف ہے پتھر مارنے سے جو گندے چھینٹے اڑیں گے وہ پاکیزہ دامن ہی کو داغدار کریں گے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص اپنے طبعی نیچ پن کی وجہ سے تمہیں گالی دے اور اس کے جواب میں تم بھی گالی دو تو پھر تم میں اور اس میں کیا فرق ہے؟

والد گرامیؒ ایسی باتوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے تھے اور اپنے کام میں مشغول رہتے تھے آپؒ کے اس طرز کی وجہ سے فتنہ گروں کی فتنہ بازی ناکام ہو جاتی تھی اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کسی نیچ اور بدذات کی بات کا جواب دینا اس کو اپنے مساوی قرار دینا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ اس کو مھمل چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر خود ہی بیٹھ جائے۔

حقیقتاً یہ کاملین کی علامت ہے حضرت بہلولؒ جو کہ ایک مجذوب بزرگ تھے ایک شخص کے پاس سے گزرے جو کہ عارف باللہ کہلاتا تھا اور ایک شخص کے ساتھ کسی بات پر الجھ رہا تھا تو فرمایا جس کو شیخ سعدیؒ نے بوستاں میں یوں ذکر فرمایا ؎

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خوئے
چوں بگذشت بر عارف جنگجوئے
گر ایں مدعی دوست بشناختے
بہ پیکار دشمن نپرداختے

ترجمہ: کیا اچھی بات کہی ہے بھلی عادتوں والے حضرت بہلولؒ نے جبکہ وہ گزر رہے تھے ایک ایسے شخص کے پاس سے جو عارف باللہ کہلاتا تھا اور کسی سے جھگڑ رہا تھا اگر یہ معرفت الٰہی کا دعویدار دوست (یعنی اللہ تعالیٰ) کو پہچانتا تو اس کے پاس دشمن سے الجھنے کی فرصت نہ ہوتی۔

ابتلاء وامتحان

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

﴿اشد البلاء الانبیاء علیهم السلام ثم الامثل فالامثل﴾

کہ سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیاء علیهم السلام کی جماعت پر آتی ہے پھر ان پر جو راہ انبیاء پر ہوں۔ اسی سنت الٰہی کے تحت آپؒ بھی سخت آزمائشوں سے گزرے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے

"وكذلك جعلنا لكل نبي عدواً شيطين الجن والانس" (سورۃ انعام آیت ۱۱۲)

اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن پیدا کئے شیطانوں میں سے جو کہ جنوں میں سے بھی تھے اور انسانوں میں سے بھی تھے۔

اس طرح راہ نبوت پر چلنے والوں کے بھی دشمن ہوتے ہیں ان کی دشمنی

انہیں راہ حق سے نہ ہٹا سکی اور ویسے تو والد گرامیؒ کی پوری زندگی مجاہدات و آزمائشوں سے عبارت ہے لیکن فتنہ گروں اور دشمنوں نے بھی اس قدر ستایا کہ آپؒ بہاول نگر سے ہجرت پر مجبور ہو جائیں۔اس عناد اور دشمنی میں جہاں دیگر عناصر شامل تھے وہاں لسانی تعصب بھی کارفرما تھا۔لیکن آپؒ نے صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑا ایسے موقعوں پر والد گرامیؒ کی زبان پر یہ آیت مبارکہ آجاتی تھی جو حضرت لوط علیہ السلام جب اپنی قوم کے فتنہ وفساد سے تنگ آ گئے اور اپنی اور اپنے معزز مہمانوں جو کہ دراصل فرشتے تھے کی ذلت ورسوائی محسوس کی تو کہہ اٹھے

"قال لو اَنَّ لِیْ بِکُمْ قوۃً اوآوی رکن شدید" (سورۃ ہود آیت ۸۰)

ترجمہ۔(کہا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ پر زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مستحکم پناہ میں) رکن شدید سے مراد مضبوط کنبہ وقبیلہ ہے۔چونکہ حضرت لوطؑ غیر قوم میں مبعوث ہوئے تھے یہاں تک کہ آپ کی اہلیہ بھی آپ کی قوم میں سے نہیں تھی اور اس فسادی قوم میں سے تھی اس لیے اپنی قوم کی رعایت رکھتی تھی چنانچہ قرآن مجید نے اس کو کافرۃ قرار دیا تو حضرت لوطؑ پر ایسا سخت وقت آیا اور آپ تنگ دل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سہارے کے ساتھ ساتھ اسباب کے درجے میں یہ تمنا فرمائی کاش میرا قبیلہ ہوتا جو میری عزت اور حرمت کی حفاظت کرتا۔

اس لیے حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت لوطؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا وہ قوم قبیلہ والا تھا تو ایسے موقعوں پر والد گرامیؒ کی زبان پر اکثر یہ آیت آجاتی تھی اور نماز اور دعا کا سہارا لیتے تھے یہاں تک کہ اطمینان قلبی ہو جاتا پھر بالکل مطمئن ہو جاتے اور بڑی حکمت کے ساتھ ان فتنوں کا توڑ فرماتے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ غیب سے ایسی مدد فرمائی کہ اپنے اور غیر دنگ رہ گئے چونکہ معاندین،مخالفین اور فتنہ گروں میں سے بہت سے توبہ تائب ہو گئے اور والد گرامیؒ کی وفات سے پہلے

ان سے معافی مانگ لی بعض وفات پا گئے اور بعض مکافاتِ عمل کا مزہ چکھ رہے ہیں اس لیے اسکی تفصیلات کی ضرورت نہیں۔

والد گرامیؒ کا خواب

ایک مرتبہ والد گرامیؒ فجر سے پہلے اپنے کمرے میں بستر پر بیٹھے ہوئے رو رہے تھے بندہ آپؒ کو نماز کے لیے لینے آیا تو آپؒ کی حالت دیکھ کر پریشانی ہوئی آپ سے وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں جنت کے دروازے پر وضو کر رہا ہوں اور ایک شخص جنت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور فرشتے اس کو دھکے مار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جب تک یہ وضو کرنے والا نہیں کہے گا تم جنت میں نہیں جاسکتے میں نے جب یہ سنا تو جلدی سے وضو چھوڑ کر جنت کے دروازے کی طرف آیا تو دیکھا کہ فلاں شخص تھا جو زندگی میں میرا بہت مخالف اور دشمن تھا اور اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی تھی اور وہ وفات پا چکا تھا تو میں نے فرشتوں سے کہا یہ میرا دوست ہے اسے جانے دو تو فرشتوں نے دروازہ کھول کر اسے جنت میں داخل کر دیا تو میں نے جب سے خواب دیکھا ہے میں رو رہا ہوں کہ شاید اس غریب کی مغفرت موقوف ہوگئی ہے لہذا اس کے لیے دعاءِ مغفرت کریں چنانچہ آپؒ دعا کراتے رہے اور بندہ آمین کہتا رہا۔

ایک نقطہ

سورۃ یوسف کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ کبھی صاحبِ حق ایذاء پہنچانے والوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے اسی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے درخواست کی تھی کہ

"قالو یآبانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خٰطئین " (سورۃ یوسف آیت ۹۷)

اے ابا جان ہمارے لیے استغفار کریں بیشک ہم خطا کار ہیں چنانچہ حضرت

یعقوبؑ نے وعدہ کرلیا اور دعا کی اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک خاص دعا لے کر نازل ہوئے اور ایک صف میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کھڑے ہوئے اور دوسری صف میں حضرت یوسفؑ اور بنیامین اور تیسری صف میں باقی بھائی کھڑے ہوگئے اور چوتھی صف میں حضرت یوسفؑ کے والدہ اور دیگر خواتین کھڑی ہوگئیں حضرت جبرائیل علیہ السلام دعا پڑھتے جاتے تھے اور باقی سب آمین کہتے جاتے تھے دعا یہ تھی

یا رجاء المومنین لاتقطع رجأنا یا غیاث المومنین اغِثنا یا معین المومنین أَعِنّا یا محب التوابین تب علینا

ترجمہ۔اے مومنوں کے مرکز امید ہماری امیدوں کو نہ توڑنا اے مومنوں کی دادرسی کرنے والے ہماری دادرسی فرمانا اے مومنوں کے مددگار ہماری مدد کر اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہماری توبہ قبول کر۔ پھر جاکر ان کی دربار الٰہی سے معافی ہوئی اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام معاف کر چکے تھے۔

والدگرامیؒ بھی ایذاء پہنچانے والوں کو معاف فرمادیتے تھے لیکن یہ خواب کا قصہ اسی قبیل سے ہے۔

والدگرامیؒ کی سادگی

حدیث شریف میں آتا ہے ﴿المؤمن غِرٌ کریم﴾ کہ مومن بندہ سادہ مزاج اور بردبار ہوتا ہے والدگرامیؒ میں یہ وصف بطریق اتم موجود تھا آپؒ بہت بھولے بھالے اور سادہ طبیعت کے مالک تھے یہ سادگی ان کی چال ڈھال، رہن سہن، لباس اور کھانے پینے میں عیاں تھی چالاکی تو ان کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔

آپؒ کی زیارت کے لیے آنے والا عالم یا عالم نما شخص ہوتا تو اس کے اکرام میں کھڑے ہونے کی کوشش فرماتے اور اگر وہ دوزانو ہو کر بیٹھ جاتا اور والد

صاحبؒ پیرانہ سالی کی وجہ سے آلتی پالتی مار کے بیٹھے ہوتے تو اس سے فرمادیتے کہ آپ بھی میری طرح بیٹھو اور آزادی سے بیٹھو کیونکہ میں تکلیف کی وجہ سے تمہاری طرح نہیں بیٹھ سکتا جب تک وہ بے تکلفی سے نہیں بیٹھ جاتا تھا آپؒ تکلیف محسوس کرتے رہتے۔

ایک مرتبہ کراچی سے ایک قاری صاحب تشریف لائے ان کی عمر تقریباً پچپن سال تھی وہ دوسری شادی کے سلسلے میں بہاول نگر کے کسی دیہات میں آئے تھے جامعہ بنوری ٹاؤن کی وجہ سے وہ بندہ کے بھی واقف تھے اس لیے اس حوالے سے بھی والد گرامیؒ کی زیارت کے لیے مدرسہ میں آئے اور آپؒ سے دعا کی درخواست کی اور دوسری شادی کا تذکرہ بھی کیا پھر وہ دوبارہ شعبان میں جب مدرسہ کی تعطیلات تھیں بہاولنگر شادی کے سلسلے میں آئے اس وقت انہوں نے داڑھی اور سر کے بال سیاہ کیے ہوئے تھے آپؒ مدرسہ کے دفتر میں تشریف فرما تھے وہ آپؒ سے ملے اور سابقہ ملاقات کے ذکر کے ساتھ اپنی شادی کا تذکرہ کیا خیر آپؒ نے انہیں مدرسہ کے مہمان خانے میں ٹھہرایا جب بندہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ پہلے تمہارے مدرسے کے قاری صاحب شادی کے لیے خود آئے تھے اور اب اپنے بیٹے کو شادی کے لیے بھیجا ہے میں سمجھا شاید یہی بات ہے لیکن جب مہمان خانے میں جا کر دیکھا تو وہی قاری صاحب تھے سیاہ خضاب لگا کر نوجوان بنے ہوئے تھے میں نے والد گرامیؒ کو بتایا تو زور سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا اور فرمایا ایسی ہیئت اختیار کی ہے جس سے دوسروں کو دھوکہ ہوتا ہے۔

جامع عرض کرتا ہے کہ سیاہ خضاب لگانے کی کراہت تحریمی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے دوسروں کو دھوکہ ہوتا ہے۔

نور فراست

حدیث شریف میں ہے

﴿اِتَّقُو ا فَرَاسَةَالْمُوْمِنْ فَاِنَّه يَنْظُرُ بِنُوْرِاللّٰہ﴾

کہ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ والد گرامیؒ باوجود اس کے کہ بہت بھولے بھالے انسان تھے لیکن بہت نور فراست سے نوازے گئے تھے۔ اس لیے کسی بھی انسان کو مل کر اور دیکھ کر جو اندازہ قائم فرماتے وہ کبھی غلط نہ نکلتا۔

ایک مرتبہ سپاہ صحابہ کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ آپؒ کی زیارت کے لیے آئے اور یہ آپ کی پہلی ملاقات تھی جب ملاقات کر کے وہ واپس تشریف لے گئے تو بندہ سے فرمایا کہ اس شخص کا دل بڑا اور وزنی ہے معانقہ کے وقت میں نے اس کو محسوس کیا ہے حالانکہ والد گرامیؒ ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے آپؒ کا اندازہ بالکل درست تھا کیونکہ حضرت فاروقی شہیدؒ کی راہ حق میں استقامت، جواں مردی اور شہادت اس کا واضح ثبوت ہے۔

اسی طرح کسی بھی عالم سے ملاقات ہوتی تو ذرا سی دیر میں اس کے تقویٰ اور علم کو تول لیتے بلکہ بعض دینی اداروں کے فارغ التحصیل علماء کے بارے میں جو جائزہ قائم فرمایا وہ سو فیصد درست نکلا۔ مرض الوفات میں مدرسے کے اندرونی اور بیرونی جن اشخاص کے بارے میں بندہ کو جو رائے دی تھی اور ان کے بارے میں جو اقدامات کرنے کی نصیحت فرمائی تھی وہ سو فیصد درست اور مفید ثابت ہوئے۔

اتباع سنت

انسان کی کامیابی کا راستہ خواہ وہ مبتدی ہو یا منتہی اتباع سنت ہے کسی بزرگ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

راستہ صرف سنت کی ہے پیروی
مبتدی کے لیے منتہی کے لیے

آپؒ سنتوں کا بہت اہتمام فرماتے تھے چنانچہ نشست و برخاست میں، وضع قطع میں اوڑھنے بچھونے میں، لباس وغیرہ میں، یہاں تک کہ گفتگو میں بھی چنانچہ جب بھی کوئی علمی گہری بات فرماتے تو تین دفعہ دہراتے اور فرماتے کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین دفعہ بات کو دہرایا کرتے تھے تاکہ سمجھ لی جائے۔

والدگرامیؒ ہمیشہ سفید لباس اور سفید عمامہ زیب تن فرماتے، عمامہ کے نیچے ہمیشہ ٹوپی استعمال کرتے، کبھی کبھی ٹوپی بھی استعمال فرماتے تھے، جوتا دیسی استعمال کرتے جو کہ کھُسے کی شکل کا ہوتا تھا اس کا رنگ اکثر سرخ اور بھورا ہوتا تھا اور کبھی کبھی ترکستانی جوتا جو کوئٹہ سے ملتا تھا جو اوپر سے پلاسٹک اور اندر سے اُون کا ہوتا تھا بھی پہنتے یہ زیادہ تر سردیوں میں استعمال فرماتے تھے۔

سنتوں کا اہتمام اس قدر تھا کہ کبھی بھی بغل کے بال نہیں مونڈے بلکہ اکھاڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں زیرِ بغل بال اکھاڑنے کا ذکر ہے اور فرماتے تھے کہ اس سے نظر بھی تیز ہوتی ہے اور سنت کے مطابق چلتے اور ہمیشہ نگاہ نیچی رکھ کر چلتے اور عصا استعمال فرماتے۔

کھانا ہمیشہ دسترخوان پر تناول فرماتے اور گھر کے چھوٹے بچوں کو ساتھ شامل کر لیتے اور فرماتے کہ جس کھانے میں بچوں کے ہاتھ لگ جائیں اسکا حساب نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنت میں ڈھلے ہوئے ہیں اور سنتوں پر چلنا طبیعت بن گئی تھی۔

ظرافت طبع

اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحبؒ کوظرافت طبع سے بھی نوازا تھا مجلس میں بڑی ظریفانہ باتیں ارشادفرماتے جس سے اہل مجلس بہت محظوظ ہوتے کبھی کسی سوال کے جواب میں بھی بڑی ظریفانہ جواب ارشادفرماتے جس سے سائل بہت محظوظ ہوتا ایک مرتبہ ایک مولانا خیر پور (ٹامیوالی) سے مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر میں تدریس کی جگہ کے لیے آئے اورحضرت والد صاحبؒ سے ملےاور مدعا عرض کیا آپ نے فرمایا آپ خیر سے شر میں آتے ہیں کیونکہ وہ خیر پور میں ایک مدرسہ میں خدمت انجام دیتے تھے آج تک وہ مولانا صاحب یہ جملہ بیان کر کے مزے لیتے ہیں اورابھی تک خیر پور میں دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک نابینا قاری صاحب آپؒ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کیسے آئے؟انہوں نے عرض کیا زیارت کے لیے تو ہنس کرفرمایا کہ آپ زائر ہوئے اور میں مزار ہوا کیا نذرانہ لائے ہواس سے وہ بہت محظوظ ہوئے اور آج تک اس کا ذکرمزے لے لےکرکرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اولیاء کوزندہ دل بناتا ہے وہ مولیٰ کے غم کوقلب وجگر سے چھپائے رکھتے ہیں اور چہروں پرمسکراہٹ سجائے رکھتے ہیں۔شعر

لب ہیں خندہ جگر میں تیرا دردوغم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

(دیوان اختر)

شعری ذوق

حضرت والد صاحبؒ اشعار کا ذوق بھی رکھتے تھے فارسی اورعربی شاعری سے آپؒ کوزیادہ مناسبت تھی مثنوی مولانا رومؒ تو عنفوان شباب میں ہی پڑھ چکے تھے

کبھی کبھی خاص طور پر گرمیوں کی راتوں میں عشاء کے بعد گھر کے صحن میں بستر پر لیٹے ہوئے مثنوی مولانا روم یا شیخ سعدیؒ کے اشعار بڑی کیفیت اور سوز و درد کے ساتھ گنگناتے رہتے اور ارد گرد سے بالکل بے خبر ہو جاتے ایک دفعہ راقم سے دیوان بیدل بھی لکھوایا اردو کا یہ شعر اکثر دہراتے ؎

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے اس محفل رنگار میں
وہی باقی ہے جو ساقی ہے مہمان بدلتا رہتا ہے

علمی مقام

والد گرامیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ٹھوس اور گہرا علم عطا فرمایا تھا قرآن وحدیث کی نصوص پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے جب کسی آیت یا حدیث پر گفتگو فرماتے تو بہت ٹھوس اور مدلل فرماتے آیات کی تفسیر اور احادیث کی شرح میں کثرت احتمالات کو پسند نہیں فرماتے تھے ایک ہی بات فرماتے جو جچی تلی ہوتی اور اہل علم کے ہاں وہی راجح ہوتی۔

ہمیشہ علمی اور اصطلاحی الفاظ استعمال فرماتے اس لیے آپ کے پاس بیٹھنے والے عوام الناس بھی علمی اصطلاحات سے واقف ہو جاتے۔علم معقولات منطق و فلسفہ اور علم کلام عقائد میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور احکام شرعیہ کو معقولی دلائل سے ثابت کرتے تھے یہی وجہ تھی اس طرز پر تفسیر و حدیث پڑھنے کے لیے ایران، افغانستان، برما، بنگلہ دیش اور پاکستان کے چاروں صوبوں سے طلباء آتے تھے اور ان میں ایک بڑی تعداد ایسے طلباء کی ہوتی تھی جو پہلے کہیں تعلیم مکمل کر چکے ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ والد گرامیؒ کے استاد محترم مفسر قرآن حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ ہمیشہ اپنی تحریر میں عالم ربانی کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اور حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ جب ترجمان السنۃ کی تصنیف فرما رہے تھے تو اس میں حدیث کی

شرح میں اگر کہیں عقلیات کی بحث ہوتی تو اس کی تسلی اور تشفی اور اطمینان قلبی کے لیے آپؒ سے بحث ومباحثہ فرماتے جب انشراح قلبی ہوتا تو اس کو ترجمان السنۃ میں درج فرما دیتے کیونکہ والد گرامیؒ کو قرآن وحدیث میں تفکر وغور وغوض کی بہت عادت تھی اس لیے ایسی ایسی باتیں استنباط کرتے کہ عقل حیران رہ جاتی کبھی کبھی مست ہو کر قدیم علماء کی کسی تحقیق پر رد کرتے ہوئے فرماتے (**هُمُو رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ**) کہ وہ بھی رجال کار تھے اور ہم بھی مردان راہ ہیں۔

آپؒ کے ایک شاگرد مولانا قاری محمد ادریس صاحب مدظلہ نے بتلایا کہ جب ہم نے آپؒ سے بخاری شریف پڑھی تو ﴿**انما الاعمال بالنيات**﴾ پر ایک ماہ تک تقریر فرمائی ہم طلباء ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔

والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ خود راقم کو **بسم الله الرحمن الرحيم** کے ۸۰ ترجمے کر کے بتلائے۔

ایک مرتبہ فورٹ عباس میں بڑے بڑے اہل علم کا اجتماع تھا جن میں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بڑے صاحبزادے بھی شریک تھے تو وہ حضرات تقریر دلپذیر مصنفہ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کی بعض عبارات پر بحث کر رہے تھے اور انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی جب والد گرامیؒ اس اجتماع میں پہنچے تو علماء نے وہ عبارات آپؒ کی خدمت میں پیش کیں آپؒ نے منٹوں میں اس کو حل کر دیا اس پر وہ سب حضرات حیران رہ گئے۔

تقریباً پچاس سال تک ضلع بہاول نگر میں آپ کا فتوی اور شرعی فیصلہ معتبر مانا جاتا رہا اگر عدالت میں کوئی فریق کسی اور عالم کا فتوی پیش کرتا تو جج صاحبان آپ سے اس کی تصدیق کرواتے پھر وہ معتبر ہوتا۔

اعزازی تقرری بطور اسیسر (Assessor)

۱۹۷۰ء سے قبل پاکستان کی عدالتوں میں جج کے ساتھ ایک شخص بطور اسیسر (ثالث) مقرر ہوتا تھا جو جج کے فیصلے اور شہادتوں کو اسیس یعنی ان کی چھان پھٹک کرتا تھا۔

حضرت والد صاحبؒ کو بھی حکومت نے اصرار کر کے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا چنانچہ آپؒ کئی سال تک اس عہدہ پر فائز رہے اور خاص طور پر قتل کے مقدمات کا بغور جائزہ لیتے تھے قتل کے کئی مقدمات میں آپؒ کی جرح کی وجہ سے بے گناہ پھانسی چڑھنے سے بچ گئے پھر بعد میں عدالتوں میں جھوٹی شہادتوں کے رواج اور وکلاء کی نورا کشتیوں کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔

والد گرامیؒ کا کشف اور ختم بخاری شریف کی دعوت

والد گرامیؒ چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون مدظلہ کے نکاح کے موقع پر کراچی تشریف لے گئے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہمان خانے میں قیام فرمایا چھوٹے بھائی کا عقد نکاح ختم بخاری شریف کی مجلس میں ہونا طے ہوا تھا جس دن ختم بخاری شریف کی تقریب تھی اس دن فجر کی نماز کے بعد جب مسجد سے واپس مہمان خانے میں تشریف لائے تو راقم سے فرمایا کہ مجھے جامعہ کے حضرات بخاری شریف ختم کروانے کی دعوت دیں گے لیکن میرے لیے مشکل ہے کیونکہ میری اردو فصیح نہیں جبکہ اہل کراچی فصیح اردو بولتے ہیں اور طبیعت بھی خراب اور کمزور ہے لہذا میری تائید کرنا کہ وہ حضرات معذرت قبول کرلیں۔

راقم کو بڑی حیرت ہوئی لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد استاد گرامی مدیر جامعہ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ مہمان خانے میں تشریف لائے اور آپ سے بخاری شریف ختم کروانے پر اصرار کرنے لگے لیکن آپؒ نے معذرت کی جسے انہوں

نے بڑی مشکل سے قبول کیا۔

والد گرامیؒ عربی کے مطالعہ میں سریع المطالعہ تھے عربی کی بڑی ضخیم ضخیم کتابیں بہت کم وقت میں مطالعہ فرما لیتے تھے اور وہ ذہن نشین ہو جاتی تھیں۔ حافظہ بہت قوی تھا پچاس ساٹھ سال پہلے کے اساتذہ کی تقاریر سورۃ فاتحہ کی طرح سنا دیتے تھے اور جب بھی سناتے تو اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہوتی۔

فن تعبیر

اللہ تعالیٰ نے والد صاحبؒ کو خوابوں کی تعبیر کا فن بھی عطا فرمایا تھا یہ علم وہبی ہوتا ہے کسبی نہیں ہوتا خواب کی بڑی جچی تلی تعبیر دیا کرتے تھے حدیث شریف میں آتا ہے کہ خواب تعبیر سے پہلے ایسے ہوتا ہے جیسے پرندے کے پاؤں سے کوئی چیز لٹک رہی ہو جب کوئی اس کی تعبیر کرتا ہے تو وہ وہیں پر واقع ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے کہ خواب حبیب (دوست) کو بیان کرو یا لبیب (عقلمند) بیان کرو

ایک مرتبہ اس راقم کی موجودگی میں مدرسہ کے پرانے دفتر میں ایک شخص آیا اور حضرت والد صاحبؒ سے اپنی اہلیہ کا خواب بیان کیا کہ اس نے خواب دیکھا کہ ریت میں ایک بچہ دبا ہوا ہے اور وہ اس کو نکال رہی ہے تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی بانجھ ہے اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں جس طرح ریت میں قوت روئیدگی نہیں ہوتی لیکن پھر بھی آپ کی اہلیہ کو اللہ تعالیٰ اولاد دیں گے تو اس شخص نے کہا کہ بالکل درست ہے کہ میری بیوی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے پھر وہ چلا گیا ٹھیک ایک سال کے بعد راقم کی موجودگی میں دوبارہ آیا اور ایک مٹھائی کا ڈبہ لایا اور والد صاحبؒ کو پیش کر کے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا ہے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں جو آپ کی بتائی ہوئی تعبیر کے مطابق وقوع

پذیر ہوئے آپ ہی کی نسبت سے آپ کی اولاد کو بھی اس فن سے بہت مناسبت ہے اور چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون سلمہ تو اخبار جہاں میں خوابوں کی تعبیر کا مستقل کالم لکھتے ہیں۔

روحانی مقام

والد گرامیؒ چونکہ علماء ربانین میں سے تھے جو ایک طرف تعلق مع اللہ کی دولت کی وجہ سے اللہ والے ہوتے ہیں اور دوسری طرف مخلوق خدا کی تربیت وتزکیہ کے ماہر ہوتے ہیں اس لیے روحانیت میں بڑا مقام رکھتے ہیں شہید ملت حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کی گواہی ان کے روحانی مقام کو بتلاتی ہے کہ حضرت لدھیانویؒ نے والد گرامیؒ کی وفات کے اگلے دن تعزیتی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بہاول نگر میں ڈیڑھ سو سال سے قطبیت کا مقام چل رہا ہے ان میں تیسرے قطب حضرت مولانا مفتی نیاز محمد ختنیؒ تھے اور حضرت لدھیانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں نے حضرت ختنیؒ کا علمی مقام تو کچھ پہچانا لیکن روحانی مقام نہیں پہچان سکے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں ان کے پاس چالیس روز گزارتا۔

حضرت والد صاحبؒ سے اکثر یہ حدیث سنی جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حوالے سے ہے کہ ایک شخص دیہات سے غالباً عصر کی نماز میں مسجد نبوی میں آتا تھا آپ ﷺ روزانہ فرماتے تھے کہ ادھر سے ایک جنتی آئے گا لوگ روزانہ اس کو دیکھتے جب تیسرا دن ہوا تو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اس کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گئے تاکہ یہ دیکھیں کہ انکا کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ نے یہ بشارت دی ہے اور تین دن انکے ہاں قیام فرمایا لیکن جب انکا کوئی خاص امتیازی عمل نہیں دیکھا تو تیسرے دن ان سے پوچھا کہ آپ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے لیکن مجھے آپکا کوئی ایسا عمل

معلوم نہیں ہوا جو دوسرے مسلمان نہ کرتے ہوں تو انہوں نے کہا کہ میں سیدھا سادھا مسلمان ہوں میرا ویسے تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ روزانہ جب صبح ہوتی ہے تو میں اپنے دل کا جائزہ لیتا ہوں کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کوئی میل تو نہیں تو الحمد للہ میرا دل ہر مسلمان کی طرف سے صاف ہوتا ہے تو عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ یہی وہ عمل ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

حضرت والد گرامیؒ فرماتے تھے کہ میرا بھی ہمیشہ اس حدیث پر عمل رہتا ہے اور میں روزانہ اپنے دل کا جائز لیتا ہوں۔

والد گرامیؒ کو ایمان پر خاتمے کی بڑی فکر رہتی تھی اس لیے جب بھی کوئی دعا کی درخواست کرتا تو اس کے ایمان پر خاتمہ کی دعا دیتے اور یہی کاملین کی علامت ہے کہ وہ سوٗ خاتمہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ عام آدمی کو گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہوتا ہے اور کاملین کو کفر و نفاق میں مبتلا ہونے کا خوف رہتا ہے چنانچہ امام بخاریؒ صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرماتے ہیں (**کلھم یخاف النفاق علی نفسہ**) کہ ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا خوف ہوتا تھا۔

والد گرامیؒ کو اللہ تعالیٰ نے مستجاب الدعوات بنایا تھا جو دعا کرتے فوراً قبول ہو جاتی۔ حضرت مولانا **عطاء المنعم شاہ صاحب**ؒ نے اپنے مرید حافظ انیس الرحمٰنؒ حافظ آبادی (بہاول نگر) کو تاکید کر کے فرمایا تھا کہ مولانا نیاز محمد ختنیؒ سے دعا کروایا کرو کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اور میں نے خود کئی معاملات میں دعا کروائی جو فوراً قبول ہوئی۔

والد گرامیؒ کی صحبت میں اس قدر تاثیر تھی کہ کتنا ہی سنگدل شخص ہوتا وہ ان

کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جاتا تو وہ بالکل موم کی طرح ہو جاتا اور جو شخص بھی زندگی میں ایک بار ملا ہوتا وہ کبھی آپؒ کی شخصیت کو بھلا نہیں سکتا۔

اگرچہ والد صاحبؒ دم وغیرہ کم ہی کیا کرتے تھے لیکن اگر کوئی اصرار کرتا تو فاتحہ کا دم کر دیتے جس سے فوراً فائدہ ہو جاتا ایک مرتبہ ایک شخص جس کو ناسور تھا اور وہ علاج وغیرہ سے تنگ آ چکا تھا اور کسی طرح آرام نہ آتا تھا جامع مسجد نادر شاہ بازار میں جمعہ کو آپؒ سے دم کرنے کا اصرار کیا آپؒ نے اس کے اصرار پر دم فرما دیا جس سے چند دن میں شفا ہو گئی۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا خاصہ رہا ہے چنانچہ شمائل ترمذی میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ ﴿لا یفترقون الا من ذواق﴾ آپ ﷺ کی خدمت میں آنے والے بغیر کچھ چکھے نہیں جاتے تھے تو حضرت والد صاحبؒ اس سنت پر بہت عمل فرماتے تھے کوئی بھی شخص ملنے کے لیے آتا خواہ وہ متعارف ہوتا یا اجنبی بغیر چائے پانی اور کھانے کے نہ جانے دیتے۔

اکثر دیہات کے لوگ جن کو شہر میں رات پڑ جاتی تو وہ ہمارے گھر پر مہمان ٹھہرتے اسی طرح اگر اسٹیشن یا بس اسٹینڈ پر کوئی فیملی سفر سے رہ جاتی تو لوگ انہیں ہمارے گھر کا راستہ بتلاتے اور انکے کھانے پینے اور رہنے کا پورا انتظام کیا جاتا۔

بہت دفعہ ایسا ہوا کہ سردیوں کے موسم میں رات کو بارہ بجے کوئی مہمان آ گیا تو بجائے کسی خادم اور کسی طالب علم کو تکلیف دینے کے راقم کو اور بڑے بھائی ڈاکٹر محمد جمیل ثابت اخون کو اٹھاتے جبکہ ہم رضائیوں میں دبکے ہوتے اور گہری نیند میں ہوتے ہمیں اٹھا کر بس اسٹینڈ پر بھیجتے کہ مہمان کے لیے کھانا لے کر آؤ اسی طرح شدید گرمی میں بھی دوپہر کے وقت مہمان کی ضروریات لانے کے لیے بھیج دیتے جو شخص

بھی آپؒ سے زندگی میں ایک مرتبہ ملا وہ آپؒ کے حسن خلق اور مہمان نوازی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا الحمدللہ آج بھی ان کے اس طرز کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

عجز وانکساری

حضرت والد صاحبؒ میں یہ وصف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا عجز وانکساری کا اس قدر غلبہ تھا کہ کسی عالم کا کوئی کارنامہ سنتے تو سرد آہ بھر کے فرماتے کہ یہ لوگ کام کے ہیں اور ہم لوگ نان کے۔

ہر آنے والے کا نہایت اکرام فرماتے اگر وہ عالم ہوتا یا علماء کے مشابہ ہوتا تو اٹھ کر ملنے کی کوشش فرماتے زیارت کے لیے آنے والوں کو آزادی کے ساتھ بیٹھنے کے لیے فرماتے بسا اوقات گھر میں کوئی بچہ وغیرہ نہ ہوتا تو مہمان کے لیے خود روٹی اور چائے پانی لے آتے دوستوں اور سسرالی عزیز واقارب کی خیر خبر کے لیے خود ان کے گھر تشریف لے جاتے اکثر پیدل یا تانگہ پر تشریف لے جاتے۔

غالب الاحوال

والد گرامیؒ مغلوب الاحوال نہیں تھے بلکہ غالب الاحوال تھے اس لیے اکثر فرمایا کرتے تھے انسان میں کیفیت فاعلیہ ہونی چاہیے انفعالی کیفیت نہیں ہونی چاہیے اور فرمایا کرتے تھے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ تمہارا ایمان بوڑھیوں کی طرح ہونا چاہیے یعنی جب حق راستہ سمجھ میں آجائے تو پھر بوڑھیوں کی طرح اپنے عقائد اور نظریات پر جم جائے جن کو انکے نظریے سے ہٹانے کے لیے ہزار جتن کے جائیں تو وہ ہٹکر نہیں دیتیں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ استاد گرامی حضرت مفتی ولی حسنؒ نے امام غزالیؒ کے غالب الاحوال ہونے کا ایک واقعہ درس بخاری میں ذکر فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ امام

غزالیؒ جنگل میں جارہے تھے رات کا وقت تھا اچانک ایک بہت بڑی کرسی پر ایک نورانی شخصیت ظاہر ہوئی اور امام غزالیؒ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تیرا خدا ہوں اور میں نے تجھے احکام نماز روزہ وغیرہ معاف کردیے تو امام غزالیؒ نے کہا کہ تو شیطان ہے اور فوراً (**لاحول ولا قوۃ الا باللہ**) پڑھا جس پر زوردار دھما کہ ہوا اور سب کچھ غائب ہو گیا اور شیطان نے کہا کہ غزالی تجھ کو تیرے علم نے بچالیا اس پر امام غزالیؒ نے کہا کہ تو پھر مجھ پر وار کر رہا ہے مجھ کو میرے اللہ تعالیٰ کے فضل نے بچایا ہے تو حضرت مفتی ولی حسنؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ کمزور آدمی ہوتے تو مغلوب الحال ہو جاتے اور اس کو سچ سمجھ بیٹھتے۔ غالب الاحوال ہونا بہت ہی بلند پائے کے بزرگوں کا خاصہ ہے حضرت والد صاحبؒ کسی بھی ماحول میں جاتے کبھی متاثر اور مغلوب نہ ہوتے اور شریعت مطہرہ پر بڑی استقامت سے عمل کرتے۔

شیطان کو ڈراؤ

ایک مرتبہ شہر کے ایک بہت معزز اور امیر آدمی نے آپؒ کو اپنی بیٹی کی شادی میں مدعو کیا اور نکاح پڑھانے کی درخواست کی آپؒ نے دعوت قبول فرمالی عشاء کے بعد پروگرام تھا راقم کو بھی ساتھ چلنے کا فرمایا جامعہ کے ایک استاد قاری عبدالغفور صاحبؒ بھی مدعو تھے وہ پہلے چلے گئے والد صاحبؒ جب مدرسہ سے نکلے تو قاری صاحبؒ واپس آرہے تھے آپؒ نے پوچھا کیوں واپس آرہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ وہاں فوجی بینڈ بج رہا ہے تو آپؒ نے فرمایا شیطان سے ڈر گئے میرے ساتھ چلو میں شیطان کو ڈراتا ہوں چنانچہ وہاں تشریف لے گئے اور صاحب دعوت کو بلا کر ڈانٹا سب بینڈ باجے والے غائب ہو گئے اور سارے مراحل سنت اور شریعت کے مطابق طے ہوئے۔ (نوٹ) یہ کام ہر ایک کے بس کا نہیں صاحب عزیمت لوگ ہی ایسا کر سکتے ہیں عام آدمی کو ایسی تقریبات سے احتراز کرنا چاہیے جس میں منکر کام ہو۔

خانگی زندگی

گھر کی معیشت بہت سادہ تھی اگر یوں کہا جائے کہ اس میں دیہاتی پن ٹپکتا تھا تو مبالغہ نہ ہوگا اگر چہ شروع ہی سے آپ کا کھانا مدرسے کے مطبخ سے منظور تھا لیکن شادی کے بعد سے گھر پر ہی کھانا پکتا تھا جس میں صبح کو بڑا گوشت یا سبزی اور شام کو ہمیشہ دال پکتی تھی۔

۱۹۸۷ء میں والد گرامیؒ کے ایک شاگرد جو ۱۹۵۰ء میں آپ سے پڑھتے رہے تھے ایک دن شام کو مہمان ٹھہرے تو کھانے میں دیگر لوازمات کے ساتھ دال بھی تھی وہ دال چکھ کر کہنے لگے کہ حیرت ہے کہ دنیا میں کتنی تبدیلی آ گئی لیکن اماں جی کی دال کا ذائقہ تبدیل نہ ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں بھی یہ دال کھانے کا موقع ملا تو اس وقت بھی یہی ذائقہ تھا اور اب بھی وہی ہے اس پر بندہ نے ہنس کر کہا کہ ان بزرگوں کی صرف دین میں استقامت نہیں ہوتی بلکہ دنیا کے معاملات میں بھی استقامت ہوتی ہے۔

گھر میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی جانور گائے بھینس وغیرہ رہی جس کی خدمت والدہ محترمہ خود فرمایا کرتی تھیں اور والد صاحبؒ دودھ دہی مکھن اور لسی کے استعمال کو بڑی اہمیت دیتے تھے خود بھی استعمال کرتے تھے اور آل واولاد کو بھی اسکی تاکید فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ نعمتیں اصل میں تو ایمان والوں کے لیے ہیں کافروں کو تبعاً اور ضمناً ملتی ہیں کیونکہ دنیا کے اصل آباد کار ایمان والے ہیں اور یہی لوگ جنت کو آباد کرنے والے ہیں۔

والدہ محترمہ جانوروں کی خدمت کے لیے اکثر راقم کو ساتھ رکھتیں راقم والدہ محترمہ کے ساتھ جانوروں کو چارہ ڈالنا، دودھ دوھنا، نہلانا یہاں تک کہ اوپلے بنانے کی خدمت بھی انجام دیتا رہا ہے۔

والد گرامیؒ اور والدہ محترمہ کو کبھی آپس میں جھگڑتے اور الجھتے نہیں دیکھا اگر

والد صاحبؒ کسی بات پر ناراضگی کا اظہار فرماتے تو والدہ بالکل خاموش ہو جاتیں کبھی آگے سے جواب نہ دیتیں اور اگر والدہ صاحبہ کسی وجہ سے غصہ فرماتی تو والد صاحبؒ کبھی آگے سے ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہنس کر ہم لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے تمہاری ماں آج غصے میں ہے اس سے اکثر والدہ کا غصہ جاتا رہتا اور وہ بھی ہنس دیتیں والد صاحبؒ ماں باپ کی لڑائی جھگڑے کو اولاد کے لیے سخت مضر سمجھتے تھے۔

خدا رحمت کنند آں پاک طینت را

صلہ رحمی

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اس کے رزق میں برکت ہو اور اس کے گناہ معاف ہوں وہ صلہ رحمی کرے یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے حدیث شریف میں آتا ہے کہ رحم یعنی خونی رشتہ کو قیامت کے دن شکل دے دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعوٰی کرے گا کہ اے اللہ جس نے مجھے جوڑا اسکو تو جوڑ اور جس نے مجھے توڑا اسکو توڑ۔

حضرت والد صاحبؒ کو صلہ رحمی کا بہت اہتمام تھا اگرچہ آپؒ کے اپنے رشتہ دار یہاں پر نہیں تھے اور جو چین میں بقید حیات تھے ان سے رابطہ کی کوئی صورت نہ تھی لیکن سسرالی (راقم کی والدہ محترمہ) کی طرف سے رشتہ دار یہاں موجود تھے حضرت والد صاحبؒ بڑے اہتمام سے انکی خبر گیری فرماتے تھے انکی خوشی اور غمی کے موقعہ پر بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ عید الفطر سے ایک دو روز پہلے کسی سسرالی عزیز سے کوئی جھگڑے وغیرہ کی بات کی اور پھر عید آ گئی تو آپؒ ملنے کے لیے ان کے گھر جانے لگے تو کسی نے کہہ دیا کہ انہوں نے ابھی ایک دو روز پہلے تو جھگڑا کیا ہے تو فرماتے کہ ان کے بچے میرے انتظار میں ہوں گے کہ میں ان کو عیدی دونگا اور چلے

گئے۔ایسے موقعوں پر(صِل من قطعک)جوڑاس سے جوتوڑے پرعمل پیرا رہتے تھے۔

تربیت اولاد

والد گرامیؒ ہم اولاد کی تربیت میں چند اصولوں پرعمل پیرا رہتے تھے۔

(۱)دعااوراعتماد علی اللہ

والد گرامیؒ ہمارے لیے دعا کا بہت اہتمام فرماتے تھے اور کثرت سے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ والد کی دعا اولاد کے حق میں مستجاب ہے اور اپنی اولاد کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ پر پورا اعتماد رکھتے تھے کہ وہ انہیں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

راقم عرض کرتا ہے یہی وہ گر ہے جو اہل اللہ استعمال کرتے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں(**انا عندالعبد ظنی بی**) کہ میں بندے کے لیے ویسے ہی ہوتا ہوں جیسا وہ گمان رکھتا ہے اس لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اولاد کی تربیت میں دو چیزیں بنیادی ہیں۔

(۱)اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد

(۲)والدین کی دعا

(۲) کردار پرنظر

دوسرا اولاد کے کردار پر بہت نظر رکھتے تھے اور معاشرے میں وہ چیزیں جو اخلاق اور کردار کوخراب کرتی ہیں انکی برائی اور نفرت خوب ذہن نشین کرائی تھی اس وجہ سے ہم لوگ اس راستے سے گزرنے سے بھی گریز کرتے تھے جس سڑک پر سینما وغیرہ ہوتا تھا۔

جب ہم لوگ چھوٹے تھے تو شہر کی خواتین و بچیاں گھر میں والدہ محترمہ سے قرآن مجید پڑھنے آتی تھیں لیکن جب ہم بلوغ کو پہنچے تو یہ سلسلہ ختم کروادیا سوائے

بوڑھی خواتین کے گھر میں تعلیم کا سلسلہ بند کر کے اس کے لیے الگ جگہ مختص کی اور استانی مقرر کر دی جب ہم لوگ سکول میں پڑھتے تھے تو کبھی کبھی ہماری کتابوں کو بھی دیکھ لیتے تھے کہیں کوئی حیاء باختہ کتاب تو مطالعہ نہیں کر رہے۔

(۳)طبعی رجحان کا خیال

والد گرامیؒ اولاد کے مستقبل کے بارے میں انکی طبعی رجحان کو بہت ملحوظ رکھتے اور فرماتے حدیث شریف میں آیا ہے(کل مُیَسر لما خلق له) کہ ہر ایک کے لیے وہی راستہ آسان ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے اسی وجہ سے کسی پر کسی خاص شعبے ہی میں لگنے کے بارے میں اصرار نہیں فرمایا بس ترغیب دیدی لیکن اگر اس کا رجحان کسی اور طرف دیکھا تو اس کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اس بات کی تاکید فرمائی کہ دینوی شعبہ میں لگنا ہو یا دنیوی تعلیم حاصل کرنا ہو کر و لیکن مسلمان ہو کر رہنا یہی وجہ ہے کہ آپؒ کی اولاد میں حافظ ،عالم ،مفتی ،ڈاکٹر ،تاجر اور ہر طرح کے لوگ پیدا ہوئے الحمدللہ سب کے سب باشرع اور دیندار ہیں۔

(۴)صحت کا خیال

والد گرامیؒ بچوں کی تربیت میں صحت کو بہت ترجیح دیتے تھے چونکہ آپؒ دارالعلوم دیوبند میں طب پڑھے ہوئے تھے اس لیے طبی اصولوں کو بھی استعمال فرماتے چنانچہ ہمیں بھی اور اپنے پوتوں نواسوں کو جب وہ سال چھ مہینے کے ہوتے تھے زمین کھود کر اس میں نصف دبا دیتے اور بچہ مٹی میں ہاتھ ڈال کر کھیلتا رہتا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ مٹی انسان کی ماں ہے جس طرح بچہ ماں کی گود میں پھلتا پھولتا ہے اس طرح مٹی میں بھی تندرست وتوانا ہوتا ہے اس لیے پہلوان لوگ مٹی میں کشتی کرتے ہیں۔

ہر ہفتے تمام بچوں کا سر منڈوایا جاتا اور والدہ محترمہ باقاعدگی سے سب کے

سر کی مالش کرتیں اور تقریباً بلوغ تک سب بچوں کو صرف گائے کا دودھ استعمال کروایا اور فرماتے تھے کہ یہ دودھ عقل کے لیے زیادہ مفید ہے کیونکہ گائے سمجھدار جانور ہے بخلاف بھینس کے کہ یہ بیوقوف جانور ہے گندے پانی میں بیٹھا رہتا ہے اور بچوں کو روزانہ دودھ پلایا جاتا تھا اگر کوئی بچہ سو جاتا تو اس کو اٹھا کر دودھ پلایا جاتا۔

عصر، مغرب کے درمیان بچوں کو کھیلنے کا فرماتے تھے ایک مرتبہ بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون صاحب کی فٹ بال کھیلتے ہوئے ٹانگ ٹوٹ گئی تو ہم سب نے ڈر کی وجہ سے کھیلنا چھوڑ دیا جب آپؒ کو علم ہوا تو ڈانٹا اور فرمایا کہ یہ حادثہ تو مقدر میں تھا جو ہو گیا تم اپنے ورزش کے معمول جاری رکھو۔

(۵) شفقت و محبت

اگرچہ ہر والدین کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے لیکن آپؒ نے اولاد کی تربیت میں اس عنصر کو بہت استعمال فرمایا اور شان رحمت کو بچوں کی تربیت میں بہت اہم قرار دیتے تھے اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پوری زندگی کسی بچے کو نہیں مارا سوائے اس کے کہ بڑے بھائی کو صرف دو جوتے مارے۔

غلطی پر صرف ڈانٹتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ سختی اولاد کو باغی کر دیتی ہے اگر کسی بچے سے کوئی برتن ٹوٹ جاتا تو بجائے ناراض ہونے کے فرماتے ! ماشاءاللہ یہ کافر کی گردن توڑ سکتا ہے اس طرح ناراضگی کو خوشی میں تبدیل فرما دیتے اس طرح جب بازار جامع مسجد سے نماز وغیرہ پڑھا کر تشریف لاتے یا کسی دوسرے شہر سے سفر سے واپس آتے تو بچوں کے لیے کوئی کھانے پینے یا کھیلنے کی چیز ضرور لاتے۔

(۶) تعلیم

آپؒ نے ہر بچے کو تعلیم پانچ سال کے بعد شروع کروائی تا کہ تعلیم صحت کو متاثر نہ کرے اور ابتدا میں صرف لکھنا، پڑھنا اور نورانی قاعدہ بس اسی کو ترجیح دیتے

تھے تقریباً دوسری جماعت کے بعد بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم میں ڈالا لیکن قراء حضرات کی بیجا سختی کی وجہ سے اس وقت سوائے بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون کے کوئی قرآن مجید حفظ نہ کر سکا بڑے بھائی صاحب نے دورہ حدیث تک اسی مدرسہ میں تعلیم بھی مکمل کی باقی بچوں کو سکول میں داخل کروادیا جہاں سب نے میٹرک یعنی دس جماعت پڑھی پھر آپؒ کی ترغیب اور دعا سے راقم اور مفتی منیر احمد اخون اور مفتی خلیق احمد اخون نے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے سند فراغت حاصل کی اور ایک بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل احمد اخون ڈاکٹر بن گئے اور دوسرے بھائی خلیل احمد اخون ایم اے کر کے سرکاری عہدے پر فائز ہو گئے اور مفتی خلیق احمد اخون نے بنوری ٹاؤن میں حفظ بھی کیا اور دورہ حدیث تک تعلیم بھی حاصل کی۔

راقم کو نصیحت

راقم ۱۹۷۸ء میں میٹرک کر کے حضرت والد صاحبؒ کی دعا اور توجہ اور جذب الٰہی سے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی چلا گیا اور پورے آٹھ سال علم و عرفان کے مرکز میں بسر کرنے کی توفیق ہوئی اور ۱۹۸۶ء میں سند فراغت حاصل کی۔

حضرت والد صاحبؒ نے اس مبارک سفر پر بھیجتے ہوئے مندرجہ ذیل نصیحتیں فرمائیں۔

(۱) فرمایا صحت کا بہت خیال رکھنا، لباس کے عمدہ ہونے سے صحت کا عمدہ ہونا بہتر ہے صحت مند دماغ جو قرآن و حدیث کی بات کو سمجھتا ہے وہ بیمار دماغ نہیں سمجھ سکتا پھٹے ہوئے کپڑوں میں صحت مند جسم ایسے ہے جیسے بادلوں میں چاند۔

(۲) فرمایا علوم آلیہ یعنی صرف ونحو، منطق وفلسفہ وغیرہ پر خوب محنت کرنا اس سے قرآن و حدیث سمجھنے کی استعداد پیدا ہوگی کیونکہ جو شخص لوہے کے چنے ہضم کر لیتا ہے اس کے لیے حلوہ ہضم کرنا بہت آسان ہے اور خاص طور پر علم منطق سمجھنے اور اس

میں پختگی پیدا کرنے پر بہت زور دیتے تھے اور ٹھوس علم کے لیے اس کو ضروری قرار دیتے تھے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں قیام کے دوران حضرت مفتی محمودؒ رہنما جمیعت علماء اسلام پاکستان سے متعدد بار سنا فرمایا کرتے تھے عالم کو دو فنون میں سے ایک میں ماہر ہونا ضروری ہے پھر اس کے علم پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اصول فقہ (۲) علم منطق

(۳) فرمایا کہ جو تم نے اردو تعلیم میٹرک تک حاصل کی ہے اس کو برقرار رکھنا کیونکہ اس زمانے میں دین کی خدمت کے لیے ان علوم سے واقف ہونا ضروری ہے

چنانچہ راقم نے اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کراچی میں قیام کے دوران بارہویں جماعت پاس کی اور پھر فراغت کے بعد واپس آکر چودھویں اور سولھویں جماعت پاس کی۔

آج عملی میدان میں خدمت دین میں یہ علوم معاون اور مددگار بنتے ہیں تو والد گرامیؒ کی نصیحت یاد آتی ہے اور دل سے نکلتا ہے۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

انگریزی زبان سیکھنے کی ایک خاص وجہ

والد گرامیؒ نے انگریزی زبان سیکھنے کی خاص تاکید فرمائی اور اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ دن بدن ہر شعبہ حیات میں اس کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے۔

اور دوسرا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مدرسہ کے زیر اہتمام ملیہ اسلامیہ مڈل سکول ۱۹۷۳ء میں قومی تحویل میں لیا گیا تو انجمن عیدگاہ نے سکول بلڈنگ جو کہ دراصل مسجد عیدگاہ کی دوکانیں تھیں انہیں خالی کرانے کے بارے میں محکمہ تعلیم میں درخواست

دی تو وہاں سے ایک چٹھی انگریزی میں آئی تو چونکہ مدرسہ میں کوئی انگریزی نہیں جانتا تھا تو اسی سکول کے ماسٹر کو پڑھنے کے لیے دی گئی اس چھٹی میں دراصل محکمہ تعلیم نے دو باتوں کا اختیار دیا تھا کہ اگر خالی کرانا ہے تو چار مہینے کے بعد خالی کردیں گے یا پھر آپ اس کا کرایہ محکمہ سے وصول کرلیا کریں چونکہ خالی ہونے کی صورت میں سکول کے عملے کو دیگر سکولوں میں ضم کیا جاتا اور ممکن ہے ان کا تبادلہ شہر سے باہر کردیا جاتا تو چٹھی پڑھنے والے ماسٹر نے خیانت سے کام لیتے ہوئے یہ بتلایا کہ اس میں صرف کرایہ وصول کرنے کا ذکر ہے حالانکہ تنگ ودو خالی کرانے کے لیے کی گئی تھی بالآخر مجبوراً یہ فیصلہ کیا گیا کہ کرایہ وصول کرلیا جائے تاکہ مسجد عیدگاہ کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہوجائے۔

محکمہ تعلیم نے ایک سال کے بعد کرایہ بند کردیا تو پھر دوبارہ انجمن عیدگاہ کی طرف سے دوکانیں خالی کرانے کی مہم چلائی گئی اور ایک وفد بھاولپور جاکر محکمہ تعلیم کے افسران سے ملا تو انہوں نے وہ چٹھی سامنے رکھ دی جس میں خالی کرانے کا اختیار دیا گیا تھا تو اس وقت معلوم ہوا کہ اس ماسٹر نے چٹھی پڑھنے میں خیانت سے کام لیا بہت افسوس اور صدمہ ہوا اس وجہ سے آپؒ نے انگریزی زبان پر بقدرِ ضرورت دسترس حاصل کرنے کی تاکید فرمائی۔

آپؒ کو زندگی کے آخری لمحات تک مسجد کی ان دوکانوں جو کہ سکول کے قبضے میں ہیں خالی کرانے کی فکر اور قلق رہا اور اکثر بڑے دکھ سے اس کا ذکر فرماتے تھے پھر نہ تو عمارت واپس ملی اور نہ کرایہ۔

والد گرامیؒ کے روزانہ کے معمولات

تدریس ومطالعہ

والد گرامیؒ نے ہر طرح کی مصروفیات کے باوجود پوری زندگی درس و تدریس کو برقرار رکھا اور اس کو بقاء علم کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اہل علم کو اس کی بہت تاکید

فرماتے تھے اور آپؒ بغیر مطالعہ کے تدریس نہیں کرتے تھے اگر کسی دن مصروفیت یا بیماری کی وجہ سے مطالعہ نہ ہو پاتا تو اس دن تدریس کا ناغہ فرماتے۔

ابتداء میں چودہ کتابیں زیر درس رہیں اور بعد میں ضعف کی وجہ سے چار رہ گئیں بخاری جلد اول اور جلد دوم مستقل پڑھاتے تھے اور کبھی جلالین اور کبھی ہدایہ کی کوئی جلد اور وفات کے سال اپنے چھوٹے صاحبزادے مفتی خلیق احمد اخون کی وجہ سے قطبی بھی پڑھائی اور فرمایا کرتے تھے مجھے روزانہ چودہ سبق پڑھانے کا ثواب ملتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے صحت وقوت اور جوانی میں جو اعمال کیے جاتے ہیں وہ جب ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے چھوٹ جاتے ہیں تو آدمی کو اس کا اجر ملتا رہتا ہے۔

والد گرامیؒ کے مطالعہ میں دو قسم کی کتب رہتی تھیں ایک تدریسی کتب اور دوسری غیر تدریسی جن میں زیادہ تر ابو داؤد شریف، مسلم شریف، ھدایہ کی چاروں جلدیں مُطَوَّل، معارف القرآن ادریسی اور معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور ان کے علاوہ بھی بہت سے کتب زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

ظہورنسبت

والد گرامیؒ غیبی اشارے کی وجہ سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل مفتی اعظم پاکستان مفسر قرآن حضرت مفتی محمد شفیعؒ دیو بندی سے بیعت تھے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دوران بھی ان سے کسب فیض کیا بلکہ خود فرمایا کہ ہم نے سلوک طالب علمی میں درسگاہوں میں طے کیا تھا۔

پھر پاکستان بننے کے بعد کراچی حضرت مفتی صاحبؒ کی زیارت اور صحبت اٹھانے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اس نسبت کا ظہور آخری عمر میں خوب ہوا جب بھی فرصت ملتی تو معارف القرآن کا مطالعہ کرتے اور ایسا گریہ اور کیفیت طاری

ہوتی کہ چہرے پر رومال ڈال کر گھنٹہ گھنٹہ روتے رہتے اور سرد آہ بھر کر فرمایا کرتے کہ علم اب سمجھ میں آنے لگا ہے اور اب جانے کا وقت قریب ہے۔

اور اس دار فانی سے کوچ کرنے کا اشارہ بھی خواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے ہی دیا تھا جو آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے۔

تلاوت قرآن مجید

والد صاحبؒ کا قرآن مجید سے تعلق عاشقانہ تھا تمام تر مصروفیات کے باوجود روزانہ دس پارے تلاوت کا معمول تھا جوں ہی کوئی فرصت کا وقت پاتے تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتے۔ آپ کی نشست خواہ کمرے میں ہوتی یا گھر کے صحن میں ہوتی تو اس کے قریب قرآن مجید رکھا رہتا اور آپؒ کی تلاوت پورے غور خوض اور توجہ کے ساتھ ہوتی اکثر تلاوت کے دوران گریہ طاری ہو جاتا ہر تیسرے دن قرآن مجید مکمل فرماتے جب مکمل فرماتے تو جو افراد خانہ گھر میں ہوتے انہیں بلا کر دعا میں شریک فرما لیتے راقم کو اکثر الحمدللہ اس کا موقع ملتا رہا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالکؓ کا بھی یہی معمول تھا کیونکہ یہ قبولیت دعا کا موقع ہوتا ہے۔

ذکر و دعا

حضرت والد صاحبؒ دعاؤں کا بہت اہتمام فرماتے تھے قرآن وحدیث کی تقریباً ساری دعائیں زبانی یاد تھیں فرماتے تھے کہ دعا ذکر بھی ہے اور اس میں عجز و انکساری بھی ہے اس کے باوجود تہجد میں ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ذکر فرماتے عام اوقات میں بلا تعداد ذکر کرتے اور فرماتے تھے کہ جب اس کی نوازشیں لاتعداد ہیں تو بندے کو بھی بلا شمار انہیں یاد کرنا چاہیے۔

نوٹ: ذکر تحمل اور صحت کو مدنظر رکھ کر کرنا چاہیے۔

سیر وتفریح

والد گرامیؒ فجر کے فوراً بعد چائے نوش فرماتے تھے اور کبھی فجر سے پہلے بھی نوش فرمالیتے تھے فجر کے فوراً بعد مدرسہ کے متصل ستلج پارک میں سیر کے لیے تشریف لے جاتے ہلکی پھلکی ورزش بھی کرتے اور اس کی بہت تاکید فرماتے آخری عمر تک آپؒ کا یہ معمول رہا موسم سرد ہو یا گرم، آندھی ہو یا طوفان یہ معمول ضرور پورا کرتے اگر پارک تشریف نہ لے جاسکتے تو مدرسہ کے احاطہ میں اس معمول کو پورا کرلیتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''قوی مومن ضعیف مومن سے بہتر ہے''۔

ستلج پارک میں اکثر ورزش کے بعد وہاں سیر وتفریح کے لیے آنے والے لوگ آپؒ سے مسئلے مسائل اور دیگر دینی معلومات حاصل کرتے تو سیر وتفریح بھی حفاظت صحت کے ساتھ ساتھ نشر دین کا ذریعہ بن جاتی بلکہ راقم نے کئی جج صاحبان کو دیکھا جو باقاعدہ فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ھدایہ آپؒ سے پارک میں پڑھ رہے ہوتے آج بھی لوگ ان مجلسوں کو یاد کرتے ہیں۔

آپؒ ہر ہفتہ یا دوسرے ہفتہ سر پر استرا لگواتے اور جمعۃ المبارک کو خاص طور پر پورے جسم کی مالش کرواتے تھے۔ حضرت والد صاحبؒ سینگی (پچھنے) بھی لگواتے یہ سنت علاج ہے حدیث شریف میں اسکی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے اور حدیث شریف میں اس کو حجامۃ کہا گیا ہے اگر سینگی (پچھنے) لگانے والے میسر نہ ہوتے تو جونک (جو کہ پانی کا کیڑا ہے اور خون چوستا ہے) لگواتے۔

دس محرم الحرام اور بارہ ربیع الاول کو حضرت والد صاحبؒ کا معمول

حضرت والد صاحبؒ کا ان دونوں دنوں میں اجتماعی اور انفرادی قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا معمول تھا دس محرم الحرام کو شہدائے کربلا حضرت امام حسینؓ اور اہل

بیت عظام اوران کے رفقاء کے لیے مدرسہ کے دارالحدیث یا مسجد میں تمام اساتذہ اور طلباء قرآن خوانی کرتے اوران حضرات کو ایصال ثواب کیا جاتا۔

اس طرح بارہ ربیع الاول کو بھی قرآن خوانی کرائی جاتی اوراس کا ثواب حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا جاتا۔

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بارہ ربیع الاول کا دن ایک روایت میں آپ ﷺ کی پیدائش کا دن ہےاور دوسری روایت میں نو ربیع الاول کا دن ہےاور یوم وفات بارہ ربیع الاول ہی ہےتو جب غم اور خوشی جمع ہو جائیں تو غم کو ترجیح دی جاتی ہےاس لیے میں ایصال ثواب کا اہتمام کرتا ہوں۔

رمضان المبارک کے معمولات

والد گرامیؒ جب ان کے شیخ حضرت مفتی شفیعؒ حیات تھے تو اکثر کراچی تشریف لے جاتے تھے وہاں انکی صحبت اور مجلس سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ کے متعلقین ومتوسلین سے بھی ملاقات کرتے اور دیگر اہل علم سے بھی ملتے۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی وفات کے بعد گھر پر ہی قیام فرماتے پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود روزے رکھتے اور تراویح باجماعت کا اہتمام فرماتے دن میں زیادہ وقت تلاوت قرآن میں گزارتے اوراس کے ساتھ تفسیر کا مطالعہ کرتے روزہ افطار کر کے کچھ دیر کے لیے سوجاتے تھے تاکہ تازہ دم ہوکر تراویح کی نماز پڑھیں رات کو جلد از جلد بیدار ہوکر نماز و اوراد میں مشغول ہوجاتے اور آخری وقت میں سحری کھاتے رمضان المبارک میں اگر کوئی علمی استفادہ کے لیے آجاتا تو اس کو بھی وقت دیتے راقم نے خود کراچی جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تعلیم کے زمانے میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں بعض اہم کتابوں کی اہم مباحث والد صاحبؒ سے پڑھیں جس کا

بے انتہا نفع ہوا۔

وطن عزیز سے رابطہ

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جنرل صاحب کی کوششوں سے چین کے مسلمانوں کو کافی سہولیات میسر آ گئیں تھیں اور وہاں کے مسلمانوں کو حج اور دینی تعلیم کے لیے سفر کی اجازت مل گئی تھی ہم لوگ اس کوشش میں رہے کہ حضرت والد صاحبؒ کے خاندان سے کوئی رابطہ ہو جائے اور اس سلسلے میں اس علاقے سے آنے والے حاجیوں کے ذریعے معلومات کا تبادلہ کرتے رہے لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی پھر اچانک ایک دن حضرت والد صاحبؒ کی وفات سے چند ماہ قبل ترکی زبان میں لکھا ہوا ایک خط موصول ہوا اس پر پتہ بھی نامکمل تھا صرف والد صاحبؒ کا نام اور بہاول نگر لکھا ہوا تھا یہ خط حضرت والد صاحبؒ کی علاتی بہن (باپ شریک) محترمہ سارہ خانؒ کی طرف سے لکھا ہوا تھا حضرت والد صاحبؒ پر خط پڑھ کر گریہ طاری ہو گیا اور ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے یک دم پورا ماضی نگاہوں کے سامنے گھوم گیا بہن بھائی کا یہ رابطہ تقریباً ساٹھ سال کے بعد ہوا حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا اپنی پھوپھی کو لکھ دو کہ زندگی میں ملاقات مشکل ہے انشاء اللہ جنت میں ملاقات ہو گی چنانچہ چند ماہ بعد والد صاحبؒ رحلت فرما گئے اور پھوپھی جان بھی چند سال بعد چین میں فوت ہو گئیں چھوٹے بھائی مفتی خلیق احمد اخون پھوپھی جان کی زندگی میں والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد دو مرتبہ چین گئے۔

آپؒ نے جب سے وطن سے ہجرت کی تھی بس وطن سے صرف یہی رابطہ ہوا تھا۔

مفتی خلیق احمد اخون کا سفر ختن

جنوری ۱۹۹۲ء میں حضرت والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد ختن میں عزیز

واقارب خاص طور پر والد صاحبؒ کی علاتی بہن (پھوپھی جان) محترمہ سارہ خان کی ملاقات اورزیارت کے بارے میں بہت جذبہ پیدا ہوا چنانچہ اس طویل اور پرمشقت سفر کی ہمت چھوٹے بھائی مفتی خلیق احمد اخون نے کی چنانچہ اس سلسلہ میں ایک خط چین بھیج دیا گیا اور مفتی خلیق احمد اگست ۱۹۹۴ء کو چین میں داخل ہوئے۔

یہ سفر پاکستان میں راولپنڈی، گلگت، وادی ھنزہ سے تاست بارڈر پھر وہاں پر امیگریشن کی کاروائی کے بعد چین کا سفر شروع ہوتا ہے پھر اس ست بارڈر سے تاج فرقان، کاشغر اور وہاں سے ختن مسلسل یہ سفر بسوں کے ذریعے تقریباً تین دن کا بنتا ہے۔

مفتی خلیق احمد اخون سلمہ نے بتلایا کہ کاشغر سے ختن تک راستے میں سوائے چند چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کے زیادہ تر چٹیل پہاڑ ،صحرا اور ریگستان اور بڑے بڑے ٹیلے ہیں البتہ ختن کا علاقہ بہت سرسبز ہے اس کے اردگرد پہاڑ بھی سرسبز ہیں ختن موسم کے اعتبار سے سرد ہے۔

مفتی خلیق احمد اخون کا استقبال

مفتی خلیق احمد اخون سلمہ نے بتلایا کہ میں صبح کے وقت ختن کے بس اڈے پر پہنچا اڈے پر پھوپھی جان اور ان کی اولاد اور دیگر عزیز واقار بہت بڑی تعداد میں موجود تھے ملاقات پر عجیب سماں پیدا ہو گیا ہر ایک کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آج مولانا نیاز محمد واپس آگئے ہیں ہر آنکھ اشکبار تھی اور پھوپھی جان پر تو اپنے بھائی کی جدائی کا شدید غم تھا بات بات پر ان کا ذکر کر کے روتی تھیں پھر ایک جلوس کی شکل میں ختن کی ملحقہ بستی توسالہ ایزہ لئی پہنچے وہاں شہر کے علماء اور دیگر معززین ملاقات کیلئے آئے۔

اہل ختن کی مہمان نوازی

مفتی خلیق احمد اخون نے بتلایا کہ اہل ختن کی مہمان نوازی بڑی عجیب ہے

ان کی دعوت کئی کئی گھنٹے جاری رہتی ہے پہلے دستر خوان بچھایا جاتا ہےاور سالن روٹی لائی جاتی ہے جب وہ کھالی جاتی ہےتو برتن اٹھالئے جاتے ہیں پھر قہوہ کا دور چلتا ہے اور گپ شپ ہوتی ہے پھر دوبارہ دستر خوان بچھایا جاتا ہےاور ترک کا مشہور کھانا لغمن لایا جاتا ہے جب وہ کھالیا جاتا ہےتو پھر قہوہ کا دور چلتا ہےاور اس کے بعد پھر دستر خواں بچھایا جاتا ہےاور ترکوں کی مشہور ڈش ''شوکیش اور منتو'' لایا جاتا ہے پھر آخر میں بخاری پلاؤ لائی جاتی ہے۔

اہل ختن کی عادت ہے کہ اگر گاؤں یا محلّہ میں کسی کا مہمان آیا ہوتو پورا گاؤں یا محلّہ اس کو اپنا مہمان سمجھتا ہےاور اپنے گھر کا دروازہ اس کے لئے کھلا رکھتا ہے اگر مہمان گلی سے گزر رہا ہو اور کوئی گھر والا دیکھ لے خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہوتو گھر کا دروازہ کھول کر گلی میں اس کے سامنے مخصوص انداز میں جھک کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس کو والہانہ انداز میں خوش آمدید کہتے ہیں اور گھر میں آنے کی دعوت دیتے ہیں اگر مہمان گھر میں داخل ہوجائے تو فوراً دستر خوان بچھادیا جاتا ہے جو چیز گھر میں موجود ہو مہمان کے سامنے پیش کردی جاتی ہےاور کھانا کھلائے بغیر مہمان کو نہیں جانے دیتے خود مفتی خلیق اخون سلمہ کے ساتھ دو دفعہ اس طرح ہوا ایک مرتبہ کہیں کھانے کی دعوت پر جارہے تھےتو ایک بزرگ آدمی نے اپنے مکان میں آنے کی دعوت دی انہوں نے اس خیال سے کہ چلو تھوڑی دیر کیلئے چلا جاتا ہوں لیکن جب وہ اندر گئےتو اس بزرگ نے خشک پھل وغیرہ پیش کئے اور ساتھ ہی اندر جاکر بھیڑ ذبح کردی کھانا کھلائے بغیر جانے نہیں دیا اور دوسری مرتبہ ایک چھ سات سال کی بچی نے دعوت دی گھر میں پہنچے تو اس نے تازہ پھل سامنے رکھے اور اس کی ماں نے بطخ ذبح کردی اور کھانا کھلائے بغیر نہیں جانے دیا۔

سرخ مرچ کا استعمال

اہل ختن سرخ مرچ بالکل نہیں استعمال کرتے بلکہ اس کو بطور دوا کے حکیم لوگ استعمال کرتے ہیں عام طور پر لوگ اس کو زہر کی ایک قسم سمجھتے ہیں ان کے کھانے پھیکے ہوتے ہیں اور غذائیت سادہ استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں ہر آدمی صحت مند ہے کھانے میں یہ لوگ پانی کی جگہ سبز قہوہ استعمال کرتے ہیں بوڑھوں کی صحت اتنی اچھی ہے کہ بغیر ٹیک لگائے دوزانوں کئی کئی گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں مریض اور بہت ضعیف العمر کے علاوہ ٹیک لگانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔

مفتی خلیق اخون سلمہ جب وہاں گئے تو پھیکے کھانے کھانا مشکل ہو گیا اس پر سرخ مرچ کی تلاش کی جو بڑی مشکل سے ایک حکیم کے پاس سے ملی جب اسے کھانے میں ڈالا گیا تو عزیز واقارب انہیں سمجھانے لگے کہ یہ زہر ہے اسے استعمال نہ کرو مفتی خلیق اخون سلمہ نے بتایا کہ پاکستان میں یہ زہر تین وقت کھایا جاتا ہے۔

اہل ختن کی حرمین شرفین سے عقیدت

اہل ختن میں حرمین شرفین کی زیارت کا بے حد اشتیاق ہے ہر آدمی کی بس یہی تمنا ہے کہ بس ایک دفعہ حرمین شرفین کی زیارت کر لے اور رو رو کر اس کیلئے دعائیں کراتے ہیں اور جنرل ضیاء الحق مرحوم کو بہت دعائیں دیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے چینی حکومت نے بوڑھوں کو حج پر جانے کی اجازت دے دی اور نماز وغیرہ مساجد میں پڑھنے کی اجازت دے دی جمعہ کی نماز میں اس قدر رش ہوتا ہے کہ نمازیوں کو ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرنا پڑتا ہے۔

سانپ دوست چوہا دشمن

اہل ختن سانپ کو نہیں مارتے وہ عام طور پر گھروں اور سڑکوں پر پھرتے نظر آتے ہیں اور سانپ بھی کسی انسان کو نہیں ڈستے لیکن چوہوں کے سخت دشمن ہیں کیونکہ

یہ کھیتوں وغیرہ کو برباد کرتا ہے چینی حکومت نے بلیوں کو مروادیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چوہوں کی کثرت ہوگئی سانپ بھی چونکہ چوہے کھاتے ہیں اس لئے وہ اس کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور بلی اس قدر کمیاب ہے کہ مفتی خلیق اخون سلمہ نے بلی کے چھوٹے سے بچے کو فروخت ہوتے دیکھا جسکی قیمت ۲۵۰۰ روپے لگی تھی۔

ذریعہ معاش

حضرت والد صاحبؒ کی طرف سے عزیز واقارب کا زیادہ تر ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور قالین بافی ہے۔

دادا جان کی قبر

ہمارے دادا جان حاجی محمد ثابت اخون اور دیگر رشتہ دار جس قبرستان میں دفن تھے چینی حکومت نے اسے مسمار کر کے وہاں حکومتی عمارتیں تعمیر کرادیں اور اکثر مسلمانوں کے قبرستانوں کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے عزیز داری

والد گرامیؒ کی رحلت سے دواڑھائی سال قبل حکیم العصر شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سے عزیز داری قائم ہوگئی اور حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی بیٹی راقم کے چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون سلمہ کے عقد نکاح میں آئی اور یوں یہ دونوں بزرگ آپس میں سمدھی بن گئے اور یہ بھی والد صاحبؒ کی کرامت تھی کہ ایک طرف حضرت لدھیانویؒ شہید کی مشہور ومعروف علمی وروحانی شخصیت اور دوسری طرف والد گرامیؒ جیسے گوشہ نشین بزرگ پھر حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے حضرت والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد اپنی دوسری بیٹی بھی راقم کے دوسرے چھوٹے بھائی مفتی خلیق احمد اخون سلمہ کے عقد نکاح میں دے دی۔

آخری بار سفر کراچی

حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے عقد نکاح کے سلسلے میں دو باتیں سامنے رکھی تھیں ایک تو یہ کہ مفتی منیر احمد اخون سلمہ کا عقد نکاح دورہ حدیث سے فراغت پر اس کی ختم بخاری شریف کے موقع پر ہوگا اور رخصتی دو سال بعد اس کے تخصص سے فراغت کے بعد ہوگی۔ دوسرا اس عقد نکاح میں حضرت مولانا مفتی نیاز محمد ختنیؒ ضرور شرکت فرمائیں گے۔

حضرت والد صاحبؒ کو پیرانہ سالی اور ضعف کی وجہ سے کراچی کا سفر بہت گراں تھا لیکن حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے اصرار پر بذریعہ ہوائی جہاز کراچی تشریف لے گئے اور حضرت والد صاحبؒ اور ہم سب کے قیام کا انتظام جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مہمان خانے میں تھا جبکہ مفتی منیر احمد اخون جو کہ دورہ حدیث میں متعلم تھے پہلے سے وہاں موجود تھے۔

دونوں بزرگوں کی پہلی ملاقات

عقد نکاح جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں اختتام بخاری شریف کے موقع پر ہونا طے پایا تھا چنانچہ اس دن فجر کے بعد حضرت لدھیانوی شہیدؒ والد صاحبؒ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے اور یہ دونوں بزرگوں کی پہلی ملاقات تھی اور دونوں حضرات اس پہلی ملاقات سے بہت خوش تھے۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی بے نفسی

دوران گفتگو حال احوال اور دیگر باتوں کے علاوہ بچی کی رخصتی کا معاملہ آیا تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ میں چراغ سحری ہوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے میری خواہش ہے کہ بچی کی رخصتی میرے سامنے کر دی جائے حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے ذرا بھی تامل اور تردد نہ کیا اور فرمایا کہ آپ کی بچی ہے آپ جب چاہیں لے

جائیں اگرچہ رخصتی کی تیاری نہیں ہے لیکن آپ کی خواہش مقدم ہے چنانچہ طے پایا کہ دورہ حدیث کے امتحانات سے فراغت کے بعد رخصتی کر دی جائے گی۔

عقد نکاح

جامع مسجد بنوری ٹاؤن میں علماء، وصلحاء اور طلباء وعوام الناس کی بہت بڑی تعداد جمع تھی حضرت والد صاحبؒ اور دیگر اکابرین سٹیج پر موجود تھے حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ مہتمم جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی نے بخاری شریف کا آخری سبق پڑھایا اس کے بعد عقد نکاح ہوا اور اس سے پہلے حضرت والد صاحبؒ کا مفتی صاحب نے تعارف پیش کیا آپؒ کی شخصیت سب میں نمایاں نظر آ رہی تھی ان کا نورانی چہرہ اور وجاہت ہر آدمی کے لیے کشش کا ذریعہ تھی اور ہر دیکھنے والا محبت اور عقیدت سے آپؒ کو دیکھ رہا تھا جب حضرت مفتی صاحبؒ نے تعارف کے بعد حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی بیٹی کا عقد مفتی منیر احمد اخون سلمہ کے ساتھ پڑھایا تو سب حضرات نے حضرت لدھیانویؒ کو مبارکباد دی کہ آپ کی بیٹی ایسے بزرگ کے گھر جا رہی ہے۔

بعد میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے ذکر فرمایا کہ ہر دوست اور عزیز کا سوال تھا کہ بہاول نگر میں اپنی بیٹی کن کے ہاں دے رہے ہیں تو میں نے حضرت ختنیؒ کو کراچی بلا کر سب کا جواب دے دیا ہے پھر والد صاحبؒ دو تین دن مزید کراچی رہ کر واپس بہاول نگر تشریف لے آئے یہ آپؒ کا کراچی کا آخری سفر تھا۔

عارف باللہ حضرت مولانا الشاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی خواہش

راقم کا حضرت والا حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم سے ۱۹۸۰ء سے عقیدت وارادت کا تعلق ہے اس لیے حضرت والد صاحبؒ اور حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم غائبانہ ایک دوسرے سے متعارف تھے اس سفر کراچی میں آپؒ نے

مرشدی حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت حکیم صاحب مدظلہ جنوبی افریقہ تشریف لے جا چکے تھے اس لیے ان دونوں بزرگوں کی ملاقات نہ ہوسکی۔

پھر مرشدی حضرت حکیم صاحب مدظلہ والد صاحبؒ کی رحلت کے پانچ سال بعد ۱۹۹۷ء کو بہاول نگر تشریف لائے اور تین دن گھر پر قیام فرمایا اور خانقاہ اشرفیہ اختریہ بہاول نگر کی بنیاد رکھی اور بندہ سے فرمایا کہ آپ کے والد صاحبؒ کے انوارات و برکات صاف محسوس ہوتے ہیں اور ان کی دینی محنت یہاں کی فضاؤں میں رچی ہوئی ہے۔

پھر مرشدی حضرت والا حکیم صاحب مدظلہ دوبارہ ۲۰۰۰ء میں مع احباب بہاول نگر تشریف لائے اور تین دن قیام فرمایا اور اہل علاقہ کو خوب مستفید ہونے کا موقع ملا۔

جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء (آمین)

مرض الوفات کی ابتداء

۲۹ دسمبر ۱۹۹۱ء بروز اتوار ظہر کے بعد مرض کی ابتداء ہوئی والد صاحبؒ اپنے کمرے میں جو کہ ایک نمبر کے نام سے مشہور ہے اس میں مدرسے کے ایک مدرس مولانا ابوالوفاء افغانی سے علمی گفتگو فرما رہے تھے کہ دل کا دورہ پڑا تو بے ہوش ہو گئے فوراً آپؒ کو ہسپتال لے جایا گیا راقم اور راقم کے بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون شہر میں ایک دینی اجتماع میں شریک تھے ہمیں وہاں آپؒ کی بیماری کا علم ہوا تو ہم لوگ فوراً ہسپتال پہنچے دو تین گھنٹوں کے بعد طبیعت سنبھل گئی ای سی جی رپورٹ کے مطابق دل کا دورہ شدید تھا ڈاکٹر صاحبان نے یہ مشورہ دیا کہ مکمل طور پر تندرست ہونے تک ہسپتال میں رہنے دیا جائے اور آپؒ کے لیے الگ کمرے کا انتظام کر دیا گیا حسن

اتفاق سے راقم کے بڑے بھائی ڈاکٹر جمیل ثابت اخون بھی لاہور سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی ڈاکٹروں کے ساتھ علاج میں شریک رہے اور چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون بھی اپنے بال بچوں کے ساتھ کراچی سے پہنچ گئے ہم سب بھائی اوقات کار تقسیم کر کے چوبیس گھنٹے آپؒ کی خدمت انجام دینے لگے والدہ محترمہ اکثر دن کے وقت تشریف لاتیں۔

روحانی ڈاکٹر اور جسمانی ڈاکٹر

حضرت والد صاحبؒ نے ڈاکٹر جمیل صاحب، راقم اور مفتی منیر احمد اخون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ڈاکٹر جمیل جسمانی ڈاکٹر ہیں اور (راقم) تم لوگ روحانی ڈاکٹر ہو لہذا تم اپنا اپنا علاج کرو چنانچہ اس عرصہ میں ڈاکٹر صاحب تو ڈاکٹری علاج فرماتے تھے اور ہم لوگ دم کیا کرتے تھے۔

معاف کرنے کے خوگر

اس مرض میں حضرت والد صاحبؒ نے ایک ایک کر کے ان اشخاص کو بلایا جنہوں نے آپؒ کے حق میں کوتاہی کی تھی یا آپؒ سے بدگمانی کی تھی یا کسی قسم کی ایذاء پہنچائی تھی انہیں آدمی بھیج کر بلوایا اور فرمایا کہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں اور تم بھی مجھے معاف کرو میرے جانے کے بعد تمہارے لیے اس حق سے نکلنا ممکن نہیں اس لیے اپنی زندگی میں معاف کر رہا ہوں تاکہ تمہاری آگے پکڑ نہ ہو اس پر وہ لوگ اپنے فعل پر بہت نادم اور پشیمان ہوئے اور بہت روئے اور والد صاحبؒ کی اس شان کریمانہ پر بہت حیران ہوئے اور وہ لوگ آج بھی اس بات پر روتے ہیں کہ ہم نے مفتی نیاز محمدؒ کو نہ پہچانا۔

آل اولاد کو وصیت

آل اولاد کو اتحاد و اتفاق اور محبت و خلوص سے رہنے کی تلقین فرمائی اور کئی بار

بڑی زور سے یہ بات فرمائی کہ دین کو لازم پکڑو ساری کامیابی اسی میں ہے دنیا کی کوئی حقیقت نہیں اس سے دل نہ لگاؤ اور اپنے وطنِ اصلی کی فکر کرو اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آئے حق بندگی ادا کرتے ہوئے لبیک کہہ دو اور چھوٹی بہن جو کہ مجذوبہ ہے ان کا خاص خیال کرنے کی تلقین فرمائی۔

راقم کو وصیت

راقم کو خاص طور پر مدرسہ کے معاملات کے بارے میں وصیت فرمائی اور مدرسہ کے بعض خدام کا نام لے کر ان کے ساتھ حسن سلوک رکھنے اور ان کا خیال رکھنے کی نصیحت فرمائی اور بخاری شریف کے بارے میں فرمایا کہ اس کی جلد اول تم پڑھاؤ اور دوسری جلد مولانا محمد عبداللہ صاحب پڑھائیں بندہ نے کہا کہ میں تو اس کا اہل نہیں کسی اور استاد کے بارے میں فرمادیں آپؒ نے فرمایا کہ نہیں تم ہی پڑھاؤ اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں گے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جب آپؒ کی وفات کے بعد بخاری شریف طلباء کو پڑھانی شروع کی تو سبق شروع کرتے ہی بخار چڑھ جاتا تھا تین دن تک یہی کیفیت رہی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحبؒ کی دعا اور برکت سے اس میں سہولت پیدا فرمادی۔

زائرین کی آمد

والد گرامیؒ کی بیماری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور عیادت کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔علماء، صلحاء اور عوام الناس کی بہت بڑی تعداد صبح سے رات گئے تک زیارت اور ملاقات کے لیے آتی تھی آپؒ آنے والوں کو خیر کی نصیحت فرماتے تھے اور ایمان پر خاتمے کی دعا دیتے تھے۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی آمد

۴ جنوری بروز ہفتہ شام کو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کراچی سے حضرت والد صاحبؒ کی عیادت کے لیے تشریف لائے مدرسہ میں قیام فرما کر اگلے دن اتوار کی صبح ہسپتال تشریف لے گئے حضرت والد صاحبؒ کی طبیعت بھی اچھی تھی اور چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا دونوں بزرگوں میں گفتگو ہوتی رہی پھر حضرت لدھیانویؒ نے آپؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ کے چہرے پر اتنی خوشی کے آثار کیوں ہیں تو فرمایا کہ میرا گمان غالب یہ ہے کہ میرا سفر آخرت ہونے والا ہے میرے استاد محترم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مہاجر مدنی نے آج سے تقریباً پچاس سال پہلے مجھ سے یہ وعدہ لیا تھا کہ تم اس مدرسہ کو چھوڑ کر نہیں جاؤ گے تمہارا جنازہ یہاں سے نکلنا چاہیے تو انشاء اللہ میں اس وعدے کو پورا کر کے جا رہا ہوں اور قیامت کے دن اپنے استاد کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گا اور میں اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں اس بات کی وجہ سے میرے دل میں بے انتہا خوشی ہے اور پھر آپؒ نے حضرت لدھیانویؒ شہید سے فرمایا کہ میں نے زندگی شیخ سعدیؒ کے اس شعر پر بسر کی ہے

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است

با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

اور فرمایا کہ اگرچہ بہاول نگر میں میرا کوئی قوم قبیلہ اور رشتہ داری نہیں لیکن انشاء اللہ میں جب دنیا سے رخصت ہوں گا تو ہر گھر میں اس دکھ کو محسوس کیا جائے گا حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے عرض فرمایا کہ میں آج شام کراچی واپس چلا جاؤں گا بہت زیادہ مصروفیات ہیں تو آپؒ نے فرمایا کہ کل شام تک رکیں پھر آپ کو اجازت ہے اس پر حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے اپنا ارادہ تبدیل فرما لیا اور حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے والد صاحبؒ سے فرمایا کہ ماشاء اللہ آپؒ کا حافظہ اب تک ٹھیک ہے شیخ

سعدیؒ کا یہ شعر پچاس ساٹھ سال پہلے پڑھا تھا وہ آج دوبارہ آپ کے ذریعے یاد ہو گیا۔

آپؒ نے حضرت لدھیانوی شہیدؒ سے فرمایا کہ میرے بعد مدرسہ اور میری اولاد کی سرپرستی فرمائیں جسے انہوں نے قبول فرمالیا اور اس عہد کو الحمد للہ ہمیشہ نبھایا۔

جزاہ اللہ عنا احسن الجزاء

می دھد یزداں مراد متقین

حضرت والد صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جب سے بخاری شریف میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی تمنا پڑھی ہے کہ وہ یہ تمنا کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پیر والے دن موت دے کیونکہ اس دن حبیب خدا ﷺ کی وفات ہوئی تھی اور امام بخاری نے اس پر باب **موت یوم الاثنین** (بخاری جلد اول صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ) قائم کیا ہے تو جب سے میں نے یہ روایت پڑھی ہے اس وقت سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی پیر والے دن موت دے۔

راقم عرض کرتا ہے موت کا وقت اور موت کی جگہ بندے کے اختیار میں نہیں لیکن مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ ''می دھد یزداں مراد متقی'' کہ اللہ تعالیٰ متقی بندوں کی مراد پوری فرماتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس درویش کی مراد بھی پوری فرمائی

خوف ورجا کی کیفیت

حدیث شریف میں آتا ہے ﴿**الایمان بین الخوف و الرجاء**﴾ کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے اس علالت کے دوران حضرت والد صاحبؒ اس حدیث کی تصویر دکھائی دیتے تھے کبھی ایمان کی سلامتی اور گناہوں کی معافی سے ایسا گریہ اور آہ وزاری طاری ہوتی کہ دیکھنے والوں کا کلیجہ منہ کو آتا اور کبھی ایسی امید طاری ہوتی کہ جوش سے فرماتے کہ اگر ایمان سلامتی سے لے گیا تو پہاڑ جیسے گناہوں

کا بھی ڈر نہیں اور والہانہ انداز میں جنت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے اور دیدارِ الٰہی کے لیے بیقرار نظر آتے اور اس وقت بھی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تو فرماتے کہ یہ رونا موت کے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو سوچ کر روتا ہوں کہ کہاں میرے جیسا غریب الوطن شخص اور کہاں اتنی بڑی دینی خدمات یہ سوائے اس کے فضل کے کچھ نہیں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اس کو میرے شیخ دامت برکاتہم نے یوں بیان کیا ہے ؎

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

مرض الوفات میں والد صاحبؒ کی دعا

مرض الوفات میں حضرت والد صاحبؒ قرآن مجید کی یہ دعا اپنی طرف سے کچھ اضافے کے ساتھ پڑھتے تھے اور پھر ہم سے آمین کہلواتے تھے۔

رَب ادخلنی مدخل صدق (فی الجنة) و اخرجنی مخرج صدق (عن الدنیا) و اجعلنی من لدنک سلطانا نصیراً (الرضاء و الرحمة)

(ترجمہ) اے ہمارے رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا (جنت میں) اور نکال مجھ کو سچا نکالنا (دنیا سے) اور عطا کردے مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد (رضا اور رحمت)

پھر فرمایا کہ یہ دعا حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کے موقعہ پر پڑھی تھی میں بھی اس کو پڑھتا ہوں کیونکہ یہ بھی دنیا سے آخرت کی طرف ہجرت کا سفر ہے۔

ہمارے لیے ذریعہ نجات

وفات سے ایک روز قبل ہم سب بہن بھائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تم سب سے خوش جارہا ہوں تم لوگوں نے میری بڑی خدمت کی اور بڑی فرمانبرداری کی میں تم لوگوں سے بہت خوش ہوں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ ہم اسے اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں انشاء اللہ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے

﴿رضا الرب فی رضا الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد﴾

کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہ کی تصویر

راقم یہ بہتر سمجھتا ہے کہ حضرت والد صاحبؒ کے آخری لمحات کو خود الفاظ کا جامہ پہنانے کی بجائے حکیم العصر شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے جس انداز میں ان لمحات کو قلمبند فرمایا ہے وہ ہی حوالہ قرطاس کر دیا جائے۔

چنانچہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی کتاب شخصیات و تاثرات کے صفحہ نمبر ۳۸۰ پر تحریر ہے حضرت لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت کی مرض الوفات کا صرف آخری دن دیکھنا نصیب ہوا اور اس میں چند امور کا بیّن (کھلا) مشاہدہ ہوا جس پر اس ناکارہ کو واقعۃً بڑا رشک آیا مثلاً ایک یہ کہ تکلیف کی شدت کے باوجود انہیں کسی قسم کی گھبراہٹ اور کرب و بے چینی کا اظہار نہیں تھا ایک مرتبہ بھی ان کے منہ سے ہائے سننے میں نہیں آئی ان کے نرم و نازک بدن پر مسلسل انجکشن لگ رہے تھے لیکن سوئی چبھونے پر ایک بار بھی ’’سی‘‘ نہیں کیا بلکہ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اس ناکارہ کو مخاطب کر کے فرمایا گو بدن کو تکلیف ہے مگر قلب مطمئن ہے آخری وقت میں قلبی

اطمینان کی دولت خاص مقبولان الٰہی کونصیب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نصیب فرمائے (آمین)۔

دوم یہ کہ حدیث نبوی ﷺ ﴿من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ﴾ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات چاہتے ہیں تو یہ حدیث ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہے مگر اس کی مشاہداتی تصویر حضرت ختنیؒ کے ہاں دیکھنے میں آئی۔ایک عرصہ سے دوشنبہ (پیر) کو مرنے کی تمنا تھی اتوار (۵ جنوری ۱۹۹۲ء) کی شام کو بار بار دریافت فرماتے تھے کہ دوشنبہ داخل ہونے میں کتنی دیر ہے جب اتوار کا آفتاب غروب ہوا اور آپؒ کو بتلایا گیا کہ دوشنبہ داخل ہو گیا ہے تو فرمایا کہ میری چارپائی قبلہ رخ کردو حکم کی تعمیل کردی گئی قبلہ رخ ہو کر فرشتہ موت کو دیکھنے کے لیے چشمہ لگا کر بیٹھ گئے اور اپنے مخصوص لہجے میں دریافت فرمانے لگے کہ فرشتہ کدھر سے آئے گا اوپر کی جانب سے یا دروازے کی طرف سے؟ یہ ناکارہ (حضرت لدھیانوی شہیدؒ) مغرب کے بعد دوبارہ حاضر ہوا اور عشاء تک بیٹھا رہا عشاء کے وقت مجھ سے فرمایا کہ ایک عرصہ سے میری آرزو تھی کہ مجھے نبی کریم ﷺ کا یوم وفات نصیب ہو پھر ذرا سے تبسم کے ساتھ فرمایا اگر یہ دوشنبہ نہیں تو اور بہت سے دوشنبہ آئیں گے اب آپ جائیں آرام کریں یہ ناکارہ تو حسب حکم اٹھ کر آ گیا حضرت ختنیؒ کی ساری رات اس بیتابی میں کٹی کہ قاصد کوچ کا پیغام کب لاتا ہے دریں اثناء غنودگی طاری ہوئی تو افاقہ کے بعد فرمایا کہ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میرے کان میں کہا ہو

حتی مطلع الفجر

معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ طلوع فجر کے وقت ہوگا اس لیے بار بار دریافت فرماتے کہ طلوع فجر میں کتنی دیر ہے جب رات گزر گئی دن طلوع ہوا تو خیال ہوا کہ شاید یہ دوشنبہ گزر جائے گا صاحبزادہ مولانا جلیل احمد اخون (راقم) نے عرض کیا کہ

اب تو سورج نکل آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ اس دوشنبہ کو نہیں یہ سن کر جیسے حضرت ختنیؒ کو صدمہ ہوا اس لیے گھبرا کر فرمایا فکر نہیں کرو غروب نہیں ہونے دونگا اور اسی وقت سے حالت متغیر ہونا شروع ہوئی بالآخر بوقت چاشت گیارہ بجکر پچیس منٹ پر جان جان آفرین کے سپرد کردی۔انا للہ و انا الیہ راجعون . الغرض لقاءِ محبوب کا اشتیاق ایسا غالب تھا کہ انتظار میں بیتاب بیٹھے ہیں۔ (شخصیات وتاثرات)

راقم عرض کرتا ہے کہ جب والد صاحبؒ پر سکرات کا عالم طاری ہوا تو آپؒ کی آنکھیں اوپر کی طرف دیکھنے لگیں تو اس نزاع کے عالم میں بھی ہوش وحواس برقرار تھے ہمیں فرمایا کہ مجھے عالم برزخ نظر آتا ہے تم لوگ سورۃ یٰسین پڑھو اور پھر کلمہ پڑھتے ہوئے جان ایسے نکل گئی جس کو حدیث شریف میں اس مثال سے تعبیر فرمایا ہے کہ جیسے مشکیزہ الٹا کر دیا جائے تو اس سے پانی کا آخری قطرہ بھی آسانی سے نکل جاتا ہے حضرت لدھیانوی شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ختنیؒ کا قلب اس قدر قوی تھا کہ ایک وقت میں دونوں عالم سے رابطے میں تھے ورنہ اس حالت میں ہوش وحواس گم ہو جاتے ہیں حضرت والد صاحبؒ تقریباً آٹھ دن بیمار رہ کر ٦ جنوری **١٩٩٢ء** بروز پیر رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

جنازہ وتدفین کی وصیت

مرض الوفات میں نماز جنازہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی بزرگ آجائے تو وہ پڑھائے (اور یہ بات حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی آمد سے قبل فرمائی) ورنہ مولانا جلیل احمد اخون پڑھائے راقم اس کو والد صاحبؒ کا کشف والہام خیال کرتا ہے اور تدفین کے لیے وصیت فرمائی تھی کہ دین پور شریف عرف جٹو والہ کے قبرستان میں دفن کیا جائے مرض الوفات میں دوبارہ اس کی وصیت فرمائی کہ مجھے بہاول نگر کی ملحقہ بستی دین پور شریف میں جہاں قطب العالم حضرت اقدس مولانا اللہ بخش

بہاولنگری نو راللہ مرقدہ مدفون ہیں متولیان سے اجازت لے کر دفن کیا جائے اور مدرسہ کے احاطہ میں ہرگز دفن نہ کیا جائے کیونکہ یہ جگہ قبرستان کے لیے وقف نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جن مدارس کے احاطہ میں وہاں کے بانی یا مہتمم وغیرہ کو دفن کیا گیا ہے وہ بعد میں فتنے اور جھگڑے کا ذریعہ بن گیا اس پر ہماری والدہ محترمہ نے عرض کی کہ بچے اتنی دور کیسے جایا کریں گے تو اس پر فرمایا قبر پر جانا ضروری نہیں یہیں سے ایصال ثواب کرتے رہیں پہنچ جائے گا۔

والد صاحبؒ کی وفات کے بعد تدفین کی اجازت اور قبر کی جگہ کے تعین کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید اور بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون سلمہ تشریف لے گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ قبرستان کے متولی حضرت قطب العالم بہاولنگری کے پوتے اور حضرت والد صاحبؒ کے شاگرد مولانا محمد الیاس صاحب پہلے سے انتظار میں کھڑے ہیں حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے ان سے فرمایا کہ ہم تمہارے قبرستان میں ایک نیا مہمان لا رہے ہیں ان کے لیے قبر کی جگہ چاہیے وہ فرمانے لگے میں تو پہلے سے جگہ متعین کر کے آپ کے انتظار میں کھڑا ہوں کیونکہ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے۔

مولانا الیاس کا خواب

انہوں نے فرمایا کہ میں نے رات کو خواب دیکھا کہ حضرت مولانا نیاز محمدؒ کا جنازہ قبرستان لایا گیا اور آپؒ کا جسم بہت روشن ہے اور اعضاء زندوں کی طرح تروتازہ ہیں ہاتھ پاؤں آسانی سے مڑ جاتے ہیں ان میں ذرا بھی سختی نہیں ہے تو میں سوچتا ہوں اگر زندہ ہیں تو لوگ جنازہ لے کر کیوں آئے ہیں؟ اتنے میں سامنے سے نبی کریم ﷺ بڑی شان وشوکت اور وقار وسکینہ سے تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ہم اپنے آدمی کا استقبال کرنے آئے ہیں اور ہم ان کی تدفین کرنے آئے ہیں

اور میری آنکھ کھل گئی اور صبح قبرستان جا کر سب سے بہترین جگہ کہ جس کے ایک طرف حضرت بہاول نگریؒ اور درمیان میں سب علماء اور حفاظ اور قراء اور دوسرے کنارے پر حضرت مولانا نیاز محمدؒ کے لیے جگہ متعین کی اور تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا کے انتقال کی خبر آ گئی اب آپ حضرات تشریف لائے ہیں۔ میں تو انتظار کر رہا ہوں پھر وہاں قبر تیار کر دی گئی۔

تجہیز و تکفین اور جنازہ

حضرت والد صاحبؒ کی خواہش اور وصیت تھی کہ تدفین جلد کر دی جائے اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ شہید نے بھی فرمایا کہ چونکہ آپؒ کی خواہش پیر کے دن مرنے کی تھی اس لیے غروب آفتاب سے پہلے ہی تدفین کی جائے چنانچہ دوپہر میں جنازہ ہسپتال سے گھر لایا گیا ظہر کے بعد تین بجے کے قریب آپؒ کو غسل دیا گیا جب آپؒ کو غسل دینے کے لیے تختہ پر لایا گیا تو بدن مبارک ایسا نرم و گداز تھا کہ بلا تکلف بدن سے کپڑے صحیح سالم اتار لیے گئے حتیٰ کہ نیچے کی بنیان تک بغیر کسی دشواری کے اتار لی گئی جو برادر محترم ڈاکٹر جمیل احمد اخون نے بطور تبرک اپنے پاس رکھ لی۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں بعض مقبولان الٰہی کے ابدان مرنے کے بعد بھی تر و تازہ رہتے ہیں شاید حضرت ختنیؒ کا شمار بھی انہیں حضرات میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مقبولوں کے صدقے میں یہ دولت ہمیں بھی نصیب فرما دیں تو اس آقا کے کرم سے کیا بعید ہے۔

حضرت والد صاحبؒ کی تجہیز و تکفین میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی عصر کے بعد عید گاہ کے میدان میں نماز جنازہ ہوا۔ نماز جنازہ کے لیے نہ تو کسی کا انتظار کیا گیا اور نہ لوگوں کو جمع کرنے کے لیے وقت دیا گیا اس کے باوجود جنازہ میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا بہاول نگر کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کبھی بھی

نہیں ہوا۔ جنازہ میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے جنازہ کے بعد والد صاحبؒ کی زیارت کے لیے لوگوں کو لمبی قطار لگ گئی۔ والد گرامیؒ کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا تھا ہر دیکھنے والا اشک بار بھی تھا اور رشک بھی کرتا تھا جنازہ کی چار پائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرسکیں اس کے باوجود لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو جنازہ تک پہنچنا نصیب نہیں ہوا جنازہ پیدل لے جایا گیا باوجود اژدھام اور پیدل چلنے کے تین کلومیٹر کا فاصلہ اتنی جلدی طے ہوا کہ ہر آدمی حیران تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین سمٹ گئی ہو

حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ختنیؒ کے جنازہ میں شرکت کی ہے ان سب کی بخشش کر دی گئی ہے مغرب کی اذان سے چند منٹ پہلے الحمد للہ تدفین سے فراغت ہوگئی اس طرح ختن (چین) میں پیدا ہونے والا درویش بہاول نگر کی مٹی کا حصہ بن گیا۔

خدا رحمت کنند ایں پاک طینت را

مولانا الیاس صاحب کا مشاہدہ

متولی قبرستان نبیرہ قطب العالم بہاول نگری مولانا الیاس صاحب فرماتے ہیں رات کو میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا نیاز محمد صاحبؒ کی قبر سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمان کی طرف جا رہا ہے اور یہ صبح تک رہا۔

تعزیتی اجتماع

وفات سے اگلے دن سات (۷) جنوری بروز منگل فجر کے بعد مدرسہ جامع العلوم کی مسجد جامع مسجد عمر میں فجر کے بعد تعزیتی اجتماع ہوا جس میں علماء، طلباء اور عوام الناس کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی اس کے بعد حکیم العصر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے تعزیتی بیان فرمایا

اس میں ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا نیاز محمد صاحبؒ اس علاقہ کے قطب تھے قطب العالم حضرت بہاول نگری کے بعد قطبیت کا مقام آپؒ کو حاصل تھا۔

آپؒ مہاجر فی سبیل اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معتبر اور محقق عالم دین تھے اولاد صالحہ، تلامذہ اور یہ مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ آپؒ کے لیے صدقہ جاریہ ہے انشاءاللہ العزیز۔ آپؒ کے لیے اللہ کریم کے ہاں بہت بڑی توقعات ہیں مجھے تو خیال ہوتا ہے کہ آپؒ کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کی انشاءاللہ العزیز بخشش کردی جائیگی اور ان کے فیوض و برکات سے ہمارے معاملات درست ہوں گے اس کے بعد حضرت لدھیانویؒ نے دعا فرمائی۔

عمر عزیز

حضرت والد صاحبؒ نے سن عیسوی کے حساب سے پچاسی سال عمر پائی اور سن ہجری کے حساب سے تقریباً ستاسی سال عمر ہوئی۔

حضرت کے بعد

حضرت والد صاحبؒ نہ صرف ہم خاندان والوں کے لیے بلکہ پورے علاقہ کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ تھے ان کے علم اور روحانیت اور مستجاب دعاؤں سے ہر شخص مستفید ہوتا تھا نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی اشکالات اور روحانی پریشانیوں کا حل آپؒ سے حاصل کرتے تھے انکی زندگی میں خیر و برکت کی چادر پورے علاقہ پر پھیلی معلوم ہوتی تھی اور علاقہ میں نہایت درجے کا امن آشتی اور بھائی چارے کی فضاء قائم تھی یہی وجہ ہے کہ ان کے فراق کے دکھ کو محسوس کیا گیا دل بجھے بجھے معلوم ہوتے تھے حالانکہ وہ ایک عرصہ سے صاحب فراش تھے اور بہت کم مدرسہ میں تشریف لاتے تھے ان کے جانے کے بعد مدرسہ خالی خالی معلوم ہونے لگا۔ کسی بزرگ نے سچ کہا ہے کہ والد کی موت ایسے ہے جیسے کہ سر سے چھت چلی گئی۔

کسی بزرگ کے پاس ایک شخص نے آکر نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے پوچھا کہ تیرا والد ہے اس نے کہا کہ وہ فوت ہو چکا ہے تو اس بزرگ نے کہا کہ والد کے مرنے کے بعد بھی تجھے نصیحت نہیں آئی تو پھر تجھے کسی اور نصیحت کی ضرورت نہیں۔

مبشراتِ منامیہ

حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے خواب میں دیکھا ان میں اہل وعیال، تلامذہ، معتقدین اور احباب شامل ہیں ہمیشہ اچھی حالت میں دیکھا اور ایک بات جو قدرے مشترک پائی جاتی ہے ہمیشہ سفید لباس اور سفید عمامہ زیب تن کئے ہوئے پایا۔

مرنے والے کا سفید لباس میں ملبوس ہونا جنتی ہونے کی علامت ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے آپ ﷺ نے ورقہ بن نوفل کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا سفید لباس میں ملبوس ہیں تو آپ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

مفتی خلیق احمد اخون کا خواب

چھوٹے بھائی مفتی خلیق احمد اخون نے حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد خواب دیکھا کہ والد صاحبؒ کسی جگہ تشریف فرما ہیں اور مفتی خلیق کو یہ بھی یاد ہے کہ آپؒ وفات پا چکے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں تو آپؒ نے فرمایا کہ میں بہت اچھی جگہ پر ہوں پھر پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا وفات کے بعد مجھے حق تعالیٰ وتقدس کے دربار میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو میں نے عرض کیا اپنے اساتذہ کو لایا ہوں تو میرے اساتذہ کو پیش کرنے کا حکم ہوا اساتذہ پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے میرے بارے میں دریافت کیا تو ان سب نے میرے بارے میں خیر وصلاح کی گواہی دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بھی ان کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ مرنے کے بعد روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں اکثر مختلف آسمانوں سے واپس کر دیے جاتے ہیں کوئی قلیل دربار میں جاتا ہے اور جو جاتا ہے وہ ناکام واپس نہیں آتا۔

مفتی منیر احمد اخون کا خواب

چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون نے حضرت والد صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کسی نہایت خوبصورت جگہ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے ساتھ ایک نہایت نورانی شکل کے بزرگ تشریف رکھتے ہیں حضرت والد صاحبؒ نے اس بزرگ سے مفتی منیر احمد کا تعارف کروایا کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے ان بزرگوں نے شفقت کی پھر مفتی منیر احمد نے والد صاحبؒ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو والد صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے برزخ میں ان کے ساتھ جگہ دی ہے۔

پسماندگان

حضرت ختنیؒ نے پسماندگان میں ایک بیوہ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں جن کے مختصر حالات حوالہ قرطاس کیے جاتے ہیں۔

اماں جی رحمہا اللہ

راقم عرض کرتا ہے کہ والدہ محترمہ جنہیں مدرسہ میں اماں جی اور بی بی جی کے نام سے پکارا جاتا تھا حضرت قاری ابوالحسنؒ سہارنپوری کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اور ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں نانا جانؒ قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ رائے پوری کے خادم خاص تھے اور انہی کے حکم پر قرآن مجید کی خدمت کے لیے منچن آباد تشریف لائے تھے۔

حضرت والد صاحبؒ کو جب اساتذہ نے بہاول نگر رہنے کا حکم فرمایا اور مدرسہ جامع العلوم کی ذمہ داریاں دی گئیں تو آپؒ یہاں پر یک وتنہا اور غریب الوطن

تھے آپؒ کا یہاں کوئی قوم وقبیلہ نہیں تھا حضرت نانا جانؒ نے محض آپؒ کے علم وتقویٰ کی بناپر اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔

والدمحترمہ رحمہا اللہ میں اپنے والدحضرت قاری صاحبؒ کے اخلاق واوصاف کی جھلک نظرآتی تھی جس گھر میں وہ بیاہ کرآئی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کچھ نہ تھا والدہ ماجدہ رحمہا اللہ نے صبر ورضا ،زہد وقناعت ،ہمت واستقلال،خوش دلی اورانشراح قلب کے ساتھ اس گھر کواس طرح آباد کیا کہ کبھی حرف شکایت زبان پرنہیں آیا۔ہم بچوں کی ایسی پرورش فرمائی کہ خال خال مائیں ایسا کرتی ہوں گی ہماری پرورش اورصحت کی خاطر دو دو جانور دودھ کے پالے ہوئے تھے جن کی دیکھ بھال خود کرتیں ہمیں ہمیشہ دودھ، دہی،مکھن کھلایاپلایا۔لسی کے لیے دودھ خود دھوتیں ہم سب کی مالش کرتیں سردی گرمی حفاظت کا بہت اہتمام کرتیں شفقت ومحبت کے ساتھ کڑی نگرانی بھی کرتیں ہمیں نظر بد سے بچانے کے لیےکم ہی کسی کے سامنے ہماری تعریف کرتیں۔

حضرت والدصاحبؒ ہمیشہ والدہ ماجدہ کی نیکی اور جذبہ خدمت کے معترف رہے اور ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری ماں جنتی ہے اس کی قدر کیا کرو یہ بہت خدمت گزار ہے۔میں تو یہاں غریب الوطن اور مسافر تھا اس عورت نے مجھے پورے کنبےاور قبیلے کا سہارادیا۔

والدہ محترمہ عابدہ،زاہدہ اور عجز وانکساری کا پیکر تھیں ہر ایک کی خدمت بلا امتیاز کرنا ان کا وصف خاص تھا پوری زندگی خدمت میں گزاری اور اپنی خدمت قطعاًنہیں کروائی یہی ان کی تمنا تھی کہ چلتے پھرتے رخصت ہوجاؤں محتاجی نہ ہو ہمیشہ ہمت وطاقت کی دعا فرماتی رہتی تھیں کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دیئے رکھ تا کہ اپنی ماں اوراپنے شوہر کی کما حقہ خدمت کرسکوں اور واقعی خدمت کا حق ادا کر دیا کہ اس دور میں اس کا تصور بھی مشکل ہے والدمحترمہ اپنی والدہ اورشوہر کی وفات کے بعد رویا کرتی

تھیں کہ اب کس کی خدمت کروں وہ دونوں تو جنت کی ہواؤں کے مزے لوٹ رہے ہیں اور نا کارہ کو بھول گئے کیا پتہ تھا کہ سال کے اندر یہ خادمہ بھی اپنے مخدومین کے پاس پہنچ جائے گی۔ صلہ رحمی، ہر ایک سے حسن ظن، ہر ایک کے دکھ سکھ میں شریک، غریب پروری، مہمان نوازی، غرباء و مساکین اور دینی طلباء پر خصوصی شفقت کے اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں۔

مدرسہ کے درجہ حفظ کے ننھے منے طلباء کو گھر بلا کر صبح ناشتہ کرواتی تھیں اور اگر مدرسہ میں ان کی رہائش کا انتظام نہ ہوتا تو گھر میں ان کے رہنے کا انتظام کر دیتیں طلباء بلا تکلف اپنے پھٹے ہوئے کپڑے سینے کے لیے بھیج دیتے اگر کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا تو وہ پرہیزی کھانا دلیہ، کھچڑی وغیرہ اماں جی سے بنوالیتا کسی طالب علم کا کوئی مہمان آ جاتا تو چائے وغیرہ گھر سے بنوالیتا طلباء کثرت سے چینی، اچار وغیرہ آپؒ سے لے جاتے۔ ان کے حلقہ میں غرباء و مساکین کی کثرت رہی، حب المساکین کی نعمت اللہ تعالیٰ نے وافر عطا فرمائی تھی مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت والد صاحبؒ کی بہت معاون رہیں کیونکہ آپؒ نہ یہاں کی زبان سے زیادہ واقف اور نہ یہاں کے ماحول سے مناسبت رکھتے تھے والدہ ماجدہ کی والدہ محترمہ فالج کی مریضہ ہوگئی تھیں اور اڑھائی سال سے بستر پر تھیں یہاں تک کہ پیشاب وغیرہ کے لیے بھی نہ اٹھ سکتی تھیں مگر مرحومہ نے جس محبت و جانفشانی سے اپنی ماں کی خدمت کی اس کی نظیر بہت خال خال نظر آتی ہے اور تعجب یہ کہ کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آیا کبھی بچے کہتے کہ اماں جی آپ آرام کرلیں سارا دن تو خدمت کرتی رہی ہیں تو فرماتیں کہ وہ تمہاری نانی ہے مگر میری تو ماں ہے تمہیں اپنی ماں کے آرام کا خیال ہے کیا مجھے اپنی ماں کے آرام کا خیال نہ ہو؟ اور کبھی ساری رات جاگتے ہوئے گذار دیتی تھیں۔

والدہ مرحومہ طبعاً بہت سادہ لوبھولی بھالی اور صاف دل تھیں کسی قسم کی چالا کی اور

تیزی جو عام طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہے کا تصور بھی نہیں تھا انتقام یا کینہ پروری کا خیال بھی محال تھا برسوں کا دشمن ایک مرتبہ ہنس کر بات کر لیتا تو سارے غم بھول جاتی تھیں اور اس کی ایذاؤں اور تکلیفوں کا طاق نسیان میں ڈال دیتی تھیں اور اسے اپنا سب سے بڑا ہمدرد سمجھنے لگتی تھیں اپنی اسی سادہ لوحی کی وجہ سے بسا اوقات پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ ﴿المومن غر کریم﴾ ''مومن بھولا بھالا نرم ہوتا ہے'' کی زندہ تصویر تھیں رب کریم دنیاوی تکالیف کو ان کے بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

وفات سے دو ہفتہ قبل چھوٹے بھائی مفتی منیر احمد اخون کے پاس کراچی گئی ہوئی تھیں رات عشاء کے بعد مونگ پھلی فروخت کرنے والا آواز لگاتا ہوا گزرا۔ بھائی نے مونگ پھلی خریدی دوسرے روز پھر وہ معمول کے مطابق صدا لگاتا ہوا گزرا تو والدہ مرحومہ نے فرمایا کہ بیچارے سے مونگ پھلی خرید لو بھائی نے عرض کیا کہ آج پھل لایا ہوں وہ کھائیں گے تو فرمایا وہ بیچارہ ہماری وجہ سے تو یہاں آیا ہے کیونکہ کل ہم نے اس سے مونگ پھلی لی تھی تو آج پھر امید باندھ کر آیا ہے اگر ہم نہیں لیں گے تو خوامخواہ کا سفر پڑے گا اس پر چھوٹے بھائی حافظ خلیق احمد اخون سلمہ نے کہا کہ اماں یہ تو روزانہ گزرتے ہیں تو اس پر قدرے خفاء ہو کر فرمایا کہ اپنا ہی پیٹ آگے نہ رکھا کرو کسی دوسرے کا بھلا بھی سوچ لیا کرو دیکھ رات گئے گلیوں کے چکر کاٹتا پھر رہا ہے مونگ پھلی نہیں بکی ہوں گی تبھی تو پھر رہا ہے بیچارے کے بیوی بچے بھی انتظار کر رہے ہوں گے جاؤ مونگ پھلی خرید لو اس کا بھی بھلا ہو جائے گا۔

سبحان اللہ ذرا دیکھئے تو سہی کس قدر سادہ انداز و بیاں اور کیسی قیمتی نصیحت کی کہ یہ ہمدرد آنکھ اپنے ذاتی مفاد اور ضرورت سے تجاوز کر کے کسی دوسرے پریشان حال کی ضرورت اور نفع کو بھی دیکھ رہی ہے جس سے ایثار، ہمدردی، دوسرے کی تکلیف کا احساس مترشح ہو رہا ہے جب تک والدہ مرحومہ کراچی بھائی کے پاس رہیں اسی جذبہ

کے تحت روزانہ مونگ پھلی خرید لی جاتی تھی کاش ہر ماں ایسی ہی تربیت کرنے لگے تو ماحول ومعاشرہ کی آلودگی کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ سامنے آئے کہ جہاں محبت وآتشی کے پھول کھلنے لگیں اور ایثار وہمدردی کی مہک پھوٹنے لگے۔

ایک مرتبہ ایک گھر میں جانا ہوا تو ٹیلی ویژن چل رہا تھا والدہ مرحومہ نے دیکھ کر فوراً پردہ کرلیا تو انہیں بتایا گیا کہ ٹیلی ویژن کی سکرین پر جو لوگ نظر آرہے ہیں وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے تو فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے دیکھ تو سہی کیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مردود دیکھ رہے ہیں۔

واہ یہ سادہ لوحی اور یہ تیز زمانہ ایسے نیک لوگوں کا بھول پن زبان حال سے پکار رہا ہے کہ ایسے مکروہ وملعون آلاتِ معصیت کو پردے ہی میں رہنا چاہیے حق تعالیٰ شانہ ان ذرائع معصیت کو پردہ ہی دے دے۔ آمین

شہر کی سینکڑوں خواتین نے ان سے قرآن مجید پڑھا قرآن مجید سے خاص شغف تھا اور محبت ولگن کے ساتھ قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں یہاں تک کہ وفات کے وقت بھی تلاوت قرآن مجید ہی فرما رہی تھیں عشاء کی اذان ہوچکی تھی تو دل میں درد محسوس ہونے لگا فرمایا کہ مجھے عشاء کی نماز پڑھادو شاید یہ میری آخری نماز ہے۔ گھر کی خواتین نے کہا کہ عشاء کا بہت وقت ہے آپ لیٹ جائیں سر دباتے ہیں مگر خود ہی چارپائی پر بیٹھے بیٹھے قبلہ کی طرف منہ کرکے ہاتھ باندھ لیے گھر کی خواتین نے تکلیف دیکھ کر زبردستی لٹادیا اور سر دبانے لگیں فرمایا کہ میرا آخری وقت آگیا ہے کہا سنا معاف کروایا کہ جس پر زیادتی ہوئی ہو معاف کردے پھر ہاتھ باندھ کر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا یا اللہ میری آخرت سنوارنا، یا اللہ میری آخرت سنوارنا۔ اس کے بعد تین مرتبہ بلند آواز سے کلمہ پڑھا ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ پھر ہچکی آنا شروع ہو گئی برادرم خلیل احمد اخون ڈاکٹر کو لینے دوڑے مگر ان کے آنے تک وہ اپنی جان جان

آفرین کے سپرد کر چکی تھیں۔ والدہ محترمہ نے والد صاحبؒ کی وفات کے ٹھیک گیارہ مہینے بعد ۹ جمادی الاخری ۱۴۱۴ھ بمطابق ۵ دسمبر ۱۹۹۲ء اتوار کی شب ۸ بجے وفات پائی۔ ﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾ والدہ محترمہ نے سنت عمر پر وفات پائی (والدہ محترمہ کی تاریخ پیدائش ۱۹۲۹ھ ہے)۔

ان کی تمنا کے مطابق دین پور شریف کے قبرستان کے متولی اعلیٰ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ خلیفہ اقدس حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خصوصی شفقت اور اجازت سے حضرت والد صاحبؒ کے قدموں کی طرف تدفین ہوئی اور نماز جنازہ راقم الحروف نے پڑھائی مرحومہ کی صرف ایک بہن حیات ہیں جو نو گاؤں ضلع سہارنپور رہتی ہیں اور حضرت قاری اکرام الحق مرحوم خلیفہ اقدس حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کی بہو ہیں۔

حافظ سراج احمد اخون زید مجدھم

حافظ سراج احمد اخون صاحب ہم بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہیں ان سے پہلے ایک بھائی ریاض احمد کی پیدائش ہوئی تھی جو دو سال بعد وفات پا گئے تھے حافظ صاحب نے قرآن مجید حفظ کی تعلیم اور دورہ حدیث تک تکمیل اسی مدرسہ میں کی پھر کاروباری میدان میں چلے گئے لیکن اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے بعض انتظامی شعبوں میں بھی والد صاحبؒ کے دور سے خدمات انجام دے رہے ہیں چھ جماعت تک سکول کی بھی تعلیم حاصل کی ہے ہمیشہ جمیعت علماء اسلام (ف) کے اہم ضلعی عہدوں پر فائز رہے ہیں اور اب تک فائز ہیں ان کی اولاد میں ماشاءاللہ کئی حفاظ اور علماء ہیں۔

باجی جان سلمھا

حافظ صاحب کے بعد دوسرے نمبر پر باجی جان ہیں جن کا نام حضرت والد صاحبؒ نے اپنی بہن کے نام پر مہر النساء رکھا تھا ان کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا جب

ان کی شادی کا مرحلہ آیا تو بڑے بڑے کھاتے پیتے گھرانوں کے رشتے آئے لیکن والد صاحبؒ نے سب کو رد کر دیا اور اپنے شاگرد قاری میر محمد صاحب مرحوم جو کہ چترال بیوڑی کے رہنے والے تھے اوراس مدرسہ سے فارغ التحصیل تھے پھر لاہور میں قاری عبدالمالک صاحبؒ سے فن تجوید سیکھا تھا اور لاہور ہی میں کسی مسجد میں امامت اور خطابت کرتے تھے انہیں بلوا بھیجا اوران کی رائے اور رضامندی سے بہن کا عقد ان کے ساتھ کر دیا اوران کی مدرسہ میں تقرری بطور ناظم کتب خانہ کر دی اور ساتھ ہی مدرسہ کے زیر سایہ چلنے والے مڈل سکول میں عربی معلم کی حیثیت سے تقرری فرمادی جب بعد میں وہ سکول نیشنلائز ہوا تو عربی ٹیچر کی حیثیت سے ان کی تقرری ہوگئی اسی خدمت میں وفات پاگئے باجی جان کی ساری اولاد تعلیم یافتہ ہے۔

ڈاکٹر جمیل ثابت اخون زید مجدھم

ڈاکٹر جمیل احمد اخون یہ تیسرے نمبر پر ہیں حضرت والد صاحبؒ نے انہیں پہلے حفظ کلاس میں بٹھایا تھا جہاں انہوں نے سترہ پارے حفظ کیے لیکن قاریوں کی بے جاسختیوں کی وجہ سے مزید پڑھنے سے انکاری ہوگئے تو والد صاحبؒ نے سکول میں داخل کرادیا جہاں میٹرک پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور چلے گئے وہاں ایف ایس سی میں نمایاں نمبر حاصل کر کے قائداعظم میڈیکل کالج بھاول پور میں داخلہ لے لیا اور ایم بی بی ایس کا کورس مکمل کیا پھراسی میدان میں مزید کورس کیے ڈاکٹر صاحب باوجود دنیاوی میدان کے دین دار اور متشرع ہیں اور قطب لاہور حضرت مولانا سید انور حسین نفیس شاہؒ کے ارادت مندوں میں ہیں اور حضرت شاہ صاحب سے خلافت بھی پائی ہے اوران کا ایک بچہ قرآن مجید حفظ کر رہا ہے اور باقی دنیوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

راقم الحروف جلیل احمد اخون عفی عنہ

حضرت کی اولاد میں بندہ کا نمبر چوتھا ہے ۱۹۷۸ء میں سائنس کے ساتھ

میٹرک فرسٹ ڈویژن میں پاس کی تو حضرت والد صاحبؒ نے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخل کروادیا جہاں الحمدللہ پورے آٹھ سال تعلیم حاصل کر کے ۱۹۸۶ء میں فراغت حاصل کی اس کے ساتھ ساتھ کراچی بورڈ سے بارہویں کا امتحان بھی پاس کیا یہ جامعہ کے عروج کا زمانہ تھا جامعہ کا ہر استاذ امام الفن اور درجہ ولایت پر فائز تھا الحمدللہ ان سے بھرپور کسب فیض کا موقع ملا اور اس کے ساتھ ساتھ ۱۹۸۰ء سے مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے راہ سلوک کی تربیت حاصل کرنا شروع کی۔

۱۹۸۷ء سے حضرت والد صاحب نے پہلے سال سے ہی دورہ حدیث تک دس کتابوں کی تدریس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی نظامت بھی ذمہ لگادی اپنے تئیں ان کے اعتماد پر پورا اترنے کی کوشش کی الحمدللہ ان آخری سالوں میں حضرت والد صاحبؒ تلاوت واذکار میں مشغول ہوگئے اس لیے بسا اوقات والدہ مرحومہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جلیل میرا دل ہے ان ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ بندہ نے والد صاحبؒ کی دعا اور توجہ سے بی،اے اور ایم اے اسلامیات کا امتحان اسلامیہ یونیورسٹی بھاول پور سے فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا مئی ۱۹۹۱ء میں مدرسہ کی شوریٰ نے اہتمام کی ذمہ داریاں ڈالدیں اور جنوری ۱۹۹۲ء میں والد صاحب نے بالاصرار شیخ الحدیث کے اہم منصب پر فائز کردیا اور اس کے ساتھ حضرت شیخ حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء اصلاح وتربیت کا فریضہ بھی ذمے لگا دیا اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے حسن ظن کی برکت سے ان ذمہ داریوں کو صحیح طریقہ پر نبھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

اگرچہ بندہ کی شادی ۱۹۸۷ء میں ہوئی تھی لیکن اولاد کا پھل ۱۹۹۸ء میں چکھنے کو ملا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانے سے ایک بیٹا محمد طلحہ نیاز اور ایک بیٹی درداءِ جلیل عطاء

فرمائی جو ابھی ابتدائی تعلیم حاصل کررہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حافظ، قاری، عالم، اللہ والا بنائے اور دنیا وآخرت کی نعمتوں سے بہرور فرمائے۔ آمین

حضرت والد صاحبؒ نے عملی میدان میں بندہ کی خصوصی تربیت پر بڑی توجہ فرمائی کبھی رنگ دار ٹوپی نہیں پہننے دی اور کبھی بغیر سفید عمامہ کے مدرسہ سے باہر نہیں جانے دیا یہاں کے لوگوں کے مزاج کے بارے میں سمجھایا اور ان کو کس طرح ساتھ لے کر چلنا ہے اس کا طریقہ سکھلایا اور درس وتدریس اور انتظام مدرسہ میں جگہ جگہ پر رہنمائی فرماتے رہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس مشکل میدان کو آسان فرمادیا بندہ اگر کسی تبلیغی سفر پر چلا جاتا تو ان کا دل معلق رہتا جب تک واپس نہ آجاتا اس لیے بندہ کو اس بات کا پابند کیا ہوا تھا کہ رات کو میں جس وقت بھی واپس آؤں تو والد صاحبؒ کو اس کی اطلاع کروں اگر آپ سوبھی رہے ہوں تو جگا کر اس کی اطلاع کروں فرماتے تھے کہ اس سے تشویش دور ہوجاتی ہے۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

جناب خلیل احمد اخون صاحب سلمہ

جناب خلیل احمد اخون صاحب یہ پانچویں نمبر پر ہیں میٹرک کرکے یہ بھی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں داخل ہوئے تھے اس وقت ان کے رفقاء میں امیر جیش محمد مولانا مسعود اظہر صاحب تھے لیکن آب وہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے بیمار ہوگئے اور وہاں سے بہاول نگر آگئے اور دینی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے البتہ ایم اے پاس کرکے سرکاری ملازمت کرلی اب ملازمت کے ساتھ ساتھ مدرسہ میں طالب علموں کو انگریزی تعلیم دیتے ہیں اور مختلف پلیٹ فارموں میں مدرسہ کی نمائندگی کرتے ہیں متشرع دین دار صاحب اولاد ہیں ان کے بچے زیر تعلیم ہیں ایک بچہ حافظ بن چکا ہے ایک بچہ مجذوب ہے اور خیر وبرکت کا ذریعہ ہے۔

مفتی منیر احمد اخون سلمہ

مفتی منیر احمد اخون حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے بڑے داماد ہیں انکی شادی کا تفصیلی قصہ بندہ تحریر کر چکا ہے ہم بہن بھائیوں میں چھٹے نمبر پر ہیں میٹرک کے بعد بندہ انہیں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی لے گیا وہاں بندہ کی موجودگی تک درجہ رابعہ تک تعلیم حاصل کی پھر خرابی صحت کی وجہ سے بہاول نگر آ گئے دوسال یہاں تعلیم حاصل کی توضیح تلویح بندہ سے پڑھی پھر مشکوۃ کے لیے جامعہ امدادیہ فیصل آباد داخل ہوگئے اور دورہ حدیث کے لیے دوبارہ کراچی چلے گئے دورہ حدیث سے فراغت پر شادی ہوگئی پھر دوسال تخصص فی الفقہ کا کورس کر کے مفتی کی سند حاصل کی افتاء سے فراغت کے بعد جامع طیبہ مسجد ڈی بلاک ناظم آباد کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے اوراس کے ساتھ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی میں درجہ کتب کی تدریس شروع کر دی پھر جامعہ بنوریہ کی تدریس چھوڑ کر دفتر ختم نبوت پرانی نمائش کراچی میں تخصص فی الفقہ کی تدریس کرنے لگے پھر جامع مسجد طیبہ کی امامت ترک کر کے حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی مسجد الفلاح دستگیر کراچی کے متصل جامعہ ذکریا یوسفیہ کی بنیاد ڈالی اور وہاں تخصص فی الفقہ اور ابتدائی درس نظامی کا اجراء کیا۔

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی شہادت کے بعد نیویارک امریکا کے اسلامک سینٹر میں بطور مفتی اور منتظم منتقل ہوگئے اوراس کے ساتھ نیویارک میں ایک مدرسہ کے بنیاد بھی رکھی اور تاحال الحمدللہ وہاں احسن طریقہ پر دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں

مفتی صاحب کو حضرت لدھیانوی شہیدؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور آپ ہی کے زیر سایہ اصلاح وتربیت کا کام شروع کیا حضرت کی شہادت کے بعد مرشدی ومولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے رجوع کیا اور حضرت حکیم صاحب نے بھی خلافت سے سرفراز فرمایا آج کل نیویارک (امریکا)

میں تعلیم وتبلیغ کے کام کے ساتھ ساتھ اصلاح وتربیت کا کام بھی انجام دے رہے ہیں اور بہت مخلوق خدا فائدہ اٹھا رہی ہے الیکٹرونک میڈیا کے ذریعے ویب سائٹ

www.kitabummunir.com

سے بھی وسیع خدمت کر رہے ہیں اس کے ساتھ اخبار جہاں پاکستان میں خوابوں کی تعبیر کا کالم بھی لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشے مفتی صاحب کے بال بچے بھی امریکہ میں ہیں اور دینی اور دنیوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مفتی خلیق احمد اخون سلمہ

ساتویں نمبر پر مفتی خلیق احمد اخون صاحب ہیں یہ حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے چھوٹے داماد ہیں مڈل کے بعد بندہ ہی انہیں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی لے گیا اور درجہ حفظ میں داخل کروادیا جہاں انہوں نے چار سال میں گردان سمیت قرآن مجید مکمل کیا اور امام الحرمین شیخ عبداللہ ابن سُبَّیل دامت برکاتہم نے آمین کروائی اور دعا کی۔ بندہ کی واپسی کے بعد یہ بھی بہاول نگر آ گئے اور یہیں پر درس نظامی کی ابتداء کی والد صاحبؒ اور راقم سے اکثر کتابیں پڑھیں کچھ دن جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں بھی زیر تعلیم رہے پھر دورہ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا اور تخصص فی الفقہ مفتی حبیب اللہ صاحب خیر پوری مدظلہ کے پاس انکے مدرسہ صرافہ بازار کراچی میں کیا پھر واپس بہاول نگر آ کر جامع العلوم عیدگاہ میں تدریس شروع کی اور تخصص فی الفقہ کا اجراء کیا اور آجکل رئیس دارالافتاء کے منصب پر کام کر رہے ہیں اور دورہ حدیث کے بعض اسباق بھی ذمہ ہیں اور حضرت سید انور حسین نفیس شاہ صاحبؒ اور مفتی منیر احمد اخون سلمہ سے مجاز بھی ہیں اور اندرون و بیرون ملک طویل دوروں پر جاتے رہتے ہیں۔ صاحب اولاد ہیں بچے زیر تعلیم ہیں۔

مجذوبہ بہن سلمہ

آٹھویں نمبر پر مجذوبہ بہن ہیں جن کو سب لوگ باجی عائشہ کہتے ہیں والدصاحب اور والدہ دونوں اس کی بہت قدر فرماتے تھے اور دونوں نے خاص طور پر اس کے بارے میں وصیت فرمائی یہ نا صرف ہم خاندان والوں کے لیے بلکہ پورے مدرسہ اور محلّہ کے لیے خیر و برکت کا ذریعہ ہیں خشیت الٰہی میں عجیب شان رکھتی ہے اور اس کی عائیں قبول ہوتی ہیں۔

چھوٹی بہن

سب سے چھوٹی بہن فاضلہ فاطمہ ہیں جنہیں میٹرک کے بعد مدرسہ تعلیم النساء گوجرہ بھجوادیا گیا وہاں دوسال فاضلہ کا کورس کیا اور واپس آ کر فن تجوید سیکھا اور آجکل جامع العلوم کی شاخ مدرسہ عائشہ للبنات محلّہ تیلیاں والا بہاول نگر میں خدمت سرانجام دے رہی ہیں والدصاحبؒ کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے بھائیوں نے ان کی شادی ایک مسافر عالم مولانا عبدالسلام بیگ سے کردی مولانا نسلاً والدصاحبؒ کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں اور مدرسہ جامع العلوم بہاول نگر میں دورہ حدیث تک کی کتابوں کی تدریس کر رہے ہیں چھوٹی بہن ماشاء اللہ صاحب اولاد ہے اور ان کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

••

حضرت والد صاحبؒ کے چند تلامذہ اور رفقاء کار کا تذکرہ

بہت روئیں گے یاد کر کے اہل مے کدہ مجھ کو
شراب درد دل پی کر ہمارے جام و مینا سے

تلامذہ کرام

والد گرامیؒ سے کسب فیض کرنے والے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے جن میں پاکستان، ہندوستان، افغانستان، ایران، برما، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ، جنوبی افریقہ اور چین کے طلباء شامل ہیں جن میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

....

﴿۱﴾ حضرت مولانا سید آفتاب عالم مدنیؒ

یہ سراج المحدثین بانی جامع العلوم عید گاہ بہاول نگر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کے صاحبزادے ہیں جامع العلوم بہاول نگر میں زیر تعلیم رہے اور حضرت والد صاحبؒ سے معقولات کی کتابیں پڑھیں پوری زندگی مدینہ شریف میں بسر کردی اور وہیں وفات پا کر جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔

﴿۲﴾ حضرت مولانا مفتی عبدالباقیؒ

مفتی صاحبؒ کا تعلق صوبہ سرحد کے علاقہ صوابی سے تھا جامع العلوم سے فراغت کے بعد چودہ سال تک اسی مادر علمی میں تدریس کی۔ آخر میں درجہ دورہ حدیث میں ابوداؤد شریف پڑھاتے تھے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی فرمائش پر حضرت والد صاحبؒ سے اجازت لیکر برطانیہ تشریف لے گئے وہاں کے اول مستند مفتی ہونے کا اعزاز حاصل کیا اور وہیں دینی خدمات سرانجام دیتے ہوئے وفات پا گئے ان کی آل اولاد اب بھی برطانیہ میں مقیم ہے۔

﴿۳﴾ مولانا عبدالقیوم صاحب چترالیؒ

آپؒ بھی والد صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے کئی سال تک حضرت والد صاحبؒ سے کسب فیض کیا پھر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے ہمیشہ ان ساتھ رہے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کو ترقی دینے والے بنیادی افراد میں سے ہیں اور جامعہ میں ناظم تعلیمات کے عہدہ پر تاحیات فائز رہے۔

صرف ونحو کے فن میں امامت کا درجہ رکھتے تھے بندہ نے بھی صرف آپ سے پڑھی حضرت والد صاحبؒ جب بھی کراچی تشریف لے جاتے تو انہیں کے ہاں قیام فرماتے اور ہمیشہ دل و جان سے والد صاحبؒ کی خدمت کرتے رہے حال ہی میں کراچی میں فالج کی بیماری میں وفات پا گئے۔

﴿۴﴾ قاری عبدالغفور صاحب چترالیؒ

آپ مولانا عبدالقیوم صاحب چترالیؒ کے چھوٹے بھائی تھے آپؒ بھی کئی سال جامع العلوم میں زیر تعلیم رہے اور دارالعلوم کراچی سے فراغت حاصل کی اور کراچی میں قاری حبیب اللہ شاہ صاحبؒ سے فن تجوید حاصل کیا پھر حضرت والد صاحبؒ کے حکم سے مدرسہ جامع العلوم بہاول نگر میں شعبہ تجوید کے سربراہ کی حیثیت سے مقرر ہوئے تجوید کے ساتھ درجہ کتب میں فقہ، حدیث اور لغت کی کتابیں بھی پڑھائیں شعبہ بنات میں ابوداؤد شریف بھی پڑھاتے رہے نہایت بے باک اور نڈر آدمی تھے اسلامی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور محکمہ اوقاف میں خطابت کے عہدہ پر فائز رہے جامع العلوم بہاول نگر کے لیے اندرونی و بیرونی بڑی گراں قدر خدمات سرانجام دیں چند سال قبل وفات پا گئے اور ان کی آل اولاد اب بھی جامع العلوم میں مقیم ہے اور دینی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

﴿۵﴾ حضرت مولانا قاری میر محمد صاحبؒ چترالی

حضرت مولانا نیاز محمدؒ کے بڑے داماد ہیں جامع العلوم سے فراغت کے بعد لاہور میں قاری عبدالمالک صاحب سے فن تجوید سیکھا اور پھر لاہور میں ہی دینی خدمات سرانجام دینے لگے۔ پھر حضرت والد صاحبؒ کے حکم پر بہاول نگر تشریف لے آئے اور پھر پوری زندگی ناظم کتب خانہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اس کے علاوہ ملیہ اسلامیہ مڈل سکول عیدگاہ میں او۔ٹی ٹیچر کی حیثیت سے تدریس بھی کی اور واپڈا دفتر کی مسجد میں امامت بھی کروائی اور چند سال پہلے رحلت فرمائی۔

﴿۶﴾ حضرت مولانا حافظ رفیع الدین صاحبؒ بہاول نگری

عالم کے بیٹے تھے اور حافظ قرآن تھے حفظ سے فراغت کے بعد گھڑی سازی کا کام شروع کر دیا حضرت والد صاحبؒ کی نظر شفقت متوجہ ہوئی سمجھا بجھا کر

مدرسے میں لے آئے اور خصوصی توجہ کے ساتھ تعلیم وتربیت کے مراحل طے کروائے اور جامع مسجد نادر شاہ بازار بہاول نگر میں اپنی نیابت میں امامت اور خطابت کے فرائض سونپ دیے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ ان کا خطاب سننے کے لیے پہلے سے مسجد بھر جاتی تھی اور حضرت والد صاحبؒ بھی اکثر انہیں کے پیچھے جمعہ ادا فرماتے تھے والد صاحبؒ کی زندگی میں ہی وفات پائی۔

﴿۷﴾ حضرت مولانا قاری سلطان شہیدؒ (پاکپتنی)

قاری صاحبؒ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو جہالت اور بدعات میں مبتلا تھا قاری صاحب پہلے شخص ہیں جو حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور یہیں سارے علوم کی تکمیل کی پھر جامع مسجد سٹی ہائی سکول میں امام اور خطیب مقرر ہوئے بڑے نفیس اور کم گو، منکسر المزاج اور ملنسار تھے بہت عمدہ قرأت کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے تھے نماز تراویح میں بہاول نگر میں سب سے زیادہ افراد ان کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے ۱۹۹۴ء میں شیعہ سنی اختلافات میں شہید کر دیئے گئے۔

﴿۸﴾ مولانا قاری محمد شریف قریشی صاحبؒ

آپ کا تعلق بہاول نگر کی قریشی برادری سے تھا یہ ان چند بچوں میں سے ہیں جنہیں والد صاحبؒ نے لیا تھا پھر ان کے ذریعے پوری برادری کی اصلاح ہوئی فراغت کے بعد مدرسہ کے بیرونی کام انجام دینے پر مقرر ہوئے اکثر والد صاحبؒ کے ساتھ سفر میں ساتھ رہے بہت خدمت گزار اور بہت اچھی طبیعت کے مالک تھے والد صاحبؒ کی حیات میں ہی سانگھڑ صوبہ سندھ میں فوت ہوئے۔

﴿۹﴾ مولانا قاری غلام نبی صاحبؒ ایرانی

ان کا تعلق ایران سے تھا حصول علم کیلئے بہاول نگر آ گئے حضرت والد صاحبؒ سے تحصیل علم کیا اور پھر تدریسی شعبہ میں خدمات انجام دینے لگے طلباء کی بہت بڑی

تعداد نے ان سے فن قرأت سیکھا پھر کوئٹہ تشریف لے گئے اور وہاں پر مدرسہ ترتیل القرآن کے نام سے ادارہ بنایا جو پورے صوبہ بلوچستان میں فن تجوید میں مشہور ادارہ ہے والد صاحبؒ کی حیات میں وفات پائی۔

حضرت والد صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے خواب میں قاری غلام نبی ایرانی کو دیکھا ہے کہ ایک بڑے مجمع میں جس میں بڑے بڑے اکابر موجود ہیں یہ آیت بار بار پڑھ رہے ہیں

"وقل جآء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" (سورة بنی اسرائیل یٓت ۸۱)

اور نہایت نورانی شکل ہے اور بڑے وجد کے ساتھ اس آیت کو پڑھ رہے ہیں اور فرمایا یہ ان کے فن قرأت کی خدمات کی قبولیت کی علامت ہے اور حق کے غالب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

﴿۱۰﴾ مولانا عبدالحکیم ایرانی شہیدؒ

ان کا تعلق بھی ایران سے تھا حصول علم کیلئے حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں آئے پھر واپس ایران جا کر زاھد ان میں دینی خدمات انجام دینے لگے راقم نے ان کے کئی ایرانی شاگردوں سے ملاقات ہوئی ہے خمینی انقلاب کے بعد سنیوں کی اکثریت کے علاقے میں قاضی اور جج مقرر ہوئے پھر شیعہ سنی فسادات میں شہید کر دیئے گئے۔

﴿۱۱﴾ صاحبزادگان

ہم فرزندگان میں سے مولانا حافظ سراج احمد اخون، راقم الحروف، مفتی منیر احمد اخون اور مفتی خلیق احمد اخون نے بھی حضرت والد صاحبؒ سے تحصیل علوم کیا حافظ سراج احمد اخون نے تو دورہ حدیث تک پڑھا اور باقیوں نے منطق، فلسفہ اور بخاری شریف کے چند اسباق پڑھے۔

﴿۱۲﴾ مولانا مفتی عبدالمجید ملتانی مدظلہ

بڑے ذی استعداد مفتی اور عالم ہیں اور والد صاحبؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں مفتی عبدالباقی صاحب لنڈئی کے ہم سبق ہیں کافی عرصہ جامع العلوم میں فقہ اور حدیث کی تدریس کی اور افتاء کے منصب پر فائز رہے پھر حضرت والد صاحبؒ سے اجازت لے کر اپنے علاقہ کچا کھوہ ضلع ملتان شریف لے گئے اور خلوت نشینی اختیار کرلی۔

﴿۱۳﴾ مولانا عبدالمنان صاحب مہاجر مدنی مدظلہ

آپ کا تعلق ضلع ملتان سے ہی ہے والد صاحبؒ سے شرف تلمذ کے بعد مدینہ شریف ہجرت فرما گئے اور آج تک وہیں ہیں اور مدینہ شریف کی بزرگ شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔

﴿۱۴﴾ مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ چترالی ثم بہاول نگری

آپ نے جامع العلوم میں پورے علوم کی تحصیل کی پھر یہیں حضرت والد صاحبؒ کے حکم پر تدریس شروع کردی اور اس کے ساتھ جامع مسجد خادم آباد بہاول نگر میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے طالب علمی میں بھی اور طالب علمی کے بعد بھی اکثر سفر میں حضرت والد صاحبؒ کے خادم رہے والدہ محترمہ نے اپنی بھانجی کے ساتھ شادی کرادی اور راقم الحروف کے سسر بھی ہیں اور چترال کے علاقہ دروش کے سید قاضی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو وہاں کے اہل علم خاندانوں میں شمار ہوتا ہے۔

﴿۱۵﴾ مولانا محمد صالح افریقی مدظلہ

آپ کا تعلق جنوبی افریقہ کے شہر پورٹ الزبتھ سے ہے دورہ حدیث

حضرت والد صاحبؒ کے پاس کیا اور پھر واپس اپنے ملک جا کر دینی خدمات انجام دینے لگے اور جنوبی افریقہ کے مشہور اسلامی اور دینی اخبار" دی مجلس" میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

﴿۱۶﴾ مولانا محمد یوسف قریشی بہاول نگری مدظلہ

آپ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان بچوں میں سے ہیں جنہیں والد صاحبؒ نے منتخب کیا تھا اپنے خاندان کے پہلے فرد ہیں جو عالم دین ہیں اور ان کی وجہ سے ان کے خاندان میں دین حق کی روشنی پھیلی والد صاحبؒ سے شرف تلمذ کے بعد جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے اور وہاں تکمیل کر کے واپس آئے تو حضرت والد صاحبؒ نے جامع العلوم میں تدریسی خدمات انجام کیلئے مقرر فرمایا پھر مستعفی ہو کر جمعیت علماء اسلام میں شامل ہو گئے اور آج تک اسی دینی وسیاسی جماعت کے اہم رہنما شمار ہوتے ہیں۔

﴿۱۷﴾ شیخ قاری عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ (قطر)

آپ حضرت والد صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور مولانا یوسف قریشی کے ہم درس ہیں تحصیل علم کے بعد قطر تشریف لے گئے اور وہاں کے تبلیغی مرکز میں کافی عرصہ تک درس وتدریس کی اور آجکل قطر میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

﴿۱۸﴾ مولانا ڈاکٹر فضل احمد مدظلہ جامعہ (یونیورسٹی) کراچی

آپ بھی والد صاحبؒ کے شاگردوں میں سے ہیں جامع العلوم بہاول نگر میں تکمیل علم کے بعد مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحبؒ سے خانپور میں دورہ تفسیر پڑھا پھر ڈبل ایم اے کیا اور قانون میں ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی اور ایک علمی مقالہ مسئلہ انکار حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کی سند حاصل کی کراچی یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کے فاضل اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں اور سنن نسائی

شریف کا اردو ترجمہ اور شرح بھی لکھی۔

﴿۱۹﴾ مولانا عبدالستار رحمانی سکھروی مدظلہ

ابتدائی تعلیم جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں حاصل کی پھر تکمیل کے لیے جامع العلوم بہاول نگر تشریف لے آئے حضرت والد صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون کے ہم درس ہیں فراغت کے بعد ڈیرہ غازی خان میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی جو اب پاکستان کے اہم اداروں میں شمار ہوتا ہے اور مولانا کو کئی بزرگوں سے خلافت اور اجازت بھی حاصل ہے اور بین الاقوامی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔

﴿۲۰﴾ مولانا سیف اللہ خالد صاحب لاہوری مدظلہ

حضرت والد صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور حضرت مولانا پیر حافظ غلام حبیب نقشبندی کے خلیفہ ہیں فراغت کے بعد کچھ عرصہ اسلام آباد میں خدمات انجام دیتے رہے پھر صدر کینٹ لاہور میں جامعہ منظور الاسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ جہاں اب دورہ حدیث تک تعلیم ہو رہی ہے اور لاہور کے اہم اداروں میں شمار ہوتا ہے اور مولانا کا شمار پاکستان کی خاص طور پر لاہور کی اہم شخصیات میں ہوتا ہے۔

﴿۲۱﴾ مولانا محمد اظہر سکندری مدظلہ

مولانا محمد اظہر صاحب علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں ان کے والد صاحب مولانا علی احمد سکندری بڑے عالم تھے اور ان کے بڑے بھائی مفتی محمد انور صاحب پہلے جامع العلوم بہاول نگر میں تدریس کرتے رہے پھر جامعہ خیر المدارس ملتان تشریف لے گئے اور دارالافتاء میں اہم خدمات انجام دیتے رہے فتاویٰ خیر المدارس انہیں کا مرتب کردہ ہے مولانا اظہر صاحب بڑے بھائی حافظ سراج احمد اخون کے ہم درس ہیں جامع العلوم بہاول نگر میں حضرت والد صاحبؒ سے تکمیل علم

کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان سے وابستہ ہوگئے دورہ حدیث کے سبق کے ساتھ ماہنامہ الخیر میں بطور مدیر کے خدمات انجام دے رہے ہیں حضرت والد صاحبؒ کی وفات پر انہوں نے بڑا وقیع مضمون مختلف رسائل اور جرائد میں لکھا جامعہ خیر المدارس میں دینی خدمات کے علاوہ خطابت اور بعض اداروں کا اہتمام بھی فرماتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ مولانا محمد عارف صاحب بہاول نگری

مولانا محمد عارف صاحب نے تکمیل حضرت والد صاحبؒ کے پاس کی اور ایک سال میں منطق اور فلسفہ کی بڑی کتابیں آپؒ سے پڑھیں مولانا قاری غلام نبی ایرانی کے ہم درس ہیں پھر جامع العلوم بہاول نگر میں تقریباً اٹھارہ سال تدریسی خدمات انجام دیں پھر مستعفی ہوکر قریش کالونی بہاول نگر میں اپنا ادارہ جامع تعلیم القرآن قائم کیا جہاں حفظ اور درجہ رابعہ تک درس نظامی کا معیاری انتظام ہے ان کے بیٹے مولوی اکرام اللہ عارفی بھی والد صاحبؒ اور بندہ کے شاگرد ہیں۔

مولانا عارف صاحب بہاول نگر کی اہم علمی شخصیات میں سے ہیں تبلیغی جماعت کے اس علاقے کے اکابر میں شمار ہوتے ہیں اور کئی ملکوں میں اس سلسلے میں سفر بھی کیے ہیں

﴿۲۳﴾ مولانا محمد عبداللہ صاحب سرگودھوی مدظلہ

مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم حضرت والد صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور جامع العلوم بہاول نگر میں نائب شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔

انہوں نے بڑی عمر میں تحصیل علم شروع کیا تھا جنگ دوم میں رنگون میں فوجی کی حیثیت سے شامل تھے پھر دل کھٹا ہوگیا سب کچھ چھوڑ کر علم دین حاصل کرنا شروع کردیا مختلف جگہوں پر علم حاصل کرنے کے لیے سفر کیا خاص طور پر رحیم یار خان میں مولانا عبدالغنی صاحبؒ جاجروی سے تفسیر کا علم حاصل کیا پھر حضرت والد صاحبؒ کا تذکرہ سن کر بہاول نگر آئے اور تکمیل کی پھر یہاں سے کسی دوسری جگہ جانے کا ارادہ کیا

تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ کب تک تحصیل علم کرتے رہو گے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا﴿خیر الناس من ینفع الناس﴾ بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔بس یہاں بیٹھ جاؤ اور طلباء کو پڑھاؤ بس استاد کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے آپ کو علم دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔

مولانا نہایت درجہ کے متقی اور متورع شخص ہیں اور جامع العلوم کی سب سے بڑی علمی اور روحانی شخصیت ہیں اور خیر و برکت کا ذریعہ ہیں ان کی شخصیت پر مستقل کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت والد صاحبؒ کا خواب

ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ نے راقم الحروف سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب ایک لکڑی کا بہت بڑا شہتیر اٹھا کر جا رہے ہیں اور میں دیکھ کر حیران بھی ہو رہا ہوں اور خوش بھی کہ ماشاءاللہ میرے شاگرد میں کتنی طاقت ہے کہ کتنا بوجھ اٹھا رہا ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ استاد کا یہ خواب اپنے شاگرد کی روحانی اور علمی بلندی اور صلاحیت کا غماز ہے۔

﴿۲۴﴾مولانا محمد عبدالحفیظ صاحب مدظلہ خطیب جامع مسجد ریلوے بہاولنگر

مولانا عبدالحفیظ صاحب پہلے منچن آباد میں نانا جان قاری ابو الحسن سہارنپوریؒ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر نانا جان کے حکم سے بہاول نگر حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے آ گئے۔انہوں نے

حضرت والد صاحبؒ کی خصوصی توجہ اور تربیت سے علم کی تکمیل کی اور طالب علمی ہی سے ریلوے جامع مسجد میں امامت اور خطابت کروانے لگے اور مسجد میں حفظ کا مدرسہ ضیاء القرآن بھی قائم کیا شہر کے بڑے خطباء میں شمار ہوتے ہیں سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر مسلک حقہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

﴿۲۵﴾مولانا سید بشیر حسین شاہ صاحب مدظلہ خطیب جامع مسجد فردوس بہاول نگر

آپ بھی والد صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں سید خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اپنے خاندان کے پہلے شخص ہیں جو اہل حق کے قافلہ میں شامل ہوئے باقی خاندان شیعہ عقائد کا حامل ہے شہر کے خوش الحان اور بڑے خطباء میں شمار ہوتے ہیں جامع مسجد فردوس کی امامت اور خطابت کے ساتھ ساتھ فاروق آباد شرقی بہاول نگر میں ایک مدرسہ اور سکول بھی چلا رہے ہیں۔

﴿۲۶﴾مولانا شبیر احمد حسینی مدظلہ خطیب جامع مسجد نورانی بہاول نگر

علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور حضرت والد صاحبؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں طالب علمی سے ہی پر جوش خطیب ہیں اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کے پر زور وکیل ہیں اور اس وجہ سے نظر بندی اور ضلع بندی کے مصائب برداشت کیے نورانی مسجد نظام پورہ ان کے مجاہدات کا ثمر ہے۔ شہر کے بڑے خطباء میں شمار ہوتے ہیں مسجد کی خطابت کے ساتھ ساتھ نظام پورہ میں مدرسہ بھی چلا رہے ہیں۔

﴿۲۷﴾مفتی قاری بشیر احمد صاحب مدظلہ

آپ نے جامع العلوم بہاول نگر میں دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد افتاء کی مشق حضرت والد صاحبؒ اور مفتی عبدالمجید ملتانی مدظلہ کے زیر سایہ کی پھر حضرت والد

صاحبؒ کی حیات میں بھی اور ان کے بعد بھی فتویٰ دینے کے منصب پر فائز ہیں اور اس کے ساتھ فقہ کی تدریس بھی کرتے ہیں اور جامع مسجد تحصیل بازار میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔

جس زمانہ میں مدرسہ میں کچھ انتشار پیدا ہوا اس وقت حضرت والد صاحبؒ کے دامن کو نہیں چھوڑا اسی وجہ سے حضرت والد صاحبؒ ان پر بہت اعتماد فرماتے تھے اور مرض الوفات میں ان کا خیال رکھنے کی وصیت فرمائی۔

﴿۲۸﴾ مفتی عبدالخالق صاحب مدظلہ ہارون آبادی

مفتی عبدالخالق صاحب کے والد مولانا غلام فریدؒ حضرت والد صاحبؒ کے بہت گہرے دوست تھے دو شخصوں کو ہم نے اکثر گھر میں مہمان ٹھہرتے دیکھا ایک مولانا غلام فرید صاحبؒ اور دوسرے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب چشتیاں والوں کے والد مولانا ظہور احمد صاحبؒ۔ مولانا غلام فرید صاحب نے مفتی عبدالخالق کو حضرت والد صاحبؒ کے حوالے کیا تو والد صاحبؒ نے بڑی خصوصی توجہ کے ساتھ تعلیم کے مدارج طے کروائے شروع سے آخر تک یہیں تعلیم حاصل کی بڑے ذی استعداد عالم بن کر نکلے۔

جامعہ رشیدیہ ہارون آباد میں بڑی کتب کی تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے آبائی گاؤں کاٹ گنگا سنگھ میں مدرسہ اشاعت العلوم بھی چلا رہے ہیں اور ہارون آباد میں ایک مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں اور ضلع بہاول نگر کے معتمد مفتیان میں شمار ہوتے ہیں۔

﴿۲۹﴾ مولانا محمد الیاس صاحب نبیرا حضرت مولانا اللہ بخش بہاول نگری

قطب وقت حضرت مولانا اللہ بخش صاحبؒ بہاول نگری خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خاندان کے بہت سے افراد نے حضرت والد

صاحبؒ سے علم حاصل کیا مولانا الیاس صاحب بھی حضرت بہاولنگریؒ کے پوتے ہیں والد صاحبؒ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں فراغت کے بعد اپنے علاقے میں دینی خدمات میں مشغول ہوگئے دین پور شریف (جٹو والا) کے قبرستان کے متولی بھی ہیں اور انہوں نے حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں خواب بھی دیکھا تھا جس کا ذکر پہلے گزرا والد صاحبؒ نے اسی قبرستان میں دفن ہونے کی وصیت فرمائی تھی۔

﴿۳۰﴾ ڈاکٹر پروفیسر نور محمد غفاری صاحب (سابق ایم این اے)

ڈاکٹر نور محمد غفاری بھی حضرت والد صاحبؒ کے تلامذہ میں سے ہیں بہاول نگر ڈگری کالج میں ملازمت کے دوران جامع العلوم بہاول نگر کے مہمان خانہ میں اپنے اہل عیال کے ساتھ مقیم رہے اور اس دوران حضرت والد صاحبؒ سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کرتے رہے پھر سیاست سے وابستہ ہوگئے اور بہاول نگر سے پہلے ایم پی اے اور پھر ایم۔این۔اے منتخب ہوئے اسمبلی میں انہیں سب سے زیادہ پڑھے لکھے ممبر ہونے کا اعزاز حاصل ہے آج تک اسی میدان سے وابستہ ہیں۔

﴿۳۱﴾ مولانا معین الدین وٹو صاحب مہتمم جامعہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد

آپ بھی والد صاحبؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور ضلع بہاول نگر کی مشہور دینی اور سیاسی شخصیت ہیں حضرت مولانا محمد شریف وٹو صاحبؒ کے جانشین ہیں اور جامعہ صادقیہ عباسیہ منچن آباد، جامعہ قادریہ محمد پور سنسارااں اور دیگر بہت سے مدارس کا اہتمام چلا رہے ہیں اور ضلع کے اہم روحانی اور دینی شخصیات میں شامل ہیں

﴿۳۲﴾ مولوی عبدالرزاق چینی مدظلہ

آپ حضرت والد صاحبؒ کی آخری عمر کے شاگردوں میں سے ہیں صدر

ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں بیس پچیس چین کے طلباء جامع العلوم بہاول نگر میں تحصیل علم کے لیے آئے تھے لیکن موسم کی شدت کی وجہ سے اکثر اسلام آباد اور کراچی منتقل ہو گئے لیکن مولوی عبدالرزاق اور اس کے چھوٹے بھائی حافظ عبدالمجید کئی سال تک جامع العلوم بہاول نگر میں علم حاصل کرتے رہے تکمیل علم کے بعد واپس چین چلے گئے اور آجکل وہاں دینی خدمات کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں۔

﴿۳۳﴾ قاری نذیر احمد صاحب امام وخطیب جامع مسجد کینال کالونی بہاول نگر

قاری نذیر احمد صاحب بھی حضرت والد صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں اور شہر کے معروف قراء میں سے ہیں فراغت کے بعد جامع مسجد کینال کالونی بہاول نگر میں بطور امام وخطیب خدمات انجام دے رہے ہیں حضرت والد صاحبؒ کے ان تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اپنے استاد سے تعلق اور محبت رکھی اور مدرسہ کے معاون اور خدمت گزار رہے اسی وجہ سے حضرت والد صاحبؒ کی ہمیشہ ان سے شفقت اور محبت تھی اب تک اپنے استاد کی یاگار ادارہ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں اوران کی اولاد کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے ہیں۔

﴿۳۴﴾ مولانا قدرت اللہ صاحب (فورٹ عباس)

والد صاحبؒ کے قدیم تلامذہ میں سے ہیں مجاہدانہ طبیعت کے مالک ہیں حق کی خاطر بڑی تکالیف اٹھائی ہیں تحریک ختم نبوت میں بڑا نمایاں کردار اپنے علاقے میں ادا کیا فورٹ عباس میں مسجد اور مدرسہ کا انتظام بھی چلاتے ہیں۔

ان کے داماد مولانا احمد علی صاحب بھی والد صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور بڑے

کامیاب مدرسین میں سے ہیں اور ہارون آباد میں امامت وخطابت اور تدریس کرتے ہیں
فورٹ عباس میں والد صاحبؒ کے ایک اور شاگرد قاری غلام نبی صاحب بھی ایک بہترین مدرسہ چلارہے ہیں۔اور مسلک حقہ کی مضبوط نمائندگی کرتے ہیں۔

﴿۳۵﴾مولانا عطاء اللہ صاحب رامپوری (بہاول نگری)

مولانا بھی والد صاحبؒ کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں اور تبلیغی جماعت کے اہم رکن ہیں اندرون بیرون کئی اسفار کر چکے ہیں اور طویل زمانے سے پاکپتن شریف میں خطابت کرتے ہیں ان کے صاحبزادے مولانا امان اللہ صاحب راقم کے شاگرد ہیں اور تبلیغی جماعت میں کئی غیر ملکی سفر کر چکے ہیں اور چک گلاب علی میں مدرسہ چلارہے ہیں

﴿۳۶﴾مولانا قاری محمد ادریس کاٹ غلام رسول بہاول نگر

صاحب نسبت بزرگ ہیں اور بہاول پور کے بزرگ سید شمس الزمان صاحبؒ کے خلیفہ ہیں اور بستی کاٹ غلام رسول میں فراغت کے بعد سے دین کی خدمت کرر ہے ہیں ان کا صاحبزادہ مولوی محمد عباس راقم کا شاگرد ہے۔

﴿۳۷﴾قاری محمد ادریس حاصلپوری

بڑے فاضل آدمی ہیں دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم بھی حاصل کیے اور ایم اے۔بی ایڈ کیا حاصل پور میں مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اب ایک بہت اچھا ادارہ بستان فاطمہؓ بچیوں کے لیے قائم کیا ہے اس کے ساتھ بہترین خطیب بھی ہیں اور دینی تحریکات کے سلسلہ میں کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر چکے ہیں ان کے ایک اور عزیز مولانا عبدالعزیز صاحب بھی والد صاحبؒ کے شاگرد ہیں اور باغ والی مسجد وہاڑی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

پچاس سالہ دور میں تدریس کرنے والے علماء کرام

حضرت والد صاحبؒ کے پچاس سالہ دور میں مندرجہ ذیل حضرات مختلف تعلیمی وانتظامی شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔

شعبہ درس نظامی

سراج المحدثین حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی ثم المدنیؒ ،مولانا عبدالحنانؒ ،مفتی عزیز الرحمٰن ہزارویؒ ،مولانا عبدالمالک کاندھلویؒ،مولانا غلام محمد راجڑؒ،مولانا عبدالباقیؒ لندنی،مولانا محمد اسماعیلؒ،مولانا عبدالعلیؒ میانوالی،مولانا قطب الدینؒ ،مولانا عبدالمجید ملتانی ،مولانا محمد عارف ،مولانا فیض احمد ،مولانا محمد یوسف قریشی،مولانا محمد ایوب چترالی،مولانا غلام جیلانی،مولانا ولی محمد،مفتی محمد انور، مفتی بشیر احمد راجڑ،مولانا محمد عبداللہ،مفتی حامد حسن،مولانا ارشاد احمد اور راقم الحروف۔

شعبہ تجوید وقرأت

قاری غلام نبی ایرانیؒ،قاری عزت ابراہیمؒ سہارنپوری، قاری غلام قادر ہاشمی،قاری عبدالغفور چترالیؒ۔

شعبہ تحفیظ القرآن

حافظ محمد شریف ،حافظ غلام مصطفیٰ،حافظ محمد اسماعیلؒ ،حافظ محمد شفیع، قاری ذوالفقار،قاری عبدالمالک،حافظ رحمت اللہ۔

شعبہ ناظرہ

مولوی عبدالحفیظ ،حافظ منظور احمد،حافظ عطاالرسول،حافظ محمد اکرم، حافظ حبیب اللہ،مولانا غلام محمد خانؒ۔

شعبہ مؤدب (اردو سکول)

ماسٹر کرامت علی، ماسٹر شیخ عبدالمالک، ماسٹر عبدالجبار، ماسٹر محمد ارشد، ماسٹر فضل دین، ماسٹر ملا منیر الدین، ماسٹر ملا نجم الدین، ماسٹر حافظ عبداللطیف، ماسٹر سعید احمد، ماسٹر بشیر احمد، ماسٹر قاری سلطان، ماسٹر بشیر جاوید، ماسٹر قاری میر محمد۔

شعبہ انتظام

منشی نسیم احمد مرحوم، مولانا حافظ سراج احمد اخون، منشی محمد انور سجاد، صوفی محمد حنیف، قاری محمد شریف قریشی مرحوم، خوشی محمد باورچی مرحوم۔

حضرت ختنیؒ کی دعوت پر مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر تشریف لانے والی علمی وروحانی شخصیات

حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ اسلامیہ (بھاول پور)، مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک، مولانا عبدالخالق صاحبؒ کبیر والا، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ (بہاول پور)، مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا حبیب اللہ بنوریؒ، مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ، حضرت مولانا عبدالمالک کاندھلویؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ (لاہور)، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی ؒصاحب (خان پور)، مولانا مفتی محمود صاحبؒ بانی جمعیت علماء اسلام پاکستان، مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ (راولپنڈی)، مولانا ولی محمد صاحبؒ ہڑپہ والے، مولانا حبیب اللہ رشیدی صاحبؒ (ساہیوال)، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختارؒ، مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحبؒ، مولانا مفتی عبدالسمیع صاحبؒ، مولانا عبدالمجید ندیم صاحب، مولانا ضیاء الحق

قاسمی صاحب (فیصل آباد)، مولانا عبدالحئی عابد صاحب (لاہور)، مولانا عبدالقادر آزاد صاحب خطیب بادشاہی مسجد (لاہور)، مولانا اصغر علی صاحب صوبائی خطیب محکمہ اوقاف (لاہور) مولانا سمیع الحق صاحب، مولانا فضل الرحمٰن صاحب قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا شبیر احمد بخاری ڈائریکٹر محکمہ ایجوکیشن (بھاولپور)، مولانا عبدالمالک مظہری صاحب مہتمم مالیات سہانپور (انڈیا)، قاری عبداللہ رحیمی صاحب (ساہیوال)، حاجی عبدالغفار میمن صاحب، مفتی ایوب ولی پٹیل (برطانیہ)۔

رفقاءکار

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"ان الذین آمنو او عملو الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا" (سورۃ مریم آیت ۹۶)

(البتہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں ان کو دیگا رحمٰن محبت) اس آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن جلد۶ میں رقمطراز ہیں **"سیجعل لھم الرحمن ودا"** یعنی ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ دیتے ہیں دوستی اور محبت یعنی ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ یہ ہے کہ مومنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی الفت و محبت ہو جاتی ہے ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہوتا ہے اور دوسرے تمام لوگوں اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو جبرائیل امین سے فرماتے ہیں کہ میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو جبرائیل امین سارے آسمانوں میں اس کی منادی کرتے ہیں اور سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے (تو زمین والے بھی

سب اس محبوب خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں) اور فرمایا کہ قرآن کریم کی یہ آیت اس پر شاہد ہے یعنی "**ان الذین اٰمنواو عملو الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا** " (سورۃ مریم آیت ۹۶) اور ہرم بن ہیانؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ کردیتے ہیں (قرطبی)

ایسا ہی کچھ معاملہ حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ تھا اگرچہ آپؒ استاد حضرت مولانا سید محمد بدرعالم مہاجر مدنی کے حکم پر اپنی قوم اور قبیلے سے بہت دور اس صحرائی علاقے میں دین کی خدمت کیلئے ٹھہر گئے تھے اور یہاں کی بود و باش، ماحول اور زبان سے بھی واقف نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے قلوب کو ان کی طرف متوجہ کردیا اور بڑی بڑی برادریوں کے سرکردہ افراد آپ کے معاون، رفیق کار اور خادم بننے کو سعادت سمجھنے لگے ایسے افراد کی بہت بڑی تعداد ہے جو دامے درمے سخنے قدمے آپ کی معاون رہی لیکن ذیل میں چند شخصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حاجی حافظ محمد نصراللہ خان صاحب مرحوم خاکوانی

آپ خاکوانی برادری سے تعلق رکھتے تھے ان کے آبا ؤ اجداد افغانستان سے ہجرت کرکے ملتان قیام پذیر ہوئے تھے اس برادری کی اکثریت زمیندارہ پیشے سے متعلق ہے اور ضلع بہاول نگر میں ان کے وسیع رقبے ہیں مدرسہ جامع العلوم بہاول نگر کے بانی حضرات میں یہ لوگ شمار ہوتے ہیں چنانچہ اس ادارے کے بانیوں میں حافظ عبدالشکور خان صاحب خاکونی، حاجی امان اللہ خان صاحب خاکوانی کا نام گرامی ملتا ہے۔ حضرت والد صاحبؒ کے شروع ہی سے اس برادری سے مراسم پیدا ہوگئے تھے اور یہ حضرات حضرت والد صاحبؒ کو اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے۔

حافظ نصراللہ خان صاحب خاکوانی حضرت والد صاحبؒ کے گہرے دوست

اور جامع العلوم کی شوریٰ کے صدر تھے اور ادارے کی بہبود و ترقی کیلئے فکر مند رہتے تھے جب بھی کوئی فتنہ داخلی یا خارجی اٹھا تو انہوں نے بڑی جرأت، ہمت اور بڑی دانشمندی سے حل کیا۔ پوری زندگی اس دین کے گلشن کی حفاظت کرتے ہوئے گزاری ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حاجی حافظ محمد خان صاحب خاکوانی کو شوریٰ کا صدر نامزد کر دیا گیا جو تا حال اس منصب پر فائز ہیں۔

حافظ نصر اللہ خان صاحب کے علاوہ حاجی عبدالخالق خان صاحب خاکوانی مرحوم، حاجی عبدالرزاق صاحب خاکوانی مرحوم اور حاجی عبدالمالک خان صاحب خاکوانی مرحوم بھی تا حیات شوریٰ کے ممبر اور مدرسہ کے معاون رہے۔

(۲) حافظ محمد حنیف صاحب مرحوم (بانسوں والے)

ان کا تعلق بساتی برادری سے تھا جو ابھور ریاست سے ہجرت کر کے بہاول نگر آئے تھے اگرچہ اس برادری کی اکثریت حضرت والد صاحبؒ اور جامع العلوم کی معاون اور خادم رہی لیکن ان میں بانسوں والا خاندان اس خدمت اور تعاون میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس خاندان کا روحانی تعلق حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ مدنی سے تھا جب حضرت میرٹھی بہاول نگر میں تشریف فرما تھے یہ حضرات ان کی خدمت گزاروں میں سے تھے حضرت میرٹھیؒ کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت والد صاحبؒ اور جامع العلوم کی خدمت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا تھا یہ خاندان بانس سوتلی کے کاروبار کی وجہ سے بانسوں والا کہلاتا ہے۔

حافظ محمد حنیف صاحبؒ اس خاندان کے بڑے تھے اور حضرت والد صاحبؒ کے بڑے گہرے دوست تھے اور سفر حضر کے رفیق، معاون کار، خوشی اور غم کے ساتھی اور حضرت والد صاحبؒ کے دائیں بازو تھے۔ اپنی ساری دنیاوی اور کاروباری مصروفیات چھوڑ کر ہمہ وقت حضرت والد صاحبؒ اور جامع العلوم کی خدمت

کیلئے وقف تھے اس خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے اور اکثر لنگی استعمال کرتے تھے حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں وفات پائی ان کی وفات پر حضرت والد صاحبؒ کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا کہ آج میرا دایاں بازو چلا گیا۔

حافظ صاحب کے علاوہ ان کے دیگر بھائی حاجی محمد صدیق مرحوم، حاجی محمد عاشق صاحب مرحوم، حاجی محمد فاضل صاحب مرحوم، محمد صادق صاحب مرحوم بھی مدرسہ کی شوریٰ کے ممبر اور معاون رہے۔

ان کے بعد ان کے سب سے چھوٹے بھائی حاجی منشاء صاحب جو بقید حیات ہیں جامع العلوم کے خیر خواہوں میں شمار ہوتے ہیں۔

(۳) حاجی محمد حنیف صاحب مرحوم مدینہ مارکیٹ والے

ان کا تعلق بھی بساتی برادری سے تھا شہر کے معززین اور سرکردہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے دینی تحریکات میں ان کا کردار بڑا نمایاں ہے حضرت والد صاحبؒ سے بڑا دوستانہ تھا اور جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر تھے نہایت معاملہ فہم اور پنچایت کے آدمی تھے حضرت والد صاحبؒ جب بھی کسی معاملہ میں طلب فرماتے تو باوجود لمبی چوڑی مصروفیات کے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً حاضر خدمت ہو جاتے اور جو کام ذمہ لگتا نہایت اخلاص اور ذمہ داری سے اس کو نبھاتے۔

والد صاحبؒ کی رحلت کے بعد راقم الحروف کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت رہی ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے حاجی محمد رفیق صاحب مرحوم بھی مدرسہ کے ممبر اور خزانچی رہے۔

(۴) حضرت مولانا غلام احمد خان مظاہریؒ

حضرت مولانا موصوف پٹھانوں کے ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت نانا جان قاری ابوالحسن سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے داماد اور حضرت

والد صاحبؒ کے ہم زلف تھے اور حضرت والد صاحبؒ کی شادی میں انہی کا ہاتھ تھا محمد پور سنساراں تحصیل منچن آباد ضلع بہاول نگر کے رہائشی تھے قرآن مجید کی تعلیم منچن آباد نانا جان سے حاصل کی اور دینی علوم کی تکمیل کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور (انڈیا) تشریف لے گئے۔ ۱۳۴۳ء میں فراغت حاصل کی تعلیم کے دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا کاندھلویؒ ،مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پوریؒ اور مولانا اسعد اللہ مظاہریؒ اور دیگر سے شرف تلمذ حاصل کیا اور مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوریؒ سے تو بڑا خاص تعلق تھا اور اکثر ان کے لئے دیسی گھی گھر سے لے جایا کرتے تھے اور حضرت بھی اکثر ان کے کمرے میں ناشتہ کرتے تھے فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں ہی ناظم کتب خانہ مقرر ہو گئے تقریباً اٹھارہ سال تک یہ خدمت انجام دی۔

راقم الحروف جب جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی پڑھتا تھا تو ایک مرتبہ استاد گرامی شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسنؒ نے احقر سے دریافت کیا کہ تم مولانا غلام احمد خان کو جانتے ہو میں نے عرض کیا کہ وہ تو میرے خالو لگتے ہیں تو حضرت نے فرمایا جب میں مشکوٰۃ شریف پڑھنے کیلئے مظاہر العلوم سہارنپور داخل ہوا تو وہ کتب خانہ کے ناظم تھے اور سخت طبیعت کے مالک تھے مجھے میری باری کی جو کتابیں دیں وہ پرانی تھیں میں چونکہ ٹونک سے آیا تھا اور نواب ٹونک کی سفارش سے داخلہ ہوا تھا اور حضرت مہتمم صاحب نے بڑی عزت افزائی فرمائی تھی میں نے کہا یہ پرانی کتابیں ہیں مجھے نئی کتابیں دی جائیں! اس پر مولانا غلام محمد صاحبؒ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ پڑھنے آئے ہو یا نوابی کرنے آئے ہو جو کتابیں تمہارے حصہ میں آئیں ہیں وہی لینی ہو گی پھر بڑی مشکل سے مہتمم صاحب کی سفارش سے کتابیں تبدیل کر کے دیں۔

مولانا موصوف مظاہر العلوم سے مستعفی ہو کر بہاول نگر کالونی سکول میں بطور ''او۔ٹی'' ٹیچر مقرر ہو گئے اس دوران جامع مسجد کالونی ہائی سکول کی بنیاد رکھی اور اس

کی تعمیر مکمل کروا کر امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے ۔سکول سے ریٹائرڈ منٹ کے بعد اپنے آپ کو جامع العلوم کی خدمت کیلئے وقف کر دیا تاوفات مدرسہ میں ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھا دیتے اور مدرسہ کے سلسلے میں سندھ کے اسفار بھی کرتے راقم الحروف نے ناظرہ قرآن مجید آپ ہی سے پڑھا ہے ۔یکم جولائی ۱۹۸۲ء (۹ رمضان المبارک) بروز جمعرات شام ساڑھے پانچ بجے ہسپتال میں بچوں کا قرآن مجید سنتے ہوئے انتقال فرما گئے ۔حضرت والد صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت کے مطابق دین پور شریف کے قبرستان میں دفن کیا گیا تقریباً ۸۷ سال عمر پائی ۔

(۵) چوہدری امام دین صاحب مرحوم

یہ پنجابی برادری سے تعلق رکھتے تھے اور شہر کے ستون کہلاتے تھے جامع مسجد نادر شاہ بازار جہاں حضرت والد صاحبؒ خطبہ جمعہ اور درس قرآن دیتے تھے اسکا سارا انتظام وانصرام ان کے ہاتھ میں تھا۔حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ دینی خدمات میں بہت ممد اور معاون تھے ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے چوہدری مظفر حسین ایڈووکیٹ بھی جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر رہے ہیں ۔

(۶) راؤ حاجی محمد رفیع صاحب مرحوم

ان کا تعلق راجپوت برادری سے تھا اور یہ ضلع حصار تحصیل ھاسی کے گاؤں موٹھ سے ہجرت کر کے بہاول نگر آئے تھے اور غلہ منڈی بہاول نگر کے بڑے آڑھیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مرید تھے اس لئے ذاکر شاغل اور دینی معاملات میں نہایت مستحکم تھے حضرت والد صاحبؒ جب غلہ منڈی تشریف لے جاتے تو اکثر ان کے ہاں جاتے ۔جامع العلوم کی ترقی کیلئے بڑے اہم مشوروں سے نوازتے رہتے تاحیات جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر رہے ان کی رحلت کے بعد ان کے پوتے راؤ خالد صاحب جامع العلوم کے ممبر اور خزانچی ہیں ۔

(۷) حاجی علیم الدین صاحب مرحوم زمینداراہ ہوٹل والے

ان کا تعلق انصاری برادری سے تھا حضرت والد صاحبؒ کا تعارف ان لوگوں سے دارالعلوم دیوبند میں ہوا جب والد صاحبؒ وہاں زیرِ تعلیم تھے اس وقت حاجی علیم الدین کے والد اور خود علیم الدین صاحب مرحوم اور ان کے بھائی سلیم الدین مرحوم دارالعلوم دیوبند میں طباخ کی حیثیت سے کام کرتے تھے پھر یہ حضرات بہاول نگر آ کر مقیم ہوگئے اور زمیندارہ ہوٹل قائم کیا جو اس وقت بہت مشہور ہوٹل تھا جب حضرت والد صاحبؒ بہاول نگر تشریف لائے تو ان کا تعلق اور زیادہ گہرا اور مضبوط ہوگیا اور یہ لوگ حضرت والد صاحبؒ کی دینی خدمات میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوئے حاجی علیم الدین صاحب مرحوم جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر بھی تھے اور حضرت والد صاحبؒ کے دوست بھی۔ حضرت والد صاحبؒ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جامع مسجد نادرشاہ بازار میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو زمیندارہ ہوٹل پر تشریف لے جاتے حاجی صاحب چائے کا اہتمام فرماتے اور مختصر سی وہاں مجلس ہو جاتی جس کے بڑے عجیب وغریب اثرات مرتب ہوتے۔

(۸) جناب غلام حیدر مرحوم آڑھتی غلہ منڈی بہاول نگر

غلام حیدر صاحب کا تعلق خان برادری سے تھا حضرت والد صاحبؒ کے دوست اور بہت ہمدرد تھے حضرت والد صاحبؒ کی شادی پر ھدیۃً جو رقم جمع ہوئی تھی وہ لے کر کاروبار میں لگائی اور کئی سال بعد کافی رقم بنا کر دے دی جس سے حضرت والد صاحبؒ نے اسلام نگر (موچی پورہ) بہاول نگر میں بیس مرلے زمین خریدی جس پر والد صاحبؒ کو ایک دوسرے دوست ٹھیکیدار فیض احمد مرحوم نے اپنی طرف سے دو مکان تعمیر کئے اور انہیں کرائے پر چڑھا دیا اور ان کا کرایہ اس وقت تک وصول کرتے رہے جب تک ان کی رقم پوری نہیں ہوئی پھر حضرت والد صاحبؒ کے حوالہ

کر دیا جو بعد میں ہم لوگوں کی تعلیم وتربیت اور دیگر ضروریات کیلئے فروخت کر دیا۔

غلام حیدر صاحب کے پاس حضرت والد صاحبؒ جب بھی تشریف لے جاتے وہاں ایک چھوٹی سی مجلس ہو جاتی وہ حضرت والد صاحبؒ کا بہت اکرام فرماتے حضرت والد صاحبؒ کی زندگی ہی میں وفات پائی۔

(۹) حاجی محمد حنیف صاحب چوہان زرگر مرحوم

حاجی محمد حنیف صاحب چوہان برادری سے تعلق رکھتے تھے جو بہاولنگر میں زیادہ تر زرگری اور سنار پیشے سے تعلق رکھتے ہیں حاجی محمد حنیف صاحب حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ کے خادم تھے اور اسی تعلق کی بنا پر حضرت والد صاحب کے معاون کار اور ہمدردوں میں سے تھے اور تاحیات جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر رہے انکی زندگی کا زیادہ حصہ بمعہ اہلیہ کے مدینہ شریف میں گزرا ہے حضرت میرٹھیؒ کے انتقال کے بعد ان کی آل اولاد بھی جامع العلوم کی خدمت گزار رہی۔ حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد وفات پائی۔

(۱۰) حاجی امام دین صاحب قریشی مرحوم آڑھتی غلہ منڈی بہاولنگر

یہ قریشی برادری سے تعلق رکھتے تھے اور غلہ منڈی کے مشہور آڑھتی تھے ان کی اولاد اب بھی قریشی برادران کے نام سے مشہور ہے خاص طور پر حاجی عبدالمجید قریشی اور حاجی عبدالرحمٰن قریشی دینی، سیاسی، سماجی خدمات کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔

حضرت والد صاحبؒ جب غلہ منڈی تشریف لے جاتے تو حاجی امام دین کی دوکان پر بھی نشست ہوتی حاجی صاحب رمضان المبارک میں بڑی فکر کے ساتھ خود بھی تعاون کرتے اور غلہ منڈی میں خود چل کر ایک ایک دوست سے مدرسے کے لئے تعاون کراتے کافی عرصہ یہ سلسلہ چلتا رہا طویل عمر پائی۔

(۱۱) حاجی محمد یوسف صاحب چھیپا مرحوم

یہ چھیپا برادری سے تعلق رکھتے تھے اور جوانی ہی سے حضرت والد صاحب کے معتقد، محبّ اور معاون تھے مدرسہ جامع العلوم کی ترقی اور اس کے لئے فنڈ کی فراہمی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا اس سلسلہ میں ان کی فکر اور نقل وحرکت قابل دید تھی خاص طور پر عید قربان کے موقع پر وہ جس تگ ودو اور کوشش وکاوش کے ساتھ چرم قربانی جمع کرتے تھے اس کی نظیر ملنا مشکل ہے کوئی دوست عزیز دور یا قریب کا آدمی ایسا نہیں ہوگا جس تک وہ اس سلسلہ میں نہ پہنچے ہوں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ان سے بڑی خدمت لی اگرچہ لاولد تھے لیکن طلباء کی بہت بڑی تعداد ان کی روحانی اولاد ہے حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد راقم الحروف کے ساتھ بھی ان کی محبت تھی اور مدرسہ کی ترقی کے سلسلے میں اہم مشوروں سے نوازتے رہتے تھے چند سال پہلے انتقال فرمایا۔

(۱۲) حاجی علم الدین قریشی صاحب صدر آڑھتیان غلہ منڈی بہاول نگر

یہ بھی قریشی برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور غلہ منڈی بہاول نگر کے سربراہ لوگوں میں سے ہیں اور اکثر انجمن آڑھتیان کی صدارت کے عہدے پر فائز رہے ہیں جامع العلوم کی شوریٰ کے ممبر اور حضرت والد صاحبؒ کے رفقاء کار اور خاص احباب میں سے ہیں حضرت والد صاحبؒ خاص مشاورت کے لئے جن احباب کو طلب فرماتے تھے ان میں ایک حاجی صاحب بھی ہیں مدرسہ کے معاملات میں بڑا صاف اور مضبوط مؤقف اختیار کرتے تھے اب بھی راقم الحروف کے ساتھ محبت اور شفقت کا سلوک رکھتے ہیں اور بدستور شوریٰ کے ممبر ہیں۔

(۱۳) حاجی شیر محمد صاحب سابقہ لائبریرین بلدیہ بہاول نگر

یہ بھی والد صاحبؒ کے ان خدمت گزاروں میں سے ہیں جو جوانی میں آپ کی خدمت میں آئے اور حضرت والد صاحبؒ کی سرپرستی میں لوگوں کو رمضان

المبارک میں سحری کیلئے اٹھانے کے لیے سحری پارٹی بنائی جواب تک یہ خدمت انجام دے رہی ہے اس حوالے سے حاجی شیر محمد صاحب بہاول نگر کی بڑی مشہور اور معروف شخصیت ہیں رمضان المبارک، عید الفطر اور عید قربان کے موقعہ پر مدرسہ کے غریب الدیار طلباء کے لیے فنڈ جمع کرتے ہیں بڑی محنت کرتے ہیں اسی وجہ سے حضرت والد صاحبؒ کے بڑے منظور نظر تھے حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد خواب میں حضرت والد صاحبؒ نے انہیں حج کے مبارک سفر پر جانے کی بشارت دی تھی چونکہ حاجی صاحب میونسپل کمیٹی کے ملازم تھے تو اسی سال میونسپل کمیٹی کے ارباب وحل عقد نے ایک ملازم کو بذریعہ قرعہ اندازی حج پر بھیجنے کا فیصلہ کیا سینکڑوں ملازمین کی قرعہ اندازی ہوئی تو شیر محمد صاحب کا ہی نام نکلا اور اس طرح انہیں حج کی سعادت نصیب ہوئی اب بھی باوجود بڑھاپے کے مدرسہ کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔

(۱۴) راؤ عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار بہاول نگر

ان کی بھی حضرت والد صاحبؒ سے بڑی محبت اور عقیدت تھی ملازمت کے دوران جہاں بھی رہے وہاں احباب سے مدرسہ کیلئے از خود فنڈ جمع کرتے جب چھٹی پر بہاول نگر آتے تو حضرت والد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ رقم پہنچاتے اکثر ایسا ہوا جب مدرسہ میں فنڈ ختم ہو جاتا اور طلباء کیلئے دال گھی قرض لینا پڑتا تو راؤ صاحب آجاتے اور اس طرح قرض سے خلاصی ہو جاتی اور حضرت والد صاحبؒ سے بہت دعائیں پاتے اب بھی جامع العلوم سے بڑی محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اور باوجود پیرانہ سالی کے مدرسہ کی خیر خیریت دریافت کرنے کیلئے مدرسہ میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔

(۱۵) حاجی فریدالدین الوجیہ مرحوم پائینیز آرمز کراچی

حاجی فریدالدین مرحوم کے والد گرامی حاجی وجیہ الدین صاحب اور ان کی ساری آل اولاد حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ کے متوسلین خدام اور عشاق میں

سے ہیں اور حضرت میرٹھی کی نسبت کی وجہ سے حضرت کے والد کے ساتھ خصوصی تعلق اور محبت تھی اور اسی نسبت کی وجہ سے جامع العلوم کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے حاجی فریدالدین صاحب کی رحلت کے بعد بھی ان کی آل اولاد اس روش کو قائم رکھے ہوئے ہے اس تعلق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مدرسہ چند جھونپڑیوں پر مشتمل تھا تو غالبًا حاجی وجیہ الدین صاحب مرحوم نے حضرت میرٹھی کے حکم پر کراچی سے بہاول نگر کا دشوار گذار سفر کیا اور دس کمرے بمعہ برآمدہ کے تعمیر کروائے اور ان کے بعد حاجی فریدالدین صاحب مرحوم بھی کئی مرتبہ بہاول نگر تشریف لائے اور حضرت والد صاحب بھی ان کے بچے اور بچیوں کی شادی پر کراچی تشریف لے گئے۔راقم الحروف کی بھی کئی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی ہے حاجی فریدالدین صاحب مرحوم دینی خدمات خاص طور پر خدمت حجاج کی نسبت سے کراچی کی معروف شخصیات میں سے ہیں۔

دیگر حضرات

اگرچہ والد صاحبؒ کے رفقاء کار کی تعداد اچھی خاصی ہے اختصار کے طور پر چند شخصیات کا تذکرہ کر دیا گیا ان کے علاوہ بھی شیخ عبدالمالک صاحب، نظام الدین صاحب عرف گلو، جناب غلام حسین لوہار، منشی راؤ عبدالوحید صاحب (مرحوم)، منشی نسیم احمد (مرحوم) سابق محاسب مدرسہ، حاجی عبدالستار صدیقی صاحب (مرحوم)، حاجی قمرالدین (مرحوم) کے۔ٹو سگریٹ والے، حاجی جمال دین زرگر (مرحوم)، حاجی شجاع الدین مرحوم (لوہار)، حاجی شیخ حیات محمد مرحوم، ڈپٹی شاہ نواز مرحوم، حاجی محمد اقبال گرداور (مرحوم) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو ہماری طرف سے اور پوری امت کی طرف سے اعلیٰ ترین جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں اور اس ادارے اور اس کے فضلاء کو والدین، اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کے لئے اور جملہ انصار مالیہ، بدنیہ اور دعائیہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے اور قبول فرمائے آمین یارب العالمین

حضرت والد صاحبؒ
کی
وفات حسرت آیات
پر چند منتخب تعزیتی خطوط

تعزیتی خطوط

حضرت والد صاحبؒ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور سینکڑوں افراد کافی عرصہ تک تعزیت کے لیے تشریف لاتے رہے اور بہت سے بزرگوں اور دوستوں نے ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے تعزیت کی ان میں سے بعض بزرگان دین اور احباب کے خطوط حوالہ قرطاس کیے جاتے ہیں۔

(۱)استاذالحدیث حضرت مولانا بدیع الزمان صاحبؒ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر عزیز مولانا جلیل صاحب وفقکم اللہ لما یحب و یرضیٰ

سلام مسنون

آپ کا مکتوب موصول ہوا اس سے قبل عزیز مولانا محمد رفیق صاحب کے خط سے حادثہ نابغہ کی اطلاع مل چکی ہے ان للہ وانا الیہ راجعون۔ موت تو امر خداوندی ہے کسی تنفس کو اس سے انکار نہیں لیکن اموات میں درجات اور اس کے ثمرات و برکات کے لحاظ سے بڑا تفاوت ہے ایک وہ میت ہے جس پر افراد خانہ یا اس شہر کے مکین حزن وملال سے آنسو بہاتے ہیں اور یہ کیفیت چند دنوں کے بعد ختم ہو جاتی ہے لیکن دوسری طرف وہ نابغہ روزگار شخصیت ہوتی ہے جس کے ارتحال پر پورا ملک حزین ہوتا ہے اور جس کی مفارقت سے پورا ملک سکتہ میں آجاتا ہے آپ کے والد ماجد غفر اللہ فی بحبوۃ جنانہ و رضوانہ کا شمار بھی ایسی ہی ہستیوں میں تھا ”موت العالِم موت العالَم “ کا بجا طور پر مصداق تھے جنھوں نے ساری زندگی دین کی خدمت میں گزار دی اس پر فتن دور میں ایسے علماء ربانیین وصلحاء عاملین کا انتقال امت مسلمہ کے لیے عظیم سانحہ ہے بندہ مومن کے لیے بجز تسلیم ورضا کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں ابدی سکون نصیب فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر آنے والی نسلوں کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور جملہ پسماندگان بالخصوص آپ بھائیوں کو صبر جمیل کی توفیق فرما کر ان کے علمی چمنستان کی آبیاری اور امت مسلمہ تک اس کے ثمرات طیبات پہنچانے کی توفیق فرمائے۔

بندہ اپنی علالت کی وجہ سے نہ سفر کے قابل نہ تحریر پر قدرت مجبوراً چند سطور بڑی مشکل سے تحریر کیں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

"پھول وہ توڑا گیا جس پر چمن کو ناز تھا"

برادران مولانا محمد منیر صاحب تک سلام پہنچا دیں۔

والسلام

محمد بدیع الزمان کراچی

18/01/92

(۲) مولانا مفتی عبدالباقی صاحبؒ لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران عزیزان سراج احمد و دیگر برادران سلمھم الرحمن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مجھے کل ہی مولانا عبدالقیوم صاحب کا کراچی سے خط موصول ہوا اس میں یہ جان گداز خبر درج تھی کہ مولانا نیاز محمدؒ کا انتقال ہو چکا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون عزیزان گرامی کیا بتاؤں کیسے بتاؤں کہ مجھ پر کیسی کیفیت طاری ہوگئی دماغ ماؤف ہوگیا لرزہ براندام ہوگیا طبیعت نڈھال ہوگئی ایک سکتہ کا عالم طاری ہوگیا یہ نہ پوچھیے کہ یہ کیسے طاری ہوگیا طبیعت کے سامنے حالات نے ایک عجیب انگڑائی لی میں دم بخود ہوگیا کچھ وقفہ کے بعد طبیعت کو جھنجھوڑا حالات نے کروٹ لی اچانک پچھلے حالات پر نظر دوڑائی کیا دیکھتا ہوں کہ تقسیم ہند سے پہلے میرا داخلہ بہاول نگر مدرسہ جامع العلوم میں ہوگیا قطبی کا سبق مولانا نیاز محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوگیا سال گزر گیا آئندہ سال پھر مدرسہ جامع العلوم میں داخلہ لے لیا آخر ملک بٹ گیا اور پھر پورے تین سال مدرسہ میں گزارے پھر ٹنڈو الہ یار جا کر دورہ حدیث پڑھا پھر

بہاول نگر آیا پھر مولانا مرحوم نے سبق پڑھانے کے لیے حوالے کیے قریباً سترہ سال سبق پڑھائے آخر استعفیٰ دیا پھر کراچی ہو کر سعودی عرب مولانا بنوریؒ کے ساتھ چلا گیا رمضان المبارک گزار کر پھر لندن چلا گیا اب لندن میں مقیم ہوں یہ سارے حالات ذہن میں کروٹیں لےلیکر پھر رہے ہیں۔

مولانا مرحوم کے پاس آتا جاتا رہتا تھا میں جب بھی پاکستان آیا تو مولانا کی خدمت میں حاضری ضرور دیتا تھا یہ بھی عجیب بات ہے کہ مولانا جب "ختن" سے چلے تو انتہائی مشکلات سے دارالعلوم دیو بند پہنچے داخلہ تو ہو گیا لیکن زبان سے واقف نہیں تھے سبق پڑھ کر پھر حجرہ میں بیٹھ گئے اسی طرح اسباق پڑھے پھر بہاول نگر کے مہتمم وہاں گئے اور مولانا کو لے آئے میرا جب داخلہ بہاول نگر ہوا تو قطبی مولانا مرحوم کے پاس تھی پھر تو اکثر اسباق مولانا کے پاس رہتے تھے جب ملک تقسیم ہوا تو حالات بڑے خراب تھے آخر مولاناؒ نے مدرسہ کے تمام حالات سنبھال لیے مدرسہ چلاتے رہے اور پڑھاتے بھی تھے کبھی کبھی اپنے وطن ختن کا تذکرہ کرتے رہتے تھے اور اسی دوران مولانا کی شادی ہوئی صاحب اولاد ہوئے پھر حج پر اپنی اہلیہ سمیت تشریف لے گئے۔ اپنی اولاد میں سے ایک کو مہتمم نامزد کیا پھر آخر کار دنیا فانی کو خیر آباد کہہ کر آخرت کی طرف جاوداں ہوئے پیر کے روز علی الصبح روپوش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے اہل و عیال کو صبر جمیل سے مالا مال فرمائے مولانا مرحوم کی اولاد کو چاہیے کہ مرحوم کو دعا خیر میں یاد رکھا کریں اس لیے کہ ان کے رشتہ دار تو پاکستان میں نہیں ہیں صرف اولاد ہے اللہ اولاد کو اتفاق میں رکھے اتفاق میں برکت ہے مولانا کا مجھ پر بہت احسان ہے میں مولانا کیلئے قرآن مجید کا ختم کرتا رہونگا۔ انشاءاللہ

فقط والسلام مع الاحترام — عبدالباقی عفی عنہ لندن یو۔ کے

17/01/92

(۳) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کراچی

۷۸۶

محترمی ومکرمی جناب مولانا جلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ملا حضرت مولانا نیاز محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے حادثہ کی اطلاع سے بڑا صدمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میری طرف سے جملہ پسماندگان کی خدمت میں پیغام تعزیت پہنچادیں

ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ و خلفاً من کل فائتٍ

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مقامات قرب میں درجات عالیہ سے نوازے۔ آمین انشاءاللہ ایصال ثواب کا اہتمام کیا جائے گا۔

والسلام

(حضرت مولانا) محمد تقی عثمانی (مدظلھم)

۱۸ شعبان ۱۴۱۲ھ

(۴) حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ

محترم جناب حضرت مولانا جلیل احمد صاحب

سلام مسنون

آنجناب کے عظیم والد مکرم کی وفات پر راقم اور پوری جماعت تعزیت گزار ہے جونہی وقت ملا تعزیت کیلئے حاضری دونگا۔

والسلام

ضیاء الرحمٰن فاروقی

01/02/92

(۵) حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مکرمی و محترم المقام عالی جناب حضرت مولانا جلیل احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بالخیر ہوں گے سفر سے واپسی پر حضرت العلامہ مولانا نیاز محمد ختنیؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے حد درجہ رنج وقلق ہوا مرحوم جید عالم، اسلام کے سپاہی، ہمارے محسن اور شفیق اور بے حد مہربان اور سرپرست تھے مرحوم کیلئے دارالعلوم میں ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کا اہتمام کیا گیا اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازے اور بلند درجات عطا فرمائے۔

میری طرف سے خاندان کے تمام افراد سے فرداً فرداً تعزیت عرض ہے۔

والسلام

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

01/02/92

(٦) مولانا محمد رفیق الحق عباسی مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر

باسم حق تعالیٰ سبحانہ

بگرامی جناب صاحبزادہ صاحب امانت سلف و یادگار خلودو الحمدوالکرم حضرت مولانا جلیل احمد صاحب زیدمجدھم مہتمم دارالعلوم عیدگاہ بہاول نگر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سلامت و باکرامت رہیں آپ نے ہمارے مخدومنا ومحسنا وآقانا کی

رحلت وفات کی خبر دی کہ ایسی شخصیت خداد جامع الصفات وکمالات و اخلاق و خوبیہا کے متعلق یہی کہا جاسکتا ہے کہ

الرجل الذی لن انساہ ۔ ولیس علی اللہ بمستنکرٍ ان
یجمع العالم فی واحدٍ ۔انی لارجو ان یکون فقید
کم فی جنۃ تزھو بھا الازھار متمتعاً بالحور فی
بحبوحتہٖ دارت بہٖ فی حفلۃ الا خیار و لِآلہ
المجد المئوثل فی الوریٰ ولعلہ اعظام والاکبار ۔
لا قی الالہ مع الرجاء مؤملاً و لقاء الالہ مع الرجاء
جوار ۔

حضرت کی جدائی سانحہ عظیم ہزار ہا پہاڑ صدموں کا بوجھ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ آپ جنابہ مائی صاحبہ کو اور محترم بھائی سراج احمد صاحب کو سب چھوٹے بڑے بہن و بھائی وعزیزوں کو یہ صدمہ سہارنے کی توفیق دیں صبر جمیل اور اجر عظیم دیں آپ نے خود حدیث پاک اور قرآن عظیم سے تعزیت اور صبر جمیل کا بہترین ثبوت اور طریقہ مسنون پیش کیا ہے کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ ہی نہیں ۔حضرت اقدس سمندر بے کنار کے جیسی زندگی ،اخلاق ،کردار،علم ،شفقت، ہمدردی ،خدمت خلق قابل رشک چیزیں گزریں ہیں اسی طرح ان کا خاتمہ مبارک وحسن خاتمہ وحسن کام وکلام لب قابل رشک وغبطہ ہے ۔اور حضرت کس قدر خوش نصیب رہے اور ہیں کہ آپ جیسا نعم البدل چھوڑ گئے اور قوم اور علاقہ کو دینی عظیم درسگاہ سمندر ہدایت دے گئے ۔اللہ تعالیٰ اس کو جاری وساری اور ترقی یافتہ رکھیں اور آپ حضرات کی خصوصی حفاظت اور مدد فرمائے ۔

الحمد للہ آپ نے اطلاع اور تعزیت اور یاد تازہ کرنے کا بہت اچھا طریقہ

اختیار فرمایا میری طرف سے اپنی جنابہ والدہ ماجدہ کو سلام و تعزیت فرمادیں ہمارے ہاں امتحانات شروع ہیں بعد فراغت حاضری کی سعادت امید ہے حاصل ہوگی۔

والسلام
محمد رفیق الحق عباسی
25/01/92

(۷) مولانا محمد قاسم قاسمی صاحب مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

عزیز القدر مولانا جلیل احمد اخون صاحب زید مجدہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

گزارش ہے کہ آنجناب کے والد ماجد محدث عصر فقیہ الدہر حضرت اقدس مولانا نیاز محمد صاحبؒ کی وفات حسرت آیات اور انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر دل پر ایک برق سی گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آفاق قلب پر غم و حزن کی گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں طبیعت پر اضمحلال اور پژمردگی طاری ہوگئی اور زبان پر بے اختیار موت العالم اور موت العالَم کا فقرہ مشہودہ جاری ہوا مولانا ایک جید عالم، ایک کامیاب مدرس اور ایک بہترین منتظم تھے علم و فضل، ذہانت و فطانت زیرکی دانائی و دوراندیشی و زرف نگاہی میں بے مثال تھے۔

مولانا جہاں ایک فلسفی اور معقولی تھے وہاں ایک وسیع النظر محدث اور بے نظیر مفسر بھی تھے حاوی الاصول والفروع اور جامع المعقول والمنقول تھے۔ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ اور حذاقت کاملہ رکھتے تھے۔ زبان صاف نہ ہونے کے باوجود تقریر اس انداز سے فرماتے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی شرح صدر محسوس کرتا مشکل سے مشکل مقام کو اس طرح سے بیان فرماتے کہ مسئلے کے تمام پہلو بالکل واضح اجاگر اور بے نقاب ہوجاتے اس دور قحط الرجال میں مولانا کا وجود مسعود مُغتنمات سے

تھا مولانا کا اس دنیائے فانی سے ارتحال وانتقال ایک عظیم المیہ، ایک دلدوز سانحہ اور ایک جانگداز حادثہ ہے۔

مولانا کی وفات سے علمی اور دینی حلقوں میں ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا ہے ایک ایسا خلا جس کا پر ہونا بظاہر ناممکن ہے مولانا یادگار اسلاف تھے علم وفضل کا کوہ ہمالیہ تھے تقویٰ وتدین کا پیکر تھے فروتنی وخاکساری اور حلم وبردباری میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے احقر پر بڑی شفقت فرمایا کرتے بڑی محبت سے ملا کرتے بڑی بشاشت سے متوجہ ہوتے اور بڑی خندہ پیشانی سے پذیرائی فرمایا کرتے تھے۔

غرضیکہ مرحوم گوناگوں اوصاف اور بوقلموں کمالات کے مالک تھے۔ مولانا اس لحاظ سے بھی بڑے خوش بخت تھے کہ آپ جیسی نیک صالح اور قابل اولاد چھوڑ گئے جوان کی جانشینی اور نیابت کا حق ادا کرسکتی ہے دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو مولانا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ان کے لگائے ہوئے باغ کی آبیاری اور ان کے کام کو آگے بڑھانے کی ہمت وقوت عطا فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اعلیٰ علیین میں مقام رفیع و وقیع پر فائز فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

قاسم قاسمی مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیروالی

22/01/92

(۸) مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب صدر صیانۃ المسلمین پاکستان

مکرمی محترمی جناب مولانا جلیل احمد صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے کہ آنجناب بخیر ہوں دو تین دن ہوئے جناب کا گرامی نامہ

موصول ہوا جس میں جناب نے اپنے والد محترم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع دی جناب کے والد محترم کی وفات حسرت آیات سے بے حد رنج وقلق ہوا دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جناب کے والد محترم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ دنیا میں ہر شے کا نعم البدل مل سکتا ہے مگر والدین ایسی شے ہیں کہ دنیا میں ان کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا خصوصاً جب والد محترم عالم، فاضل، متقی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہو ایسی ہی شخصیت کے بارے میں کہا گیا ہے **موت العالِم موت العالَم۔**

علاقہ کے لوگوں پر آپ کے والد محترم کا عظیم سایہ تھا جس سے اب وہ محروم ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

احقر آپ حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے احقر دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جناب کے والد محترم کے لگائے ہوئے پودے مدرسہ جامع العلوم کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے اور اس کو دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور آپ کو ان کا جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین

آنجناب کا مرسلہ مضمون جس پر حضرت مولانا کے مختصر حالات ہیں انشاء اللہ الصیانۃ میں شائع کردیا جائے گا۔ مکرمی صوفی محمد اقبال قریشی صاحب زید مجدھم نے بھی آپ کے والد محترم کی وفات کی اطلاع دی ہے

دعا گو و دعا جو

وکیل احمد شیروانی

02/01/92

(۹) حاجی محمد منصور الزمان صاحب صدر صدیقی ٹرسٹ کراچی

بخدمت جناب مولوی جلیل احمد اخون صاحب مہتمم مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاول نگر

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے ۱۲ جنوری کے اطلاع نامہ سے حضرت مولانا نیاز محمد صاحبؒ کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

احقر کو حضرت والا سے نیاز حاصل تھا اور گونہ تعلق خاطر کا قوی احساس ہر دم تھا اللہ کریم ان کے تعلق و محبت سے خاتمہ بالخیر فرمائے۔ احقر تعزیت گو ہے دعاء مغفرت کرتا ہے تاثر شدید ہے مزید تحریر سے قاصر ہوں۔

والسلام

طالب دعا۔ محمد منصور الزمان

16/01/92

(۱۰) مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان و جنرل سیکرٹری وفاق المدارس پاکستان

برادر مکرم حضرت مولانا جلیل احمد صاحب زید مجدھم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا نیاز محمد صاحبؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر از حد صدمہ ہوا

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم آپ کے والد ماجد اور ہمارے شفیق و مہربان تھے جامع العلوم (بہاول نگر) میں حاضری کے وقت شفقت اور دعاؤں سے نوازتے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل اور حضرت مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں تمام متعلقین

کی خدمت میں سلام وتعزیت۔

والسلام محتاج دعا

حنیف جالندھری

۱۳-۷-۱۴۱۲ھ

(۱۱) قاری عبدالرشید صاحب مدظلہ حیدرآباد

باسمہ تعالیٰ

بخدمت جناب محترم اخی المکرّم مولانا عبدالجلیل صاحب اخون دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام وآداب مسنونہ اور طلب دعاء وخیریت کہ صورت احوال یہ ہے کہ کل آنجناب کا چھپا ہوا نوازش نامہ ملا جس سے حضرت قبلہ محترم والد صاحب کی وفات حسرت آیات کا علم ہوکر دلی صدمہ اور بے حد قلق ہوا۔ حضرت بے حد مشفق مہربان بزرگ تھے حضرت کی وفات سے مجھے تو ذاتی طور پر بھی دلی دھچکا سا محسوس ہوا گویا دعا کا ایک سایہ بان تھا ہم پر سایہ فگن تھا نا گہاں اچانک ہٹ گیا۔ اللہ پاک ان کے ساتھ بہترین معاملہ فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ہم تم سب عملہ اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور ہم سب کو صراط مستقیم پر گامزن رکھ کر دنیا وآخرت کی فوز وفلاح نصیب فرمائے۔ (آمین) آپ سے بھی دعاؤں کی التجاء ہے۔ اللہ پاک ان کے لگائے ہوئے باغ جامع العلوم کی ہر شر وفتنہ سے حفاظت فرمائے حسب سابق ترقی کی منازل دن دوگنی رات چارگنی ترقی نصیب فرمائے آمین

والسلام

عبدالرشید مفتاح العلوم حیدرآباد

16/01/92

(۱۲) مولانا عبدالمجید انور صاحب شیخ الحدیث جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال حال مقیم برطانیہ

باسمہ سبحانہ

مکرمی مولانا جلیل احمد صاحب

السلام علیکم

ابھی ابھی آنجناب کا مکتوب کرب واندوہ کی خبر لے کر پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ضرورت روشنی کی جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے حضرت والد صاحب کا سانحہ ارتحال صرف متعلقین نسبیہ کیلئے ہی نہیں بلکہ پورے مسلک حقہ کیلئے ایک عظیم صدمہ اور نا قابل تلافی نقصان ہے ۔اللہ والے تو ویسے بھی مرنے کیلئے جیتے ہیں اور اس روز خرم کی انتظار میں مست وشاداں رہتے ہیں نقصان تو ہم ضعفاء و پسماندگان کا ہے جو ان کی ظاہری برکات ودعوات سے محروم ہو گئے تاہم ان کی باطنی توجہات اور معنوی برکات اللہ پاک سے پوری امید ہے کہ ہم کمزوروں کا سہارا بنی رہے گی ۔اللہ تعالیٰ ان کے صدقہ جاریہ کو تا قیامت سدا بہار بنائے رکھے اور آپ کو اس کی آبیاری کی ذمہ داریاں نبھانے کی پوری پوری ہمت وتوفیق سے نوازیں مجھے افسوس ہے کہ بروقت اطلاع نہ ہوسکی ورنہ بہاول نگر اتنا دور نہ تھا اور آسانی سے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوسکتی تھے "فلی الیوم همان".

میری طرف سے حضرت والد صاحب کے پسماندگان کی خدمت میں بہت بہت سلام کے بعد صبر واجر کی دعا عرض ہے۔ عظم اللہ تعالیٰ اجر کم و تولیٰ أمر کم

والسلام

عبدالمجید عفی عنہ جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال

16/01/92ء

••

(۱۳) جناب لیاقت علی شاد مہار صاحب

بسم اللہ تعالیٰ و ھوا لسمیع العلیم

محترم و مکرم جناب مولانا جلیل احمد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

احوال آنکہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نیاز محمد صاحب کی وفات کا سن کر دلی طور پر از حد صدمہ ہوا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مولانا صاحبؒ ایک درویش صفت اور صابر انسان تھے انہوں نے اسلام کی جو خدمت کی ہے وہ رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ کسی بھی مسلمان بھائی کی تکلیف کو دیکھتے تو تڑپ اٹھتے اور اپنی بساط کے مطابق اس کی امداد کرتے دور دور سے لوگ ان سے دینی مسائل پوچھنے آتے اور تسلی بخش جواب پا کر واپس لوٹتے۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ مشکل ہی سے پورا ہوگا میری اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سب کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہم سب کا معین و ناصر ہو۔ آمین

فقط والسلام آپ کا مخلص

لیاقت علی شاد مہار

13/01/92

(۱۴) جناب ڈاکٹر محمد حنیف اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر وزارت تعلیم اسلام آباد

بسمہ سبحانہ

مکرمی و محترمی جناب جلیل احمد صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا مراسلہ محررہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو موصول ہوا پڑھ کر حالات سے آگاہی حاصل ہوئی یہ سن کر بڑا صدمہ ہوا کہ آپ کے والد محترم انتقال کر گئے اللہ پاک مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مجھے وہ وقت اچھی طرح یاد ہے جب میں غالباً ۱۹۸۵ء کی ایک صبح کو آپ کے ادارہ میں سروے آف دینی مدارس پاکستان کے سلسلے میں حاضر ہوا تھا اور آپ کے والد مرحوم سے ملاقات ہوئی تو ان کی علمی گفتگو سے میں بہت متاثر ہوا تھا ان کی موت حقیقت میں عالم کی موت ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جامعہ کو مزید ترقی کی راہ پر گامزن کرے۔ آمین میری طرف سے سلام قبول کیجئے۔

آپ کا مخلص

محمد حنیف اسسٹنٹ ایجوکیشنل ایڈوائزر وزارت تعلیم اسلام آباد

(۱۵) ممتاز احمد کیمسٹس ڈرگسٹس اینڈ کریانہ مرچنٹ شہداد پور ضلع سانگھڑ (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی جناب صاحبزادگان مولانا نیاز محمد صاحب مرحوم

السلام علیکم

تقریباً پانچ یا چھ ہفتے ہوئے نواب شاہ سے میرے اپنے عزیزوں سے یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے درجات بلند کرے۔ ایک عالم کا

وصال بہت ہی عظیم نقصان ہے اللہ تعالیٰ اس خلا کو پر فرمائے آپ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آپ ان کے ورثاء ہیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مرحوم کافی عرصہ پہلے مرحوم حاجی فخر الدین صاحب کے ہمراہ تشریف لائے ہم بھی متعدد بار بہاول نگر کی طرف آتے جاتے ضرور ملاقات کر کے جاتے اب بھی یہی ارادہ تھا کہ حاضری دیتے لیکن اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ اب انشاء اللہ جب بھی آنا ہوا ضرور ملاقات کرینگے۔ مولانا مرحوم آپ کے والد تھے لیکن ہمارے لیے بھی بہت ہی محترم تھے نہایت خلوص اور شفقت والے انسان تھے ان کی جدائی کا بہت ہی افسوس ہوا دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

والسلام

ممتاز احمد۔ محمد شفیع

22/02/92

(۱۶) فرقان احمد آفاق کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بگرامی قدر حضرت مولانا مولوی محمد جلیل احمد صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ الحمد للہ ہم یہاں بخیر و عافیت ہیں اور خداوند کریم سے طرفین کی خیریت کے لیے دعا گو ہیں۔ ہمیں کچھ دن قبل معلوم ہوا کہ مولانا یوسف لدھیانوی صاحب زید لطفھم آپ کے والد کی عیادت کو گئے ہیں پھر معلوم ہوا کہ آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ خبر جانکاہ سن کر نہایت صدمہ اور افسوس ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے سلف اکابرین سے ملا دے اور جنت الفردوس کو

مسکن بنادے اور جملہ لواحقین اور متعلقین اور تلامذہ کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔آمین
علما کرام کا دنیا سے جانا علم کے اٹھ جانے کی علامت ہے جو قیامت کی اہم نشانیوں میں ایک نشانی ہے۔آپ کے والد مرحوم اگر چہ انحاء عالم میں اتنی شہرت بسیطہ نہ رکھتے تھے مگر علوم وخزائن سے مالا مال تھے اور اکابرین دیوبند کا نمونہ تھے خصوصاً مولانا سید بدر عالم میرٹھی علیہ الرحمۃ کے علمی وارث تھے آپ کے والد بزگوار نے دین کی خدمت کے سلسلے میں جو جدوجہد کی مدرسہ کو پروان چڑھانے میں خون پسینہ ایک کیا وہ محنت اور جانفشانی آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ والد صاحب علیہ الرحمۃ کے بعد ان خدمات عالیہ کے سلسلہ کو برقرار رکھا جائے اس سلسلے میں آپ کو والد صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنا ہوگا بلاشبہ دنیا میں کوئی باقی نہ رہا نہ رہیگا دنیا نیابت وخلافت کے طرز پر چل رہی ہے۔اللہ تعالیٰ والد صاحب علیہ الرحمۃ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور ورثاء اور خصوصاً والدہ صاحبہ کو صبر جمیل عطاء فرما کر ان کا سایہ قائم دائم رکھے اور ان کی سعیات دینیہ کو قبول فرمائے۔آمین

فقط والسلام

فرقان احمد کراچی

22/01/92

(۱۷) شیخ الحدیث والتفسیر شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الزاهد سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ

الیٰ محترم المقام حضرت العلامہ مولانا جلیل احمد صاحب دامت مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اندوہ نامہ ملا جس میں حضرت مولانا نیاز محمد مرحوم کی وفات کا ذکر ہے

انا للہ وانا الیہ راجعون

"کل نفس ذائقہ الموت .ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی الخ"

محترم! یہ صدمہ صرف آپ کا ہی نہیں بلکہ اہل حق سب کا صدمہ ہے حضرت مرحوم نے جس انداز سے علم و دین کی خدمت کی ہے وہ اس زمانہ میں ان کا روشن کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی جنت الفردوس اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔(آمین ثم آمین)

محترم! دنیا کے کام تو چلتے رہتے ہیں مگر البرکۃ مع اکابرکم (مستدرک) کا نظارہ ہی کچھ اور ہوتا ہے حاضرین سے سلام مسنون عرض کریں اور نیک دعاؤں میں نہ بھولیں راقم بھی علیل رہتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ یہ عاصی وخاطی بھی دعا گو ہے۔

والسلام

ابوالزاہد محمد سرفراز

21/01/92

(۱۸) حاجی ولی اسماعیل پٹیل نن ایٹن برطانیہ

باسمہ تعالیٰ

محترم ومکرم مولانا جلیل صاحب! حفظکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۸ جنوری بروز ہفتہ ۱۹۹۲ء کو آپ کا تحریر کردہ خط موصول ہوا حضرت مولانا کی وفات کی خبر پڑھ کر بہت دکھ اور رنج ہوا۔مولوی ایوب اس وقت نن ایٹن گئے ہوئے تھے انہوں نے ہم سب گھر والوں کو اکٹھا کر کے خط سنایا حضرت مولانا جیسا حسن خاتمہ اللہ پاک ہم سب کو نصیب فرمائے۔آمین

••

ہم نے اپنے عزیز و اقارب اور جن حضرات کو حضرت مولانا سے غائبانہ تعارف تھا سب کو اطلاع کردی ہے اور ختم قرآن شریف کا بھی اہتمام کیا ہے۔ برخوردار مفتی ولی پٹیل صاحب نے تو طالبعلمی میں کئی مرتبہ زیارت کی اور ان کی شفقتوں سے مستفیض ہوئے۔ اللہ پاک سے ہم سب کی دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور اعلیٰ درجات سے مالا مال فرمائے اور ان کے علمی گلشن کو قیامت تک قائم دائم رکھے (آمین) آپ کی والدہ محترمہ اور سب بھائی بہنوں کو ہماری طرف سے صبر کی تلقین اور بہت بہت سلام۔

فقط والسلام

آپ کا دینی بھائی

ولی اسماعیل

24/01/92

(۱۹) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم حضرت مولانا جلیل احمد صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدی ومخدومی حضرت اقدس مولانا نیاز محمد مرحوم ومغفور کی اس دنیا فانی سے رحلت علمی دنیا کیلئے عظیم سانحہ وغم ہے یقیناً ان کا وجود مبارک اللہ کریم کی رحمتوں کے نزول کا سبب تھا ان کی رحلت فرمانے سے ہم اس سے محروم ہوگئے اللہ کریم آپ کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(۲۰)حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

باسمہ تعالیٰ وتقدس

مخدوم زادہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے دنوں فقیر لاہور، اسلام آباد کے پندرہ روزہ تبلیغی سفر پر تھا ملتان واپسی پر دفتر آکر معلوم ہوا کہ آنجناب کے والد گرامی مخدوم العلماء والصلحا یادگار اسلاف حضرت مولانا نیاز محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سانحہ پیش آ گیا ہے۔

حضرت مرحوم کی وفات علم وعمل کی وفات ہے ان کی وفات سے دینی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا ناممکن ہے ان کی وفات سے ملک بھر کے دینی حلقے یتیم ہو گئے۔ آنجناب کے خاندان کی طرح وہ بھی بجا طور پر سب تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آنجناب اور پورے خاندان کو بھی صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اس کے سارے خدام آنجناب کے اس صدمہ میں برابر کے شریک ہیں دعا گو بھی اور دعا جو بھی

والسلام

شریک غم طالب دعا آپ کا فقیر اللہ وسایا ملتان

22/01/92

علمی نکات و ملفوظات

حضرت مولانا مفتی نیاز محمد صاحب ختنی ترکستانیؒ

از قلم
شیخ الحدیث حضرت مولانا جلیل احمد اخون دامت برکاتہم
خلیفۃ مجاز بیعت
عارف باللہ حضرت اقدس حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

----

(۱) دعا اور ذکر اللہ

ارشاد فرمایا کہ دعا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے لیکن اس سے کبر پیدا ہونے کا احتمال نہیں جبکہ مجرد ذکر کی کثرت سے بسا اوقات نفس میں بڑائی اور کبر پیدا ہو جاتا ہے اس لیے میرا معمول زیادہ دعا کا ہے اس سے ذکر بھی ہو جاتا ہے اور عجز و انکساری بھی رہتی ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جب یہ بات شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو بتلائی گئی تو انہوں نے سرد آہ بھر کر فرمایا کہ یہ لوگ کس قدر باریک بین اور اپنے نفس پر نگران تھے۔

راقم عرض کرتا ہے اس لیے بزرگوں کے معمولات میں حزب اعظم اور مناجات مقبول پڑھنے کا معمول رہا ہے جس میں قرآن و سنت کی دعائیں جمع کی گئیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انسان کو پیش آنے والی ہر حالت کے لیے دعا تلقین فرمائی چنانچہ کھانے سے پہلے، کھانے کے بعد، پانی پینے سے پہلے، پینے کے بعد، سونے سے پہلے، سو کر اٹھنے کے بعد، بیت الخلاء جانے سے پہلے، بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد، صبح ہونے پر، شام ہونے پر، رات ہونے پر اور فرماتے ہیں کہ اگر ان دعاؤں کا اہتمام کیا جائے تو انسان ہر وقت ذکر کرنے والوں میں شمار ہوتا ہے اور حدیث شریف میں آپ ﷺ کے بارے میں آتا ہے

﴿کان یذکر اللہ فی کل احیانہ﴾

کہ آپ ﷺ ہر وقت ذکر فرمایا کرتے تھے تو اس سنت کی اتباع ہو جاتی ہے۔

(۲) حدیث الطّواف بالبیت صلوۃ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح

کا ہے اس لیے طواف کے لیے طہارت کی شرط لگائی گئی ہے جس طرح نماز کے لیے شرط ہے لیکن اس سے ایک اور بات بھی سمجھ میں آتی ہے جس طرح ایک نمازی کے سامنے دوسرا نمازی نماز پڑھ سکتا ہے اس طرح طواف کرنے والا نمازی کے سامنے سے گزر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی بمنزلہ نماز کے ہے اور اس گزرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

(۳) انسان کی سعادت اور شقاوت

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں چار قسم کی مخلوقات ہیں۔

جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان۔

سب سے کم درجہ کی مخلوق جمادات اور نباتات ہے اور اس کے اوپر حیوانات ہے اور اسکے اوپر انسان ہے۔

فطرت وعقل کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر ادنیٰ اپنے آپ کو اعلیٰ پر قربان کرے اور یہ سعادت ہے اور اگر اعلیٰ ادنیٰ پر قربان ہو تو یہ شقاوت ہے چنانچہ زمین اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نباتات پر خرچ کرتی ہے اور اعلیٰ شے کے ساتھ متصف ہو جاتی ہے۔

اس طرح نباتات اپنی قوتوں کو حیوانات پر خرچ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ متصف ہو جاتے ہیں اور حیوانات اپنی قوتوں کو انسان پر خرچ کرتے ہیں اور اس کا حصہ بن جاتے ہیں تو ان سب کے لیے سعادت ہے اب اگر انسان اپنی قوتوں کو اپنے سے برتر ذات اللہ تعالیٰ پر خرچ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو جائے تو یہ انسان کے لیے سعادت ہے لیکن اگر انسان اپنی قوتوں کو انسانوں پر خرچ کرے اور انسان انسان کا پجاری بن جائے تو یہ انسان حیوانات کے درجے میں آ گیا اور اگر انسان اپنی قوتیں حیوانات پر خرچ کرے اور اس کا پجاری ہو جائے جس طرح ہندو گائے، بندر وغیرہ کے پجاری ہیں تو یہ انسان نباتات کے درجے میں آ گیا۔

اور اگر انسان نباتات کو معبود بنائے اور ان کی پوجا کرے جس طرح بعض

قومیں بعض مخصوص درختوں کی پوجا کرتی ہیں تو یہ انسان جمادات کے درجے میں آ گیا اور اگر انسان اپنی صلاحیتیں جمادات پر صرف کردے اور ان کو معبود بنالے جیسا کہ بتوں کو پوجنے والے تو یہ انسان سب سے نیچے چلا جاتا ہے اور اس کو اسفل السافلین کہا جاتا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ عادیات میں مجاہدین کے گھوڑوں کی پانچ صفات بیان کر کے قسم کھائی ہے کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑنے والے ہیں آواز نکال کر اور آگ لگانے والے چقماق کر کے اور غارت ڈالنے والے ہیں صبح کو پھر گرد اڑانے والے ہیں پھر دشمن کے درمیان کھڑے ہونے والے ہیں یعنی مبارزت طلب کرنے والے۔

پھر آگے جا کر فرمایا کہ یہ انسان خدا کا بہت ناشکرا ہے اور وہ اس پر گواہ بھی ہے یعنی جانور تو اپنی تمام قوتوں کو مالک مجازی پر خرچ کرتا ہے اور بالکل اخلاص سے کام لیتا ہے اور اپنی قوتوں کو بچا کر نہیں رکھتا لیکن یہ انسان ہے کہ اپنے مالک حقیقی پر انہی صلاحیتوں اور قوتوں کو خرچ نہیں کرتا اس لیے اس کو ناشکرا قرار دیا۔

(۴) سعادت کی اقسام

ارشاد فرمایا کہ سعادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) سعادت روحانی (۲) سعادت جسمانی (۳) سعادت مالی

سعادت روحانی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو جانے اور ان پر عمل کرے اور نامرضیات کو جانے اور ان سے پرہیز کرے۔

سعادت جسمانی یہ ہے کہ انسان صحت منداور تندرست وتوانا ہو۔

سعادت مالی یہ ہے کہ بقدر حاجت مال ہو۔

سب سے بلند سعادت روحانی ہے اس کے بعد سعادت جسمانی اور اس کے بعد

سعادت مالی ہے۔

لہذا فطرت وعقل کا تقاضہ یہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہو چنانچہ انسان مال اپنی جان پر قربان کرتا ہے اگر بیمار ہو جائے تو ہزاروں روپے پانی کی طرح بہادیتا ہے جب میں دیوبند پڑھتا تھا تو اخبار میں خبر آئی کہ ایک نواب صاحب نے یہ اعلان کروایا ہے کہ جو شخص مجھ کو ایک چپاتی ہضم کرادے تو میں اس کو ایک لاکھ روپے انعام دوں گا تو سعادت مالی کو سعادت جسمانی پر قربان کیا جاتا ہے تو سعادت جسمانی کو بھی سعادت روحانی پر قربان ہونا چاہیے اور یہی حقیقی سعادت ہے۔

اگر کوئی اس لیے روزہ نہ رکھے کہ جسم کمزور ہوتا ہے یا اللہ کے راستے میں مجاہدہ اس لیے نہیں اٹھاتا کہ اس سے جسم پر اثر پڑتا ہے تو یہ اعلیٰ کو ادنیٰ پر قربان کرتا ہے اور یہ شقاوت ہے۔

اور اس طرح مال کو اپنے جسم پر خرچ نہ کرے تو یہ بھی شقاوت ہے تو سعادت کا نتیجہ سعادت ہے اور شقاوت کا نتیجہ شقاوت ہے۔ سعادت والے ہمیشہ کامیاب ہوئے اور شقاوت والے تباہ و برباد ہوئے۔

(۵) قوت نظریہ اور قوت عملیہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں نظریہ اور عملیہ اور یہ دو قوتیں انسان کے لیے اس طرح ہیں جس طرح پرندے کے لیے دو پر اگر پرندے کے دونوں پر موجود ہوں تو بلی اسے شکار نہیں کر سکتی لیکن اگر ایک پر ہو خواہ کتنا لمبا اور مضبوط ہو تو وہ پرندہ بلی کا شکار بننے سے نہیں بچ سکتا اس طرح انسانوں کی بلی شیطان ہے تو جس انسان کی یہ دو قوتیں مکمل نہ ہوں تو شیطان اس کو شکار کرتا ہے اور قوت نظری کی تکمیل ایمان سے ہوتی ہے اور قوت عملی کی تکمیل نیک اعمال سے ہوتی ہے اس لیے سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ نے واقعات زمانہ کو گواہ بنا کر اس بات پر قسم کھائی ہے کہ سب

انسان خسارے میں ہیں

"الا الذین آمنو و عملوا الصالحات"(سورۃ والعصر پارہ ۳۰)

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی انہوں نے قوت نظری کو مکمل کر لیا اور نیک اعمال کیے یعنی قوت عملی کو مکمل کر لیا بس وہ نفع میں ہیں چنانچہ ہر پیغمبرؑ کے زمانہ میں مومنین، مخلصین بچ گئے اور کفار عذاب کا شکار ہو گئے۔

(۶)ایمان کا معنی

ارشاد فرمایا کہ ایمان کا ماخذ امان ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنی تکذیب سے امان میں رکھے اور سلام کا ماخذ سلامتی ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اس کی تکذیب اور مخالفت سے سالم رکھے امان کا نتیجہ امان اور سلامتی کا نتیجہ سلامتی ہے یعنی جان کی امان، مال کی امان، عزت وآبرو کی امان، دنیا میں بھی امان اور آخرت میں بھی امان اور مر کر دارالامان اور دارالسلام یعنی جنت میں چلا جائیگا اس کے برخلاف جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو تکذیب اور مخالفت سے امان اور سلامتی میں نہ رکھا تو دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور مصائب کا شکار ہوں گے اور آخرت میں دارالمصائب یعنی جہنم ان کا ٹھکانہ ہو گا۔

(۷)قرآن مجید اور لیلۃ القدر

ایک مرتبہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کریم کی تقریب میں بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا سورۃ انا انزلنا میں اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا ذکر فرمایا ہے قدر کا ایک معنی ہے مرتبہ یعنی وہ رات جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت مرتبے اور قدر ومنزلت والی ہے اور قدر کا دوسرا معنی ہے اندازہ یعنی وہ رات جس میں ایک سال یعنی اگلی لیلۃ القدر تک عدم سے وجود میں آنے والی مخلوقات کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا اور یہ رات قرآن مجید کا

ظرف زمان بنی تو قرآن کی ظرفیت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہزار مہینے یعنی چوراسی سال چار ماہ کی عبادت سے بہتر قرار دیا ہے تو یہ رات قرآن مجید کے نزول کا راستہ تھی جب ظرف زمان کی یہ قیمت ہے تو خود قرآن مجید کی کیا قیمت ہوگی۔

(۸) حافظ قرآن اور لیلۃ القدر

ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر قرآن مجید کا ظرف زمان بنی اور اس قدر قیمتی بنی حالانکہ اس رات میں قرآن مجید کا انتقاش نہیں ہوا اور حافظ قرآن کا دل محل انتقاش ہے تو حافظ قرآن کا مرتبہ لیلۃ القدر سے زیادہ ہے۔ مثلاً کوئی بزرگ کسی راستے سے گزر جائے تو لوگ اس راستے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ وہ بزرگ اس راستے پر ٹھہرے نہیں صرف گزرنے کی بنا پر وہ راستہ دیگر راستوں سے افضل ہو گیا تو جس مکان میں جا کر وہ بزرگ ٹھہریں گے تو اس کی قدر و قیمت یقیناً اس راستے سے بڑھ کر ہوگی تو اس طرح حافظ کا دماغ لیلۃ القدر سے افضل ہے اور حافظ کا دماغ دوسرا لوح محفوظ ہے اس لیے کہ لوح محفوظ کو ابن قیم الجوزی نے بمنزلہ انسانی دماغ کے قرار دیا ہے کہ جس میں اشیاء غیر مرتبہ طریقہ پر موجود ہوتی ہیں اور لیکن زبان سے ترتیب وار نکلتی ہیں پھر حضرت ختنیؒ نے حفاظ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو اپنا مرتبہ پہچاننا چاہیے اور لغویات اور بے ہودہ چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور شریفانہ اخلاق و عادات اپنانا چاہیے۔

(۹) حضرت آدمؑ کا کائنات میں مقام

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کائنات عالم کو پیدا فرمایا یعنی زمین و آسمان عرش و کرسی اور جنت و دوزخ کی تخلیق کی تو عالم ملکوت میں ان کا اعلان نہیں فرمایا تو مطلب یہ ہوا کہ کائنات کہ اتنی اہمیت نہیں تھی کہ اس کا پہلے سے اعلان فرماتے لیکن جب حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہلے اعلان فرمایا کہا

"انی جاعل فی الارض خلیفه" (سورۃ بقرۃ آیت ۳۰)

کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے اور انکی اہمیت ساری کائنات میں سب سے زیادہ ہے۔

(۱۰) آدمؑ کی پیدائش پر سب فرشتوں کا اعتراض

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا تو فرشتوں نے باادب عرض کیا

"اتجعل فیها من یفسدفیها و یسفک الدما" (سورۃ بقرہ آیت ۳۰)

کیا آپ زمین میں اس کو خلیفہ بنائیں گے جو فساد پھیلائے گا اور خون ریزی کریگا جب کہ ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور حمد وتقدس بیان کرتے ہیں فرشتوں نے یہ بات اس بنیاد پر کہی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں۔ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ خواہ شہوت بطنی (پیٹ کی شہوت) ہو یا شہوت فرجی (شرمگاہ کی شہوت) ہو دونوں محل فساد ہیں اور قوت غضبیہ (یسفک الدما) خون ریزی کا محل ہے تو یہ زمین کو کیسے آباد کریگا بلکہ خون ریزی کریگا جبکہ ہم فرشتے ان دونوں قوتوں سے پاک ہیں لہذا ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو جواب

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے جواب میں فرمایا کہ میں وہ چیز جانتا ہوں جو تمہارے علم میں نہیں وہ کیا چیز تھی وہ یہی ''دو قوتیں'' قوت شہویہ اور قوت غضبیہ تھیں اور یہی زمین کی اصلاح کا ذریعہ ہیں لیکن کب؟ جب صحیح محل میں ہوں۔

(۱۲) قوت شہویہ کی اقسام اور تقاضے

ارشاد فرمایا کہ قوت شہویہ دو قسم پر ہے ایک قوت بطنی اور دوسری قوت فرجی

جیسا کہ پہلے گزرااور یہ دونوں شہوتیں اپنا تقاضہ پورا کرنا چاہتی ہیں خواہ محل حلال سے ہوخواہ حرام سے ہوتو اللہ تعالیٰ نے محل حلال اور محل حرام کی تفصیلات بتانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کیونکہ انبیاء علیہم السلام خود ان شہوتوں سے متصف تھےاوران کی رہنمائی کے لیے کتابیں نازل فرمائیں چنانچہ قرآن مجید میں شہوت بطنی کے محل حلال اور محل حرام کو بیان کرنے کے لیے ارشاد فرمایا

"و احل اللہ البیع و حرام الربوا"(سورۃ بقرہ آیت ۲۷۵)

کہ اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے یعنی اگر ایک شخص کسی کو ایک ہزار قرض پر دے اور ایک ماہ بعد اس قرض کے ساتھ پانچ روپے اضافے کے ساتھ وصول کرے تو یہ پانچ روپے کا اضافہ حرام ہے لیکن اگر کوئی ایک ہزار کی چیز خرید کرر کھے پھر ایک ماہ بعد نفع پر فروخت کر دے تو یہ نفع حلال ہے۔

اسی طرح شہوت فرجی کے محل حلال اور حرام کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا

"حرمت علیکم امھاتکم "(سورۃ النساء آیت ۲۳)

حرام عورتوں کو ذکر فرما کر آخر میں فرمایا

"واحل لکم ماوراء ذالکم "(سورۃ النساء آیت ۲۴)

ان کے علاوہ عورتیں حلال ہیں بشرطیکہ نکاح ہو چنانچہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا

"فانکحو ما طاب لکم من النسا مثنی و ثلاث و ربع"(سورۃ النسا آیت ۳)

کہ نکاح کرو جو تمہیں اچھی لگتی ہیں عورتیں دو دو، تین تین، چار چار تو نکاح سے پہلے عورت محل حرام ہے اور نکاح کے بعد محل حلال بن جاتی ہے تو ان دونوں شہوتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل فرمائیں اور جو شخص ان شہوتوں کو محل حرام سے پورا کرے گا تو دنیا میں جیل خانہ

اور آخرت میں دوزخ کو آباد کرے گا اور جو محل حلال سے پورا کریگا تو دنیا میں دنیا کو آباد کریگا اور آخرت میں جنت کو آباد کریگا۔

(۱۳) شہوت بطنی اور فرجی دنیا و آخرت کی آبادی کا ذریعہ

ارشاد فرمایا کہ اگر شہوت بطنی نہ ہوتی تو دنیا میں تمام ماکولات ومشروبات (کھانے پینے کی اشیاء) بیکار ہو جاتیں اس لیے کہ فرشتے تو کھاتے نہیں اور جنات بھی انسان کا بچا ہوا کھاتے ہیں ورنہ باغوں کے میوہ جات ختم ہو جاتے تو اگر انسان بھی نہ کھاتا تو چیزیں بیکار تھیں نہ پھر زراعت ہوتی محکمہ زراعت ہی بند ہو جاتا جہاں زمین اونچی ہوتی اونچی رہتی اور جہاں نیچی ہوتی نیچی رہتی غرض یہ کہ سارے محکمہ جات بند ہو جاتے اس لیے کہ کمایا تو کھانے پینے کے لیے جاتا ہے تو دنیا بے کار اور فاسد ہو جاتی اسی طرح جنت بھی بیکار ہو جاتی کیونکہ وہاں بھی ماکولات اور مشروبات ہیں۔

اس طرح شہوت فرجی نہ ہوتی توتو الد و تنا سل نہ ہوتا تو دنیا کو کون آباد کرتا اور جنت میں بھی حور وقصور بیکار ہوتیں۔

اس طرح دوزخ بھی بے کار ہو جاتی کیونکہ دوزخ میں وہ جائے گا جو ان شہوتوں کو محل حرام سے پورا کرے گا تو معلوم ہوا کہ یہ شہوتیں دنیا و آخرت کی اصلاح اور آبادی کا ذریعہ ہیں۔

(۱۴) شہوتیں اور عبادات

اسی طرح اگر شہوت نہ ہوتی تو روزے جیسی عبادت نہ ہوتی کیونکہ روزہ نام ہے کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا تو جب یہ شہوتیں نہ ہوتیں تو صوم کی عبادت نہ ہوتی۔

اس طرح زکوٰۃ بھی نہ ہوتی کیونکہ مال جمع کرنے کی ضرورت نہیں جب نصاب ہی نہ ہوتا تو زکوٰۃ بھی نہ ہوتی۔

اسی طرح حج کی فرضیت بھی نہ ہوتی تو نہ ثواب کی ضرورت ہوتی نہ جنت کی

(۱۵) قوت غضبیہ اور اس کے تقاضے

ارشاد فرمایا کہ قوت غضبیہ کو فرشتوں نے خون ریزی کا سبب بتلایا تھا لیکن یہ بھی دنیا کی اصلاح کے لیے ضروری تھی کیونکہ اگر قوت غضبیہ نہ ہوتی تو کوئی حد بھی جاری نہ ہوسکتی کیونکہ کوئی اگر کسی کی چوری کرتا یا کسی کو قتل کرتا یا کسی سے زنا کرتا تو دوسرے کو غصہ ہی نہ آتا تو نہ دعویٰ ہوتا اور نہ قانون حرکت میں آتا۔

اس طرح جہاد بھی ختم ہوجاتا اس لیے کہ جہاد میں بہت سی قوت غضبیہ جمع ہوجاتی ہیں اور ایک قوت غضبیہ ان کی امیر بنتی ہے جب کفار اسلام پر ڈاکہ ڈالتے ہیں تو یہ قوتیں اٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور کفر کی بیخ کنی کرتیں ہیں ورنہ اگر یہ قوت غضبیہ نہ ہوتی تو کسی مسلمان کو اسلام مسخ کرنے پر غصہ نہ آتا۔

البتہ اللہ تعالیٰ نے ان شہوتوں اور قوت غضبیہ کو غلط استعمال اور ان کے غلط نتائج کو روکنے کے لیے حدود اور قصاص کو جاری فرمایا تو جب تک یہ قوتیں اپنے دائرہ کار میں رہتی ہیں تو دنیا کی آبادی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

(۱۶) انسان کی فضیلت فرشتوں پر

ارشاد فرمایا نوع انسانی نوع ملائکہ سے انہیں قوتوں کی وجہ سے افضل ہے کیونکہ ان قوتوں اور شہوتوں کی وجہ سے عبادت کرنا بہت مشکل ہے جبکہ فرشتوں کے لیے عبادت بمنزلہ سانس کے ہے جس طرح سانس لینے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اس طرح فرشتوں کو عبادت کرنے میں کوئی دقت اور تکلیف محسوس نہیں ہوتی لیکن انسان ان موانع کے باوجود عبادت کرتا ہے اور فضیلت کا مستحق ہے۔

(۱۷) فجر اور عصر میں فرشتوں کی تقرری کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کے لیے مساجد میں فرشتے مقرر فرمائے ہیں دن کے فرشتے فجر کی نماز میں اترتے ہیں اور عصر کے نماز کے بعد چلے

جاتے ہیں اور رات کے فرشتے عصر کی نماز میں اترتے ہیں اور فجر کے بعد چلے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں سے پوچھتے ہیں کہ انسان کیا کر رہے تھے مقصد یہ ہے کہ فساد و خون ریزی کر رہے تھے یا نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ نماز پڑھ رہے تھے تو یہ دراصل ان کے سوال کا جواب دینے کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

(۱۸) روزے کی فرضیت

ارشاد فرمایا کہ صوم کے بارے میں حدیث قدسی میں ہے

﴿اَلصَّوم لی وانا اجزی به﴾

کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا حالانکہ دیگر عبادات نماز، زکوٰۃ، حج یہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں لیکن ان کے بارے میں نہیں فرمایا کہ الصلوٰۃ لی یا الزکوٰۃ لی یا الحج لی جبکہ روزے کے بارے میں فرمایا کہ ''الصوم لی'' اس کی دو وجہ ہیں۔

پہلی وجہ

پہلی وجہ یہ ہے کہ صوم کے مفہوم میں عدم ہے یعنی عدم الاکل والشرب والجماع (یعنی نہ کھانا پینا نہ صحبت کرنا) اور عدمی چیز نظر نہیں آتی لہٰذا اس میں ریاکاری کا حقیقتاً اور صورتاً بالکل احتمال نہیں جبکہ دیگر عبادات وجودی ہیں ان میں ریاکاری کا حقیقتاً یا صورتاً احتمال ہے تو روزے میں صرف اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان واسطہ ہوتا ہے جب تک روزے دار خود نہ بتلائے۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ نماز، حج اور زکوٰۃ، خیرات وغیرہ صورتاً اپنے بتوں کے لیے کر چکے تھے لیکن کسی تاریخ میں یہ نہیں آتا کہ کسی مشرک نے بت کے لیے روزہ رکھا ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''الصوم لی'' کہ روزہ میرے لیے ہے

اور فرمایا ’’انا اجزی به‘‘ بغیر کسی واسطے کے میں بذات خود روزے دار کو بدلہ دوں گا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ ’’انا اجزی به‘‘ کہ میں خود بدلہ میں دیا جاؤں گا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

(۱۹) سورۃ والتین کی قَسموں کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ والتیـــــن میں اشیاء اربعہ انجیر، زیتون، وادی سینا اور شہر مکہ ہی کی قسم کیوں کھائی ہے؟ کائنات میں اور بے شمار اشیاء موجود ہیں صرف انہیں کو کیوں منتخب کیا ہے؟

اس پر فرمایا کہ اس کائنات کے موالید تین ہیں: جمادات، نباتات اور حیوانات۔ ان کو موالید ثالثہ کہتے ہیں ان سب موالید کی ترکیب عناصر اربعہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے ہوتی ہے جو تقریباً ایک مسلمہ چیز ہے اس پر کسی قسم کا استدلال قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے ان چار اشیاء کی قسم کھا کر گویا اشارہ فرما دیا کہ پوری کائنات کی قسم کھاتا ہوں وہ یوں کہ انجیر اور زیتون کا تعلق عالم نباتات کے ساتھ ہے اور یہ دونوں درخت اس کے افراد میں سب سے افضل و اشرف ہیں ان کو ذکر کر دیا تو گویا اس نوع کے تمام افراد کو ذکر کر دیا کیونکہ متبوع کے ذکر سے تابع لامحالہ ذکر ہو جاتا ہے تو گویا عالم نباتات کی قسم کھائی ہے۔

اس کے بعد وادی سیناء کو ذکر کیا جس کا تعلق جمادات کے ساتھ ہے پھر جمادات دو طرح پر ہیں ایک جمادات صحرائیہ یعنی وہ مقامات جہاں لوگوں کی آبادی نہیں ہوتی وادی سیناء جماد صحرائیہ کے افراد میں سب سے افضل و اشرف فرد ہے یہ وہ فرد ہے جہاں موسیٰ کلیم اللہ بن کر لوٹے چنانچہ حکم ہوا تھا

"فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى" (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲)

گویا عالم جمادات صحرائیہ کی قسم کھائی ہے۔

اور دوسری قسم جمادات عمرانیہ ہے یعنی جہاں لوگوں کی آبادی ہوتی رہتی ہے جیسے شہر بستی وغیرہ تو شہر مکہ کا تعلق جمادات عمرانیہ کے ساتھ ہے اوران میں افضل ترین فرد ہے تو

"وھذاالبلدالامین "(سورۃ والتین پارہ ۳۰)

کی قسم کھا کر گویا تمام عالم جمادات عمرانیہ کی قسم کھائی ہے تو گویا پورے عالم جمادات اور عالم نباتات کی قسم کھا کر عالم حیوانات کے افضل ترین فرد انسان کے حسن تخلیق کو بیان کرتے ہیں کیونکہ کائنات کے تمام منافع انسان کے واسطے ہیں

"وسخرلکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا"(سورۃ الجاثیہ آیت ۱۳)

اس لیے ایسی اشیاء چنی ہیں جن سے پوری کائنات کی طرف اشارہ ہو سکے اور چار کے عدد سے اشارہ ہے اس طرف کہ ان موالید ثلاثہ کی ترکیب اور ذریعہ بقاء عناصر اربعہ ہیں آگ، پانی، ہوا اور مٹی۔ پھر فرمایا کہ یہ نکات بعد الوقوع ہیں حقیقی مراد باری تعالیٰ ہی جانتے ہیں یہ صرف انسان کی ذہنی کاوش ہے۔

(۲۰) حدیث ابتداء بالتسمیہ پر بحث

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

﴿**کل امری ذی بالٍ لم یبدا ببسم اللہ فھو اقطع وابتر ربعینات لعبدالقادر الحروی**﴾ ہر وہ کام جو اہم ہو اور اس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کی جائے تو وہ مقطوع اور ناقص رہتا ہے۔ تو یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام یعنی بسم اللہ بھی تو امر ذی بال (یعنی اہم کام ہے) اس کے شروع کرنے کے لیے بھی بسم اللہ پڑھنی چاہیے پھر بسم اللہ کے لیے بھی بسم اللہ پڑھنی چاہیے تو اس طرح تسلسل یا دور لازم آئیگا اور یہ دونوں عقل کے ہاں باطل ہیں بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام کسی کام یا کسی تصنیف سے پہلے اس لیے لیا جاتا ہے کہ وہ برکت سے خالی ہوتا ہے اس میں برکت پیدا کرنے کے لیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھتے ہیں جبکہ بسم اللہ کے لیے برکت وصف ذاتی ہے اسکو اور مابالذات کی ضرورت نہیں جس طرح اندھیروں میں چیزوں کو دیکھنے کے لیے چراغ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن چراغ کو دیکھنے کے لیے کسی دوسرے چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲۱) آیت وما خلقت الجن و الانس کی تفسیر

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو اپنی عبودیت کے لیے پیدا فرمایا ہے عبودیت کیا ہے؟ عبد اور معبود کے درمیان تعلق کو عبودیت کہتے ہیں اور یہ تعلق دو قسم پر ہے (۱) تعلق علمی (۲) تعلق عملی

تعلق علمی یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کو جانے اور تعلق عملی یہ ہے کہ مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے پرہیز کرے۔

ان دو تعلقات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں قوت عملی اور قوت نظری قوت نظریہ کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کا علم حاصل کرتا ہے اور اس کی تکمیل علوم نبویہ سے ہوتی ہے اور قوت عملیہ کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر عمل کرتا ہے اور نامرضیات سے پرہیز کرتا ہے اگر کسی انسان کے پاس دونوں قوتیں مکمل نہ ہوں یا ایک قوت مکمل اور دوسری ناقص ہو تو شیطان ایسے انسان کو اغواء کرسکتا ہے اگر دونوں قوتیں مکمل ہوں تو شیطان کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اس کا اقرار خود شیطان نے بھی کیا

"فبعزتک لاغوینھم اجمعین" (سورۃ ص آیت ۸۲)

اے اللہ تعالیٰ تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا

"الاعبادک منھم المخلصین" (سورۃ ص آیت ۸۳)

مگر جو بندے مخلص بندے ہیں انہیں میں گمراہ نہیں کرسکتا تو عباد مخلص وہ لوگ ہیں جو دونوں قوتوں کے اعتبار سے مکمل ہوں اور شیطان ایسا دشمن ہے جس کو دیکھنا انسان کے لیے بہرحال ممکن نہیں چنانچہ قرآن مجید نے فرمایا

"انه یر کم هوو قبیله من حیث لا ترونهم" (سورۃ اعراف آیت ۲۷)

کہ وہ اور اس کا قبیلہ وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی پناہ میں آنے کی دعوت دی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا تو آج اس فساد کے زمانہ میں علوم نبویہ کو حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی شدید ضرورت ہے تاکہ دونوں قوتوں کو مکمل کر کے شیطان لعین سے بچا جا سکے۔

(۲۲) امام بخاریؒ کا بدءالوحی پر لفظ باب لانے کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں وحی کو باب کے عنوان سے شروع کرتے ہیں چنانچہ ''باب بدءالوحی'' کہا ہے ''کتاب الوحی'' کیوں نہیں کہا؟ فرمایا امام بخاریؒ کی نگاہ بہت گہری ہے چنانچہ فرمایا

﴿باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم﴾

باب کے معنی ہیں دروازہ گویا مطلب ہوا وحی کا دروازہ اس کے بعد کتاب الایمان لا رہے ہیں تو گویا اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ایمان وہ معتبر ہے جو وحی کے دروازے سے داخل ہو جو ایمان کہ عقل کے دروازے سے داخل ہو معتبر نہیں چنانچہ اسلام کی یہ عمارت ارکان خمسہ پر کھڑی ہے اس میں داخل ہونے کا دروازہ وحی ہے اگر اس دروازے سے دخول ہو تو معتبر ہے ورنہ نہیں۔

چنانچہ فلاسفہ بھی باری تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں مگر وہ وحی کے ذریعے داخل نہیں ہوئے بلکہ عقل کے دروازے سے داخل ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

عقل اول کو پیدا کیا عقل اول نے عقل ثانی کو پیدا کیا یوں عقل عاشر تک ہوا پھر عقل عاشر نے پوری کائنات کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ عقل اول کو پیدا کر کے معطل ہو گیا (نعوذ باللہ) اس لیے ان کو معطلہ بھی کہتے ہیں ان کا ایمان معتبر نہیں ہے معتزلہ بھی عقل کے دروازے سے داخل ہوئے ہیں چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو قدیم مانتے ہیں مگر صفات قدیمہ کی نفی کرتے ہیں اسی طرح جو بھی عقل کے دروازے سے آیا وہ غیر معتبر ہے بلکہ چور ہے کیونکہ چور ہی دروازے کے علاوہ دوسری جگہ سے نقب لگا کر آتا ہے چنانچہ جو بھی وحی کے دروازے کے علاوہ کسی اور دروازے سے جو داخل ہوگا اسلام کی اس عمارت میں وہ چور ہے اس کی سزا آخرت میں جہنم ہے۔

(۲۳) بخاری شریف کی باب بدء الوحی کی شرح

والد گرامیؒ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے اس بات کے تحت چھ حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں پہلی حدیث حضرت عمرؓ کی نیت اور اخلاص کے بارے میں ہے اور دوسری حدیث حضرت حارث ابن ہشامؓ کی وحی کی اقسام کے بارے میں ہے اور تیسری حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وحی کی ابتداء کے بارے میں ہے اور چوتھی حدیث عبداللہ ابن عباسؓ کی رمضان المبارک میں آپ ﷺ کے جبرائیل کے ساتھ قرآن کا دور فرمانے کے بارے میں ہے پانچویں حدیث حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سورۃ قیامۃ کی آیت

"لا تحرک به لسانک" (پارہ ۳۰)

کی تفسیر کے بارے میں ہے اور چھٹی حدیث ہرقل کی روایت ہے جو اوصاف پیغمبر ﷺ کے بارے میں ہے تو یہ ساری روایات باب الوحی سے کس طرح منطبق ہیں تو اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

اس باب بدء الوحی میں وحی اسم جنس کے معنی میں بھی ہے اور مصدر کے معنی

میں بھی ہے تو یہ اسم جنس بھی ہے اور اسم مصدر بھی ہے اور اس کا مصدر ''ایحآءٌ'' ہے اور اسم مصدر کبھی اسم فاعل کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی ''ایحآءٌ'' بمعنی موحی پھر موحی بھی دو قسم پر ہے موحی حقیقی جو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور موحی مجازی جو جبرائیلؑ ہیں اور کبھی مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہوتا یعنی ''ایحآءٌ'' بمعنی موحی الیہ اور وہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے اور کبھی مصدر ظرف مکان کے معنی میں ہوتا ہے یعنی ''ایحآءٌ'' بمعنی زمان وحی جو کہ رمضان المبارک اور کبھی ظرف مکان کے معنی میں ہوتا ہے یعنی ''ایحآءٌ'' بمعنی مکان وحی اور مکۃ المکرّمہ میں غار حرا ہے تو اس باب کی چھ روایات میں وحی کے مطلقہ ان چیزوں کا بیان انفراداً یا اجتماعاً چنانچہ پہلی روایت میں ''موحیٰ الیہ'' یعنی نبی کریم ﷺ کی کیفیت باطنی کا بیان ہے اور دوسری روایت میں وحی بمعنی اسم جنس کا بیان ہے اور موحی مجازی جبرائیلؑ کا بیان بھی ہے اور تیسری روایت میں بدء الوحی کا بیان بھی ہے اور موحی مجازی کا بیان بھی اور موحیٰ الیہ کا بیان بھی ہے اور مکان وحی یعنی غار حرا کا بیان بھی ہے چوتھی روایت میں موحیٰ الیہ کا بیان بھی ہے زمان وحی کا بیان بھی ہے اور موحی مجازی کا بیان بھی ہے پانچویں روایت میں موحیٰ الیہ کا بیان ہے اور چھٹی روایت میں موحیٰ الیہ یعنی نبی کریم ﷺ کی صفات عالیہ کا بیان ہے۔

تو اس طرح ساری روایات ترجمۃ الباب سے مطلق ہو جاتی ہیں راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت والد صاحبؒ کی یہ تحقیق بڑی عجیب ہے ایسے منظّم انداز میں شاید ہی کسی نے لکھی ہو۔ (وللہ دُرُّہ')

(۲۴) بخاری شریف اور مسلم شریف کی ترتیب ابواب میں ترجیح

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ استاد گرامی مفسر قرآن حضرت مولانا محمد ادریسؒ کاندہلوی شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند اور شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور بہاول نگر مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ بخاری شریف

کے ابواب کی ترتیب بہتر ہے یا مسلم شریف کے ابواب کی کیونکہ امام بخاریؒ نے پہلے وحی کوذکر کیا ہے اور پھر ایمان کوذکر کیا ہے اور جب کہ امام مسلمؒ نے پہلے ایمان کوذکر کیا ہے اور پھر وحی کوذکر کیا ہے۔

تو اس پر حضرت استاد نے فرمایا کہ بخاری شریف کی ترتیب زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ وحی کی ابتداء خالق سے ہے اور انتہا مخلوق پر ہے جبکہ ایمان کی ابتداء مخلوق سے ہوتی ہے اور انتہا خالق پر ہوتی ہے اور وحی تعلق قدیم ہے جبکہ ایمان تعلق حارث ہے اور قدیم ترجیح رکھتا ہے حارث پر۔

اس پر میں نے عرض کیا کہ میرے ذہن میں دوسری بات آتی ہے جس سے مسلم کی ترتیب ترجیح رکھتی ہے بخاری کی ترتیب پر اور وہ یہ ہے کہ ایمان میں نسبت صعودی ہے کیونکہ وہ بندہ سے شروع ہوکر خالق پر ختم ہوتا ہے اور وحی میں نسبت تسفلی ہے جو خالق سے شروع ہوتی ہے اور بندہ پر ختم ہوتی ہے۔اور دوسرا ''**العبرة بالخواتیم**'' کے تحت ایمان کا اختتام اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے جبکہ وحی کا اختتام بندے پر ہوتا ہے اور نسبت صعودی افضل ہے نسبت تسفلی سے اور ایمان کا منتہا افضل ہے وحی کے منتہا سے۔

تو اس پر استاد گرامیؒ نے فرمایا کہ تو نے یہ بات کہاں سے نکالی تو میں نے عرض کیا کہ یہ بات امام رازیؒ کی تفسیر کبیر سے لی ہے جس میں انہوں نے

"سبحان الّذی اسرٰی بعبد" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱)

کے ذیل میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ عبد استعمال کیا ہے ''**نبیہ یا رسلہ**'' نہیں کہا کیونکہ رسالت اور نبوت اللہ تعالیٰ سے بندے کی طرف آتی ہے تو ان میں نسبت تسفلی ہے جبکہ عبدیت کی نسبت بندے سے اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے تو اس میں نسبت صعودی ہے اور نسبت صعودی کو ترجیح دی گئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر نبوت یا

رسالت کو ذکر کیا جاتا تو وہ موصوف بغیر صفت کے چڑھتا ہے کیونکہ یہ صفات اوپر سے نیچے اترتی ہیں اور عبدیت کی صفت نیچے سے اوپر چڑھتی ہے تو موصوف مع الصفت کے اوپر چڑھتا ہے اس لیے اس کو ذکر کیا۔ والد گرامیؒ فرماتے ہیں کہ میری یہ تقریر سن کر استاد محترمؒ بہت خوش ہوئے اور بہت تحسین اور توصیف فرمائی۔

(۲۵) تخلیق اشیاء اور انسان

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزیں انسان کے لیے پیدا کی ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"خلق لکم ما فی الارض جمیعا" (سورۃ بقرہ آیت ۲۹)

کہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے تو سب اشیاء انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں مثلاً آگ۔ اگر یہ دنیا سے ختم ہو جائے تو کسی کا کوئی نقصان نہ ہوگا کیونکہ جانور، مرتد، چرند پرند یہ سب کچی چیزیں کھاتی ہیں انسان کا نقصان ہوگا جو اشیاء پکا کر کھاتے ہیں یہاں تک کہ سانپ، بچھو جیسے زہریلے اور موذی جانور بھی انسان کے لیے پیدا کیے۔

حکیم اجمل خان کے پاس ایک مریض گیا حکیم صاحب نے اسے لاعلاج قرار دے دیا وہ شخص نہایت مایوسی میں اپنے گھر واپس ہوا وہ ایک دیہات کا رہنے کا والا تھا راستہ میں ایک جنگل پڑتا تھا وہ جب جنگل سے گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ کالا سانپ اپنے بل سے نکلا اور ایک درخت کی طرف چل پڑا اس درخت کے نیچے ایک انسان کی کھوپڑی پڑی تھی جس میں بارش یا شبنم کا پانی جمع ہو گیا تھا وہ سانپ اس کھوپڑی میں سے پانی پینے لگا جب وہ پانی پی کر چلا گیا تو اس شخص نے سوچا کہ میں تو ویسے ہی لاعلاج ہوں کیوں نہ زہریلا پانی پی لوں تاکہ جلدی جان چھوٹ جائے چنانچہ اس نے زہریلا پانی پی لیا اور گھر جا کر موت کا انتظار کرنے لگا وہ بجائے مرنے

کے دن بدن تندرست ہوتا گیا ایک دن وہ شخص حکیم اجمل کو ملنے دہلی شہر آیا اور حکیم صاحب کوشکوہ کیا کہ آپ نے تو لاعلاج قرار دے دیا تھا جبکہ میں تندرست ہو گیا ہوں تو اس پر حکیم صاحب بہت حیران ہوئے اور اس سے تفصیلات معلوم کیں جس پر اس نے پورا قصہ سنایا تو حکیم صاحب نے کہا کہ تمہارا علاج یہی تھا لیکن اس کے لیے تم کس انسان کا خون کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمہیں بچانا مقصود تھا اس لیے تمہیں بچانے کے اسباب پیدا کر دیے تو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء انسان کے لیے پیدا کیں اور انسان کو اپنے لیے پیدا فرمایا۔

(۲۶) اخلاص کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ اخلاص ایٹم بم کی طرح ہے اگر انسان میں اخلاص ہو تو اکیلا پوری دنیا کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(۲۷) سائنس دانوں کا چاند پر جانا اور مسلمان

ایک مرتبہ چند لوگوں نے والد گرامیؒ سے عرض کیا کہ کافر سائنسدان ترقی کر گئے ہیں اور چاند پر پہنچ گئے ہیں جبکہ مسلمان وہیں کھڑے ہیں تو اس پر ارشاد فرمایا کہ دو شخص ہیں جو دور سے ایک آئینے کو دیکھ رہے ہیں جس میں حسین شخص کا عکس نظر آ رہا ہے اب ایک آدمی اس آئینے کی طرف بڑھتا ہے تا کہ قریب سے تصویر دیکھے اور دوسرا اس آئینے کی مدد سے صاحب تصویر کی طرف بڑھتا ہے اس میں کون سا شخص بہتر ہے تو سب نے کہا کہ جو صاحب تصویر کی طرف چل رہا ہے تو پورا عالم اللہ تعالیٰ کے حسن کے بمنزلہ آئینہ کے ہے اور کافر تو چاند کو دیکھ کر چاند کی طرف گئے اور مسلمان چاند کو دیکھ کر خالق چاند کی طرف گئے اس لیے جب مسلمان سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہوتا ہے تو یہ کمال مسلمانوں کا ہے نہ کہ کافروں کا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ کافر

سائنسدان عاقل نہیں ہیں بلکہ راکل ہیں (کھانے پینے والے ہیں) اگر عاقل ہوتے تو خالق کو پہچانتے۔

(۲۸) زندگی بسر کرنے کا اصول

ارشاد فرمایا کہ شیخ سعدیؒ شیرازی نے زندگی بسر کرنے کا اصول اس شعر میں بیان کیا ہے۔

اسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است

با دوستاں مروت بادشمناں مدارا

ترجمہ: دونوں عالم کی راحت (دنیا وآخرت) ان دو حرفوں کی تفسیر اور تشریح میں ہے کہ دوستوں کے ساتھ مروت برتو (یعنی دل وجان سے تعلق رکھو) اور دشمنوں کے ساتھ مدارت رکھو (یعنی ظاہری تعلق رکھو)۔

راقم عرض کرتا ہے تاکہ دشمنوں کی دشمنی میں اضافہ نہ ہو اور وہ آپ کے بامقصد کاموں میں رکاوٹ نہ بنیں۔

(۲۹) اگر مگر کا نقصان

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آتا ہے

﴿لو يفتح باب الشيطان﴾

کہ اگر مگر شیطان کا دروازہ کھولتا ہے لہذا اگر کسی معاملہ میں تردد ہو تو اس کام کو کر لینا چاہیے اللہ تعالیٰ نہ کرے اگر ناکامی بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر سمجھے تاکہ شیطان کو اگر مگر کے ساتھ وساوس میں مبتلا کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

(۳۰) تعلیم کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ تعلیم خواہ دنیوی ہو فائدے سے خالی نہیں دنیوی تعلیم یافتہ شخص کو دین کی بات آسانی کے ساتھ سمجھائی جاسکتی ہے بنسبت مطلق جاہل کے چنانچہ موسیٰ

علیہ السلام کے مقابلے پر آنے والے جادوگری کے فن میں ماہر اور واقف تھے اس لیے جادو اور معجزے کے فرق کو سمجھ گئے اور یہ چیز ان کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔

(۳۱) طلباء کو نصیحت

طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر مدرسہ بمنزلہ دریا کے ہے اب پینے والے کے ظرف پر مدار ہے کہ وہ چڑیا بن کر ایک دو قطرہ پیئے یا ہاتھی بن کر دو من پیئے

راقم جب جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی جا رہا تھا تو مجھے بھی یہ نصیحت کی تھی اور فرمایا تھا کہ ہاتھی بننا۔

(۳۲) نرم خوئی

ارشاد فرمایا محبت اور نرم خوئی سے جو کام ہوسکتا ہے وہ سختی سے نہیں ہوسکتا جس طرح اگر پتھر پر کیل ٹھونکنے کی کوشش کریں تو کیل ٹوٹ یا مڑ جائے گی جبکہ درختوں کی جڑیں انہی پتھروں میں گھس کر اپنی جگہ بنا لیتی ہیں اور کتنے بڑے بڑے درخت پہاڑوں پر ان کے سہارے کھڑے ہوتے ہیں۔

(۳۳) عالم کے علم پر اعتماد

ارشاد فرمایا کہ عالم جب تک چودہ سال تدریس نہ کرلے اس وقت تک اس کے علم پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور راقم کو مخاطب کر کے فرمایا تم جب چودہ سال تدریس کرلو تو اپنے آپ کو عالم سمجھنا اور فرمایا کہ جو عالم محنت اور مطالعہ کے ساتھ تدریس کرتا ہے اس کا سب سے پہلے فائدہ اسے خود پہنچتا ہے جیسے باپ منہ میں گوشت چبا کر اور نرم کر کے بچے کو کھلاتا ہے تو اس گوشت کا رس پہلے باپ کے گلے سے اتر کر اسے فائدہ پہنچاتا ہے اور پھوگ بچے کے منہ میں جاتا ہے۔

اور فرمایا علوم آلیہ یعنی صرف ونحو، منطق، فلسفہ پر زیادہ محنت کرنی چاہیے کیونکہ جو لوہے کے چنے چبا سکتا ہے وہ حلوہ آسانی سے کھا سکتا ہے۔

(۳۴)صاحبزادوں کی مثال

ارشادفرمایا کہ علماءاور پیروں کی اولاد جوکہ صاحبزادے کہلاتی ہے وہ اگرچہ گھوڑے کی نسل ہوتی ہے لیکن گدھے کی طرح سست، کاہل اور کان لٹکالیتی ہے انہیں پھرچابک مارنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ گھوڑے کی طرح ہوشیار ہوجائے۔

(۳۵)منتظم کی مثال

ارشادفرمایا کہ کسی بھی ادارے کے منتظم کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو چھت پر کھڑا ہے اور باقی عملے کی مثال ایسے ہے جیسے نیچے کھڑے ہیں لہذا جس جگہ اس منتظم کی نظر پہنچ رہی ہوگی باقی لوگوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی اور جو مصالح اور فوائد اس کے سامنے ہوں گے دوسروں کو اس کا ادراک نہیں ہوسکتا لہذا بلاوجہ اعتراض سے گریز کرنا چاہیے۔

پھر ایک مرتبہ فرمایا کہ منتظم کی مثال بمنزلہ دماغ کے ہے اور باقی عملے کی مثال بمنزلہ اعضاء کے ہے لہذا سوچنا دماغ کا کام ہے اور باقی اعضاء کا کام ہے اس سوچ کو عملی جامہ پہنانا تو اس طرح کام یکجہتی اور یکسوئی سے انجام پاتا ہے البتہ مشورہ دے سکتا ہے اصرار نہ کرے اصرار کرنا تو حکم ہے۔

پھر ہنس کر ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اہتمام ہم سے مشتق ہے جس کے معنی ہے "غم" کہ مہتمم کو ہروقت غم کھانا پڑتا ہے۔

اور فرمایا کہ مہتمم کو اگر کوئی چندہ نہ دے تو اس پر ناراض نہ ہو کیونکہ چندہ دینا توفیق الٰہی سے ہوتا ہے لہذا اگر چندہ دے تو "ماجور" (ثواب ملے گا) ہے اور اگر نہ دے تو معذور (توفیق الٰہی شامل حال نہ ہوئی) ہے۔

(۳۶)علم اور حلم (بردباری)

ارشادفرمایا عالم کے لیے حلیم الطبع اور بردباد ہونا ضروری ہے ورنہ لوگ اس

سے استفادہ نہ کر سکیں گے اور پھر ایک واقعہ سنایا کہ حضرت حسنؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپؓ سے خیرات مانگی آپؓ کے پاس اس وقت بارہ ہزار دینار کی تھیلی رکھی تھی آپؓ نے فرمایا اگر تم میرے تین سوالوں کا جواب دے دو تو میں یہ بارہ ہزار دینار تمہیں ہدیہ کر دونگا ہر سوال پر چار ہزار دینار تمہیں عطیہ ملیں گے اس شخص نے کہا کہ جی کیا سوال ہے تو آپؓ نے پوچھا کہ دنیا میں سب سے اعلیٰ چیز کیا ہے تو اس شخص نے کہا **علمٌ معہ حلمٌ** (کہ علم ہو اور اس کے ساتھ حلم اور بردباری بھی ہو) آپؓ نے فرمایا کہ شاباش تم چار ہزار دینار کے مستحق ہوئے پھر فرمایا کہ اس کے بعد کونسی اعلیٰ چیز ہے تو اس شخص نے کہا کہ **مالٌ معہ جودٌ** (کہ مال ہو اور اسکے ساتھ سخاوت ہو) آپؓ نے فرمایا کہ شاباش تم آٹھ ہزار دینار کے مستحق ہو گئے پھر آپؓ نے آخری سوال کیا کہ اعلیٰ چیزوں میں آخری چیز کیا ہے تو اس شخص نے کہا کہ **فقرٌ معہ صبرٌ** (فقر تنگدستی کے ساتھ صبر ہو) تو آپؓ بہت خوش ہوئے اور بارہ ہزار دینار اس کو عطا فرما دیے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت حسنؓ کی شان ایسی ہی تھی چنانچہ مفسرین نے آیت مبارکہ

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین" (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴)

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسنؓ نے اپنی لونڈی سے گرم پانی منگوایا جب وہ لونڈی لے کر آئی تو اس کے ہاتھ سے برتن چھوٹا تو سارا پانی آپؓ پر گر گیا آپؓ نے غصہ سے اس کو دیکھا تو اس نے آیت پڑھی **"والکاظمین الغیظ"** اور وہ لوگ غصہ کو پی جانے والے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کظمت الغیظ میں نے غصہ پی لیا پھر اس نے پڑھا **"والعافین عن الناس"** وہ لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں تو آپؓ نے فرمایا قد عفوت عنک میں نے تم کو معاف کیا پھر اس نے آیت کا آخری ٹکڑا

پڑھا "والله یحب المحسنین "اللہ پسند فرماتا ہے احسان کرنے والوں کو تو آپؐ نے فرمایا (انت حرة لوجه الله) تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔

(۳۷) مسلمانوں اور کافروں کی مثال

ارشاد فرمایا آج کل مسلمانوں اور کافروں کی ایسی مثال بنی ہوئی ہے جیسے ایک شخص تھا اس کی بہت سے بکریاں تھیں اس نے ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک نوکر رکھا ہوا تھا جسے وہ اچھی تنخواہ دیتا تھا اس کا ایک صاحبزادہ بھی تھا جب یہ صاحبزادہ بڑا ہوا تو اس نے والد سے کہا کہ میں بیروزگار رہوں جو نوکر بکریاں چراتا ہے اگر اس کی جگہ میں کام کروں تو میری بیروزگاری کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور میں زیادہ اچھی دیکھ بھال کروں گا اس شخص نے کہا کہ صاحبزادگی کے ساتھ نوکری چلتی نہیں لیکن بیٹے کے اصرار پر ایک دن نوکر کی جگہ اپنے صاحبزادے کو بکریاں چرانے کے لیے بھیج دیا چنانچہ صاحبزادہ بکریاں لے کر جنگل میں چلا گیا جب اس کے یار دوستوں کو پتہ چلا تو وہ بھی جنگل میں پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ یہ تیرے باپ ہی کی تو بکریاں ہیں چلو جشن مناتے ہیں چنانچہ دو چار بکریاں ذبح کیں اور انہیں بھون کر کھایا باقی بکریاں بھوک پیاس کی ستائی ہوئی ادھر ادھر جنگل میں پھیل گئیں جن میں چند ایک کو بھیڑیے کھا گئے غرض یہ کہ شام کو جب وہ بکریاں لے کر گھر واپس آیا تو بہت سے بکریاں کم تھیں اور جو بچیں تھیں وہ بھی بھوکی پیاسی تھیں تو اس کے والد نے کہا کہ میں نے کہا تھا نا کہ صاحبزادگی کے ساتھ نوکری نہیں چلتی۔

ارشاد فرمایا کہ آج کل مسلمان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مقرب سمجھ کر نہ تو اللہ ہی کا حق ادا کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی بنائی ہوئی دنیا کی فکر کرتے ہیں بخلاف کافروں کے وہ رات دن دنیا کی ترقی میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے لیے دنیا کی راحتیں مہیا کر رہے ہیں اور مسلمان دنیا اور آخرت دونوں سے اپنے کو محروم کر رہے ہیں۔

فضائل مساجد

تصنیف و تالیف

حضرت مولانا مفتی
نیاز محمد ختنی ترکستانیؒ

مطبوعہ از شعبہ نشر واشاعت مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر 1978ء

....

مساجد کی اہمیت، ضرورت وافادیت

یہ دنیا ناپائیدار ہے اس کی ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے کسی شے کو ثبات حاصل نہیں لافانی ذات صرف اس وحدہ لاشریک کی ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم ودائم رہے گا لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ اس دنیا میں جی لگانے کے بجائے صرف اس ''**حی قیوم**'' لافانی ہستی سے تعلق خاطر قائم کیا جائے تاکہ اس کی خوشنودی اور اس کی لازوال رحمتوں کا حقدار بنا جاسکے اب بنی نوع انسان کی خوش بختی دیکھیے اور اس عظیم رب حکیم خبیر کی حکمت بالغہ کا تصور کیجیے کہ اس نے تمام انبیاء **علیھم السلام** انسانوں میں سے مبعوث فرمائے اور انسان کا تعلق اپنے ساتھ قائم کرنے کے لیے انبیاء کے ذریعے بھولے بھٹکے گمراہ انسانوں کو اپنی پرستش عبادت اور یاد کرنے کے اصول اور طریقے بتائے اور سمجھائے۔

یہ اس لافانی ہستی عظیم وحدہ لاشریک کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے نماز جیسا پائیدار عظیم اور لازوال انعام عطا فرمایا تاکہ انسان کا تعلق خاطر ہمیشہ اپنے رب سے قائم رہے اس طرح امت محمدیہ **علی صاحبا الصلوۃ والسلام** کو اپنے رب کو یاد کرنے اور اس وحدہ لاشریک کی پرستش وعبادت کا اصول اور طریقہ مرحمت فرمادیا گیا اور اس کے ساتھ یہ وعید اور تہدید کی گئی کہ نماز اجتماعی طور پر باجماعت ادا کی جائے تاکہ عبادت خداوندی نماز کی رغبت وشوق کے علاوہ باہمی رفاقت، شناسائی، اخوت اور جذبہ ہمدردی وایثار بھی قائم رہے۔

نماز جیسے عظیم فریضہ کا اجتماعی طور پر ادائیگی کے لیے ایک ایسے مقام کا ہونا ناگزیر تھا جو دنیا کے کاروبار سے ہٹ کر ہو جہاں جاکر صرف اور صرف اپنے مالک و خالق رب سے تعلق قائم ہو جائے جس نے فرمایا ہے کہ میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

"وما خلقت الجن و الانس الالیعبدون" (سورۃ الذاریات آیت ۵۶)

نماز کی اجتماعی ادائیگی کی اہمیت وضرورت اوراس کے افادی پہلوؤں کے پیش نظر مساجد کا ہونا ناگزیر تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ اوراس کے حبیب ﷺ نے مساجد تعمیر کرانے اس کی تعمیر میں حصہ لینے اوراس سے تعلق رکھنے والے کے لیے بہت بڑا اجرو ثواب رکھا ہے جس کا آئندہ ذکر آئے گا۔

مساجد کی تعریف

مساجد لفظ مسجد کی جمع ہے وہ مقام جہاں پر مذہب اسلام کے مطابق نماز اور عبادات خداوندی کی اجتماعی طور پر ادائیگی ہوتی ہے مسجد کہا جاتا ہے۔

مساجد کی تاریخ

مرقومہ بالا سطور سے آپ نے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا ہوگا کہ مساجد کیوں ضروری ہیں؟ ان کی اہمیت وافادیت دینی ودنیاوی پہلو سے کیا ہے؟ مسجد اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ تو سنت اللہ ہے آسمانوں کے اوپر عرش پر ایک مقام ہے جہاں پر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت، تقدیس وتحمید اور تسبیح وتہلیل کرتے رہتے ہیں اس مقام کو بیت المعمور کے اسم گرامی سے مشرف فرمایا گیا ہے۔

جب سیدنا حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تو بیت المعمور کا عکس اس کے نیچے زمین پر خانہ کعبہ کی صورت میں بنایا گیا جسے بیت اللہ بھی کہا جاتا ہے اسی نسبت سے ہر مسجد کو بیت اللہ کہا جاتا ہے خانہ کعبہ حضرت آدمؑ کی عبادت گاہ تھی پھر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی سے دوبارہ تعمیر فرمایا۔

حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس تعمیر کیا، حضور اکرم ﷺ نے بھی خانہ کعبہ کی تعمیر واصلاح میں حصہ لیا اور مسجد نبوی تعمیر فرمائی اس سے مسجد کی تاریخی حیثیت کا پتہ چلتا ہے اوراس سے اس امر کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مساجد کی تعمیر کس قدر عظیم کام ہے

کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی اور انبیاء کرامؑ کا فعل اور آخری نبی الزماں حضرت محمد ﷺ کا طریقہ سنت ہے۔

مساجد کی عظمت، ان سے تعلق رکھنے والوں کے لیے اجر وثواب

مساجد کی عظمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ مقامات اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب اور پسند ہیں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ احب البلاد الی اللہ مساجدھا وا بغض البلاد الی اللہ اسواقھا (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہروں اور بستیوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مساجد ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض ان کے بازار اور منڈیاں ہیں (صحیح مسلم)

مولانا محمد منظور نعمانیؒ اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو جلاء طاقت اور برکت عطا فرمائے اس حدیث مبارکہ کی بڑی اچھی تشریح فرمائی ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک ملکوتی و روحانی اور لطیف پہلو ہے دوسرا مادی و بہیمی وظلماتی اور کثیف پہلو ہے ملکوتی و روحانی پہلو کا تقاضہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر جیسے مقدس اشغال و اعمال ہیں انہی سے اس پہلو کی تربیت و تکمیل ہوتی ہے اور انہی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و محبت کا مستحق ہوتا ہے اور ان مبارک اشغال و اعمال کے خاص مراکز مساجد ہیں جو ذکر و عبادت سے معمور رہتی ہیں اور اس کی وجہ سے ان کو بیت اللہ سے ایک خاص نسبت ہے اس لیے انسانی بستیوں اور آبادیوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب یہ مساجد ہیں اور بازار اور منڈیاں اپنے اصل موضوع کے لحاظ سے انسانوں کی عادی و بہیمی تقاضوں اور نفسانی خواہشوں کے مراکز ہیں اور وہاں جا کر انسان عموماً خدا سے غافل ہو جاتے ہیں

اوران کی فضا اس غفلت اور منکرات ومعصیات کی کثرت کی وجہ سے ظلماتی ومکدر رہتی ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسانی آبادیوں میں سب سے زیادہ مبغوض حصہ ہیں۔

حدیث کی اصل روح اور منشائے خداوندی یہ ہے کہ اہل ایمان زیادہ سے زیادہ مسجدوں سے تعلق رکھیں تا کہ یہاں آ کر انسان دنیا ومافیہا سے تعلق ختم کر کے اس مقصد کو حاصل کر سکے جس کے لیے اسے تخلیق کیا گیا ہے ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد سے تعلق اور واسطہ رکھنے والوں کے لیے کس قدر اجر وثواب ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللهﷺ سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله امام عادل و شابّ نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق با لمسجد اذا خرج منه حتی یعود الیه و رجلان تحا با فی الله اجتمعا علیه و تفرقا علیه و رجل ذکر الله خالیاً ففاضت عیناه و رجل دعته امراة ذات حسب و جمال فقال انی اخاف الله و رجل تصدق بصدقة فاخفا ها حتی لا تعلم شماله ماتنفق یمینه (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات قسم کے آدمی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا قیامت کے اس دن میں جس دن کہ اس کے سایہ رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا ایک عدل وانصاف سے حکمرانی کرنے والا فرمانروا۔ دوسرا وہ جوان جس کی نشو ونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہو جو بچپن سے عبادت گزار تھا اور جوانی میں بھی عبادت گزار رہا اور جوانی کی مستیوں نے اسے غافل نہیں کیا تیسرا وہ مرد مومن جس کا حال یہ ہے کہ مسجد سے باہر جانے کے

بعد بھی اس کا دل مسجد ہی میں اٹکا رہتا ہے جب تک پھر مسجد نہ آ جائے اور چوتھے وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے باہم محبت کی اسی پر جڑے رہے اور اسی پر الگ ہوئے (یعنی ان کی محبت منہ دیکھنے کی محبت نہیں جیسے کہ اہل دنیا کی محبتیں ہوتی ہیں بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب یکجا اور ساتھ ہیں جب بھی محبت ہے اور جب ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں جب بھی ان کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں) پانچواں خدا کا وہ بندہ جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کے آنسو بہہ نکلے اور چھٹا وہ مرد جسے حرام کی دعوت کسی ایسی خوبصورت عورت نے دی جو خوبصورت بھی ہے اور صاحب وجاہت عزت بھی تو اس بندے نے کہا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (اس لیے حرام کی طرف قدم نہیں اٹھا سکتا) اور ساتواں وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ صدقہ کیا اور اس قدر چھپا کر کیا کہ گویا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں کہ اس کا داہنا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیا خرچ کر رہا ہے اور وہ کس کو دے رہا ہے۔

فائدہ

اس حدیث مبارکہ میں تیسرے نمبر پر اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مسجد سے باہر جانے پر بھی مسجد ہی سے دل اٹکا رہتا ہے یعنی مسجد ہی کی طرف خیال و دھیان رہتا ہے جب تک مسجد میں دوبارہ واپس نہ آ جائے غور کیجیے! مسجد سے تعلق رکھنے والوں کے لیے کس قدر اجر و ثواب رکھا گیا ہے اس لیے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مسجد خداوند عظیم کو کتنی محبوب اور پسند ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے مومن بندے بھی دنیا سے جی لگانے کی بجائے مسجد سے ہمہ وقت تعلق اور واسطہ رکھیں تاکہ خدا سے کسی لمحہ غافل نہ ہوں خدا ہر مرد مومن کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ایک اور حدیث مبارکہ مروی ہے

عن ابی ھریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من غدا الی المسجد اوراح اعدَّ اللہ منزلہ من الجنة کلما غدا اوراح (رواہ بخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ جس وقت بھی صبح یا شام کو اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کراتے ہیں وہ جتنی دفعہ بھی صبح یا شام کو جائے۔

ایک اور ایسی ہی حدیث کنز العمال میں تاریخ حاکم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

المساجد بیوت اللہ و المومن زوّار اللہ وحق علی المزوران یکرم زائرہ (کنزل العمال صفحہ ۱۲۴ جلد ۴)

(ترجمہ) مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (اور مہمان) ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اس پر حق ہے کہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام اور اس کی خاطر داری کرے۔

فائدہ

مرقومہ بالا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر نصیب والا ہے اور اقبال مند شخص ہے جو مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مہمانی اور خاطر مدارت کرتے ہیں اور جس کی احکم الحاکمین مہمانی اور خاطر مدارت کریں اس کی عظمت اور علو مراتب کا کون اندازہ کرسکتا ہے یقیناً ایسے شخص پر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے خداوند عظیم ہر مسلمان کو ایسے مراتب اور عظمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین

مسجد میں نماز ادا کرنے والوں کے لیے ثواب اوران کے لیے فرشتوں کی خصوصی دعا

ایک حدیث شریف پیش خدمت ہے

عن ابی هريره قا ل قال رسو ل الله ﷺ صلوٰة الرجل فی الجماعة تضعف علی صلوٰته فی بيته وفی سوقه خمسة و عشرين ضعفاً و ذالک انه اذا توضاء فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا يخر جه الاالصلوة لم يخط خطوة الارفعت بهاد رجة و حطّ عنه بها خطيئة فاذاصلی لم تزل الملٰئکة تصلی عليه اللهم ارحمه ولا يزال احدکم فی صلوۃٍ ماانتظر الصلوة (رواہ بخاری ومسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز جووہ جماعت سے مسجد میں ادا کرے اس کی اس نماز کے مقابلہ میں جووہ اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھے (ثواب میں) پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس جانے میں نماز کے سوا کوئی دنیوی مقصد نہیں لاتا تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک مرتبہ بلند کردیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کردی جاتی ہے اور پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک برابر اس کے حق میں عنایت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہے ان فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار اپنے اس بندے پر خاص عنایت فرما اس پر رحمت فرما اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں (مسجد میں) رہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے حساب میں وہ برابر نماز میں ہی رہتا ہے۔

تجزیہ وتشریح

اس حدیث مبارکہ سے چار باتیں اخذ واستنباط ہوتی ہیں پہلی یہ کہ اگر مسجد میں باجماعت نماز ادا کی جائے تو اس کے اجر وثواب میں پچیس گنا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ ایک مرد مومن مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے تو اس کے ہر قدم پر ایک مرتبہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک خطا بخش دی جاتی ہے کیونکہ وہ بغیر کسی دنیوی مقصد کے محض خدا کی خوشنودی کی خاطر مسجد کی طرف جارہا ہوتا ہے۔

تیسرا یہ کہ ایسے مرد مومن کے لیے فرشتے اس وقت تک برابر عنایت ورحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہتا ہے۔

چوتھا یہ کہ جب تک وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایسا ہوتا ہے جیسے نماز پڑھ رہا ہے مقام غور ہے کہ محض مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کی بدولت کتنی بڑی اور کس قدر ارزاں دولت مل رہی ہے نماز کا اجر پچیس گنا بڑھ جاتا ہے بغیر کسی مشقت کے ہر قدم پر مراتب بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اور لغزشیں وخطائیں معاف ہوتی جاتی ہیں رحمت در رحمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اس کے لیے مسلسل عنایت ورحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود خداوند کے نزدیک نماز کے انتظار میں رہنے والا بھی ایسا ہے جیسے نماز پڑھ رہا ہے بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس قدر دولت اور رحمت خداوندی سے محروم رہے۔

اندھیرے میں مسجد جانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نور کامل کی بشارت

ترمذی اور ابوداؤد کی ایک حدیث شریف ہے

عن بریدہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیٰمۃ (رواہ ترمذی وابوداؤد)

(ترجمہ) حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے جو بندے اندھیروں میں مسجدوں کو جاتے ہیں ان کو بشارت سناؤ کہ (ان کے اس عمل کے صلہ میں) قیامت کے دن ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور کامل عطا ہوگا (جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد)

تشریح

اندھیری راتوں میں بھی پابندی سے مسجد کے طرف جانا بلاشبہ سچے اور پکے مسلمان کا عمل ہے اور اپنے رب و رسول ﷺ سے محبت اور مسجد سے دل لگی کی بیّن دلیل ہے بے شک ایسے ہی عاشقان صادق اور پکے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی کریم ﷺ کی زبانی یہ بشارت دی ہے کہ قیامت کی اندھیری میں جب ہر شخص پریشان حال ہوگا انہیں خداوند عظیم اپنے نور کامل سے مشرف فرمائیں گے۔

مساجد میں باجماعت نماز نہ ادا کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں اور تہدیدیں

مندرجہ بالا سطور اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے اس امر کا اندازہ لگتا ہے کہ مساجد کی کس قدر عظمتیں اور فضیلتیں ہیں خود خداوند عظیم کو مسجدیں کس قدر محبوب ہیں اور ان سے تعلق واسطہ رکھنے کے لیے کس قدر اجر وثواب رکھا گیا ہے آیئے دیکھتے ہیں جو باجماعت نماز کے لیے مساجد میں نہیں آتے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی کریم ﷺ نے کیا احکام صادر فرمائے ہیں ایک حدیث رسول ﷺ پیش

خدمت ہے۔

عن عبدا للہ بن مسعود قال لقد را یتنا وما یتخلف عن الصلو ۃ الامنافق قدعلم نفاقه او مریض ان کان المریض یمشی بین رجلین حتی یاتی ا لصلوۃ و قال ان رسول اللہ ﷺ علمنا سنن الهدی و ان من سنن الھدیٰ الصلوۃ فی المسجد الذی یوذن فیه .وفی روایة ان اللہ شرع لنبیکم سنن الھدی وانھن(ای الصلوات حیث بنادی بھن) من سنن الھد ی ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنته نبیکم لضللتم (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا توبس منافق ہوتا تھا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہیں ہوتی تھی بلکہ عام طور سے لوگوں کواس کا علم ہوتا تھا یا کوئی بے چارہ مریض ہوتا تھا (جو بیماری کی مجبوری سے مسجد نہیں آسکتا تھا) اور بعض مریض بھی دوآدمیوں کے سہارے چل کر آتے تھے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کوسنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے (یعنی دین وشریعت کی ایسی باتیں بتائیں ہیں جن سے ہماری ہدایت وسعادت وابستہ ہے) اورانہی سنن ہدیٰ میں سے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہے جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے اور ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاداس طرح نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کریم ﷺ کے لیے سنن

ہدیٰ مقرر فرمائی ہے (یہ اس زمانے کے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ تھا) تو تم اپنے پیغمبر کا راستہ چھوڑ دو گے اور جب تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے تو یقین جانو کہ تم راہ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اور گمراہی کے غار میں جا گرو گے۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر مسلمان مرد کے لیے مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے اور جماعت سے الگ نماز پڑھنا راہ پیغمبر سے ہٹ جانا اور گمراہی کے غار میں گر جانا ہے ایک اور حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو جس میں ہادی برحق ﷺ نے مسجد میں باجماعت نماز ادا نہ کرنے والوں کے متعلق سخت جلال وغصہ کا اظہار اور شدید وعید وتحدید فرمائی ہے۔

عن ابی ھریرہ قال قال ﷺ لیس صلوۃ اثقل علی المنافقین من الفجر و العشاء ولو یعلمون ما فیھا لا تو ھما ولو حبواً لقد ھممت ان امر الموذن فیقیم ثم آمر رجلاً یؤمّ الناس ثم آخذ شعلا من نارفا حرّق علی من لا یخرج الی الصلواۃ بعد (رواہ بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافقوں پر کوئی بھی نماز فجر وعشاء سے زیادہ بھاری نہیں ہے اگر وہ جانتے کہ ان دونوں میں کیا اجر وثواب ہے اور کیا برکتیں ہیں تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگرچہ ان کو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا (یعنی اگر بالفرض کسی بیماری کی وجہ سے وہ چل کر نہ آسکتے تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے) اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جی میں آتا ہے کہ (کسی دن) میں مؤذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لیے اقامت کہے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ (میری جگہ) وہ لوگوں کی امامت کرے اور میں خود آگ کے فیتے ہاتھ میں لوں اور ان لوگوں پر (یعنی ان کے موجود ہوتے ہوئے

ان کے گھروں میں) آگ لگا دوں جو اس کے بعد بھی (یعنی اذان سننے کے بعد بھی نماز میں شرکت کرنے کے لیے گھروں سے نہیں نکلتے)۔

اللہ اکبر کس قدر سخت وعید و تحدید ہے جو لوگ گھروں ،دوکانوں ،اور بازاروں میں نماز پڑھنے کی تاویلیں گھڑتے ہیں انہیں یہ حدیث ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے ایک اور لرزہ خیز ارشاد ملاحظہ کریں جو حضرت اسامہؓ کی روایت سے سنن ابی ماجہ میں مروی ہے

﴿لینتھین رجال عن ترک الجماعة او لاحرقن بیوتھم﴾

لوگوں کو چاہیے کہ وہ جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں نہیں تو میں ان کے گھروں میں آگ لگوا دوں گا۔

بغیر کسی عذر کے جماعت میں شریک نہ ہونے سے نماز قبول نہیں ہوتی۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من سمع المنادی فلم یمنه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف اومرض لم تقبل منه الصلوة التی صلیٰ (رواہ ابوداؤد، دوالدارقطنی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص باجماعت نماز کے لیے مؤذن کی پکار سنے اور اس کی تابعداری کرنے سے (یعنی جماعت میں شریک ہونے سے) کوئی واقعی عذر اس کے لیے مانع نہ ہو (اس کے باوجود وہ جماعت میں نہ آئے بلکہ الگ ہی اپنی نماز پڑھ لے) تو اس کی وہ نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگی۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا حضرت واقعی عذر کیا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جان و مال کا خوف یا مرض۔ (سنن ابی داؤد و سنن دارقطنی)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ناظرین پر یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ اسلام میں نماز باجماعت کے لیے کس قدر تاکیدیں کی گئی ہیں اور جماعت کے لیے

مسجد کی قدر ضروری ہے لہٰذا آخر میں مسجد کی تعمیر کے کچھ فضائل بیان کیے جاتے ہیں تا کہ عوام الناس میں تعمیر مسجد میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا کیا جا سکے۔

فضائل تعمیر مساجد

مسجد کو بیت اللہ کہا گیا ہے جاننا چاہیے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کا وہ پاک گھر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں یہ وہ عظیم مقدس مقام ہے جہاں پانچوں وقت اللہ رب ذوالجلال کی تحمید و تقدیس اور تسبیح و تہلیل کے باعث اللہ تعالیٰ کے مقرب ملائکہ اپنی روحانی غذا کے حصول کے لیے سایہ فگن رہتے ہیں اور جو شخص یہاں نماز کے لیے جب تک رہتا ہے اس کے لیے عنایت و رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں مساجد اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین مقامات ہیں یہی وجہ ہے کہ نہ صرف مسجد کی تعمیر کرنے والے کے لیے بہت بڑا اجر و ثواب رکھا گیا ہے بلکہ جو لوگ مسجد میں جماعت کے لیے آنا جانا اور اس سے تعلق واسطہ رکھتے ہیں وہ بھی عظیم اجر و ثواب کے مستحق قرار دیے گئے ہیں ایک حدیث مبارکہ ہے

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رائیتم الرجل یتعاھد المسجد فا شھدوا له با لایمان فا ن اللہ یقول انما یعمر مساجد اللہ من آمن با للہ والیوم الاخر (رواہ ابن ماجہ الترمذی والداری)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت اور نگہداشت کرتا ہے تو اس کے لیے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر۔

مسجد تعمیر کرنے کا اجر و ثواب

عن عثمانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من بنی للہ مسجداً

بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ (رواہ بخاری ومسلم)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے (یعنی صرف اس کی خوشنودی اور اس کا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے) مسجد تعمیر کرائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک شاندار محل تعمیر فرمائیں گے۔

کس قدر رستا سودا ہے لائق صد مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پیش کش سے پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں دنیا و آخرت کی بھلائی انہی کے لیے ہے۔

مساجد کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ، انبیاء علیھم السلام اور ملائکہ کا حصہ

جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آسمانوں پر عرش کے نیچے ملائکہ کی عبادت کے لیے ایک مسجد ہے کیونکہ یہ ہمہ وقت عبادت الٰہی اور تسبیح و تہلیل کرنے والے مقرب ملائکہ سے پر رہتی ہے اس لیے اسے بیت المعمور کا نام دیا گیا ہے سیدنا حضرت آدمؑ کی زمین پر آمد کے بعد بیت المعمور کے عین نیچے زمین پر ایک مسجد تعمیر کی گئی جسے بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے اسماء گرامی سے مشرف فرمایا گیا ہے یہ حضرت آدمؑ کے پہلی عبادت گاہ تھی اس کی تعمیر میں اللہ جل شانہ کا حکم اور مشیت کارفرما تھی جب طوفان نوح سے خانہ کعبہ کی دیواریں منہدم ہوگئیں تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اس کی تعمیر کا حکم ہوا اس طرح اس مقدس گھر کو دوبارہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی معیت میں تعمیر فرمایا کتنی عظمتوں والا اور عالی مقام یہ گھر ہے کہ اس کو بنانے والا حکم کرنے والا رب جلیل پیغام لانے والا جبرائیل تعمیر کرنے والا خلیل اور معین اسماعیلؑ ہے حضور ﷺ نے بھی اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔

مساجد کو بھی خانہ کعبہ کی نسبت سے بیت اللہ کہا جاتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مسجد تعمیر فرمائی جسے بیت المقدس کہا جاتا ہے گویا کہ مساجد تعمیر کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کیونکہ اپنے گھر کی بنیادیں اس کی اپنی رکھی

ہوئی ہیں مساجد تعمیر کرنا جبرائیل اور ملائکہ کا فعل ہے کیونکہ فرشتوں نے بھی اس کی تعمیر میں معاونت کی اور حصہ لیا مساجد بنانا اور انہیں آباد کرانا انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل اور نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور انبیاء کے فعل و عمل کی تقلید سعادت اور موجب برکت و رحمت ہے

آپ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں حصہ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کے لیے شاندار محل تعمیر کرنے کی بشارت دیتے ہیں کیونکہ مقرب ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کا یہ فعل و عمل خداوند حکیم کو بے حد محبوب و پسند ہے۔

اس دنیا میں ایک معمار بادشاہ کے لیے محل تعمیر کرتا ہے تو بادشاہ اسے انعام و اکرام سے نوازتا ہے اور آپ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرتے ہیں تو کوئی اس احکم الحاکمین کے انعام و اکرام، اجر وثواب اور عنایات کا اندازہ کرسکتا ہے؟

غریب لوگ مسجد کی تعمیر جیسی عظیم سعادت کیسے حاصل کریں

اگر آپ غریب ہیں اتنی قدرت نہیں رکھتے کہ مسجد تعمیر کرسکیں تو گھبرانے کی بات نہیں آپ ایک اینٹ تو لگا سکتے ہیں اور اس کا اجر دینے والا احکم الحاکمین ہے جس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں آپ کی ایک اینٹ لگائی ہوئی اس ریاکار کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتی ہے جس نے محض دکھاوے کے لیے اکیلے مسجد تعمیر کی کیونکہ آپ کا فعل بے لوث ہے آپ کی خلوص بھری نیت اور چند پیسوں سے ایک اینٹ لگانے کا بے لوث عمل اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے وا کر دے گا اس اینٹ کے بدلے اللہ تعالیٰ جنت میں آپ کے لیے شاندار محل تعمیر فرما دیں گے۔

کیا آپ کو وہ واقعہ معلوم ہے جب سیدنا حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا

گیا تو ایک ننھی چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا ایک قطرہ لیے آگ بجھانے آئی تھی تو فرشتوں نے پوچھا بی چڑیا تیرے ایک قطرے سے بھلا آگ بجھ سکتی ہے؟ تو چڑیا نے پتہ ہے کیا جواب دیا اس جواب نے فرشتوں کو بھی حیران کر دیا چڑیا نے کہا مجھے معلوم ہے میرے لائے ہوئے ہزاروں قطروں سے بھی آگ نہیں بجھ سکتی لیکن روز قیامت جب اللہ تعالیٰ آگ بجھانے والوں کے نام پکاریں گے تو اس میں میرا نام بھی شامل ہوگا۔

اس قسم کے کئی واقعات میں ایک اور واقعہ جو خصوصی طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے حضرت یوسفؑ کو جب بازار مصر میں فروخت کیا جا رہا تھا تو ایک بڑھیا روئی کی ایک اٹی لے کر آئی تو کسی نے کہا اے بڑھیا کیا اس روئی کی اٹی سے اس حسین و جمیل حضرت یوسفؑ کو خریدا جا سکتا ہے تو اس نے خنداں لبوں سے مترنم لہجے میں کہا بے شک میں اس سے یوسفؑ نہیں خرید سکتی لیکن مجھ جیسی گمنام بڑھیا کا نام تو یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہو جائے گا۔

ایک کروڑ پتی چند ہزار خیرات کر دیتا ہے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس میں اس کروڑ پتی کا کوئی کمال نہیں ہے کمال تو اس غریب آدمی کا ہے ایثار تو اس مفلس شخص کا ہے جو افلاس اور غربت و تنگی کے باوجود بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے ایسی حالت میں وہ اگر پچاس پیسے بھی خرچ کرے تو اس کے پچاس پیسے اللہ تعالیٰ کو کروڑ پتی کے لاکھوں روپے سے زیادہ محبوب ہیں۔

ایک صحابی رسول ﷺ کا مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے مٹھی بھر جو پیش کرنا

جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے حسب استطاعت بڑھ چڑھ کر چندہ دیا علماء فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ ایک کونے میں کوئی چیز چھپائے کھڑے تھے انہیں بلا گیا تو دیکھا کہ مٹھی بھر جو دامن میں ہیں جو تعمیر مسجد میں حصہ لینے کے لیے

لائے تھے صحابی رسول ﷺ نے کہا حضرت میرے گھر میں یہی کچھ تھا جو میں لے آیا ہوں اس پر رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا یہ احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے بہتر ہیں کتنی بڑی ایثار کی مثال ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ ہزاروں لاکھوں ہی خرچ کیے جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں اور نیتوں کو دیکھتے ہیں۔

خلوص نیت کی ایک عظیم مثال حضرت ابوبکر صدیقؓ کا غربت اور تہی دامنی کے باوجود نیکیوں میں صحابہ کرامؓ سے سبقت لے جانا

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر دفعہ ہم سے نیکیوں میں بڑھ جاتے تھے اس مرتبہ میری حالت مستحکم تھی میں نے سوچا اس دفعہ میں حضرت ابوبکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں نے اپنا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے پوچھا کیا چھوڑا ہے میں نے عرض کیا آدھا گھر کے لیے رکھا ہے آدھا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنا مال پیش کیا ان کا مال مجھ سے کم تھا نبی کریم ﷺ نے ابوبکرؓ سے بھی پوچھا گھر کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو آپؓ نے کہا کہ گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ آیا ہوں یہ روایت بیان کرنے کے بعد حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے سوچا کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے نیکیوں میں کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ اللہ اکبر ایثار و خلوص کی کس قدر عظیم مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سارا گھر پیش کر دیا ہر مقام پر خلوص نیت ہی کار فرما ہے فرمان نبوی ہے

﴿انما الاعمال بالنیات﴾

بے شک اعمال کا انحصار اور دارومدار نیتوں پر ہے آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسجد کے لیے ایک مصلّٰی خرید کر ڈال دیتے ہیں تو جب مومن بندے اس پر سجدے

ریزیاں اور اشک باریاں کرتے ہیں تو وہ مصلّٰی بھی آپ کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے خداوند کریم جس طرح اس شخص نے مجھے ایک مقدس جگہ پر لا کر بچھایا ہے تو بھی اسے اعلیٰ وارفع مقام عطا فرما اور روز قیامت یہ مصلّٰی بھی آپ کی نیکی کی گواہی دے گا اور اس کی یہ گواہی منظور و مقبول ہوگی روز قیامت جب حساب کتاب شروع ہوگا تو آدمی کو اپنے اعمال پر حجت کی اجازت نہیں دی جائیگی اس کی زبان بند کر دی جائے گی تو اس کے ہاتھ گواہی دیں گے اس کے پاؤں گواہی دیں گے کہ ہم نے فلاں فلاں کام کیے زمین اور شجر و حجر گواہی دیں گے کہ اس نے ہم پر فلاں فلاں گناہ کیا۔

اسی طرح ایک نیک اور سعادت مند آدمی عدالت الٰہی میں پیش ہوگا تو قرآن مجید گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ مجھے پڑھتا رہا اندھیری اور تاریک راتیں اس کی شب خیزیوں کی گواہی دیں گی کہ یا اللہ جب سب لوگ نیند سے ہم آغوش اور محو استراحت تھے یہ تجھے یاد کرتا رہا مسجدیں گواہی دیں گی یا الٰہی اسے ہم سے محبت تھی تو بھی اسے اپنی رحمت وعنایات کی چادر میں لپیٹ لے غرضیکہ ہر شے انسان کی نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی کے بارے میں شہادت دے گی۔

اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو بھی خرچ کرتے ہیں اس کا آپ کو اجر عظیم ملے گا اور یہ چیزیں روز قیامت آپ کے حق میں گواہ بن کر پیش ہو جائیں گی آپ کسے قرض دیتے ہیں تو یہ امر یقینی نہیں کہ آپ کا مستعار شدہ واقعی آپ کو واپس مل جائے گا لیکن اللہ کی راہ میں جو کچھ آپ خرچ کرتے ہیں وہ آپ کا اللہ تعالیٰ پر قرض ہے وہ یقیناً آپ کو واپس کرے گا اور یقیناً لاکھوں کروڑوں گنا ہو کر آپ کو واپس ملے گا

قیامت کا دن یہ وہ وقت ہے جب انسان کو ایک نیکی کی ضرورت پڑ جائے گی بھائی، بہن، ماں، باپ، بیٹا، بیٹی سب منہ پھیر لیں گے اور انسان اس وقت سخت پریشان، حزن و ملال اور مصائب میں گھرا ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے

بندے سے فرمائیں گے ادھر آ میرے بندے یہ نیکیوں کا ڈھیر اس کا بدل ہے جو تو نے ایک مٹھی بھر 'جو' میری راہ میں خرچ کیے تھے یہ ڈھیر فلاں صدقہ کا نعم البدل ہے یقین کریں آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک پیسہ خرچ کر کے بھول جاتے ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کے خرچ کیے ہوئے ایک ایک پیسے کی بدولت لاکھوں نیکیوں کا ثواب اور اجر عطا فرمائے گا۔